امیر مختار رح
مجموعۂ تقاریر
خطیبِ انقلاب مولانا حسن ظفر نقوی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر مختارؒ

مجموعہ تقاریر

شاہ کربلا ٹرسٹ امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی ۱۴۱۹ھ

مولانا حسن ظفر نقوی پاکستان

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ-۳

یو.پی. انڈیا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : امیر مختارؔ

مؤلف : مولانا حسن ظفر نقوی پاکستان

ناشر : نور ہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ

سرورق : ایڈورٹائزرس انڈیا، لکھنؤ

کمپوزنگ : آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، لکھنؤ

طباعت : نکر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سنٹر، لکھنؤ

تعداد : ایک ہزار

سنہ طباعت : جنوری ۲۰۰۷ء

قیمت : -/120

Noor-e-HidayatFoundation

Imambara, Ghufran maab, Maulana
Kalb-e-Husain Road, Chowk, Lucknow-3
U.P. (India)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ہر دور کے مختاریوں کے نام

کتاب اکمال ''امیر مختار''
۷ ۔ ۰ ۔ ۲ء

از ہادی دین ولا حسن ظفر
۷ ۲ ۴ ۱ھ

فہرست مضامین

جناب ریحان اعظمی

نذر عقیدت

کیا مقدر کا سکندر ہے امیر مختار
ناصر سبط پیمبر ہے امیر مختار
جس نے ہر قاتل شبیرؑ کا سر کاٹ دیا
ایسا اک شیر دلاور ہے امیر مختار
خولی و شمرؔ سنان اور عمر کا قاتل
دشمنوں کے لئے خنجر ہے امیر مختار
حرملہ پر بھی چلی تیغ اسی کے ہاتھوں
غمگسار علی اصغرؑ ہے امیر مختار
قید میں رہ کے بھی ایمان کا سودا نہ کیا
صاحب فکر ابوذرؓ ہے امیر مختار
کاٹ کے پاؤں کی زنجیر نکل آیا ہے
ایسا اک مرد قلندر ہے امیر مختار
خادم حیدرؑ کرار کا پر تو ہے یہی
ثانی حضرت قنبر ہے امیر مختار
تخت اور تاج کی خواہش سے مبرّا ہستی
فقر و ایثار کا پیکر ہے امیر مختار
فکر مختار سے لرزاں ہیں زمانے والے
فکر شبیرؑ کا خوگر ہے امیر مختار
کوئی تحریک بھی ایسی نہیں دیکھی ہم نے
جس کی تقلید کا محور ہے امیر مختار
اس لئے اس کا ثنا گر ہوں میں ریحان کہ وہ
میرے مولا کا ثنا گر ہے امیر مختار

..........اور شکریہ

خدا کا شکر ہے کہ میرا مجموعۂ تقاریر "امیر مختار" پاکستان میں متعدد بار شائع ہوا اور اب ہندوستان میں ذاکرین نیز مومنین کے اصرار پر طبع ہو رہا ہے، شکر پروردگار کے بعد اگر چہ اس سے پہلے بھی میرے تبلیغی و اصلاحی مقالات کا مجموعہ "نشان راہ" ہندی میں مؤسسہ نور ہدایت سے چھپ چکا ہے۔

اب سب سے پہلے میں شکریہ ادا کرتا ہوں قائد ملت جعفریہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب کا جنھوں نے ہندوستان میں علمی فضا ساز گار کرنے اور نشر علوم محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے چار سال قبل حسینیۂ حضرت غفران مآبؒ لکھنؤ میں نور ہدایت فاؤنڈیشن قائم فرمایا جس نے اپنے بک ڈپو سے اب تک کئی مفید کتابیں اور تقریباً پینتیس ۳۵ شمارے ماہنامہ "شعاع عمل" کے اور پانچ عدد علماء کے تذکرے "خاندان اجتہاد نمبر" کے نام سے شائع کئے ہیں۔

میں ان حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے خطوط کے ذریعہ اور فون پر "شعاع عمل" کے ایڈیٹر اور نائب ایڈیٹر سے میرے مجموعۂ تقاریر کی توصیف فرمائی اور ساتھ ہی ان لوگوں کا بھی شکر گذار ہوں جن کی خواہشات کے احترام میں مجموعۂ تقاریر شائع ہو رہا ہے۔

میرے لئے بے حد لائق شکریہ ہیں ارکان نور ہدایت فاؤنڈیشن خاص طور پر

جناب مولانا سید مصطفیٰ حسین نقوی "اسیف جائسی" ایڈیٹر "شعاع عمل"، مولانا حیدر علی صاحب نائب ایڈیٹر "شعاع عمل"، جناب محمد عالم صاحب لکھنوی جن کی مساعیٔ جمیلہ سے کتاب نذر قارئین ہے۔

جناب صغیر الحسن صاحب کا بھی شکریہ (جو میری ہی قسم کے ہم وطن ہیں) جن کی فنکاری نے سرورق (ٹائٹل کور) کو کافی امتیاز بخشا۔

ان کے علاوہ بھی ان تمام احباب کا شکریہ جو قدم بہ قدم میری حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔

احقر العباد

سید حسن ظفر نقوی

جنوری ۲۰۰۷ء لکھنؤ

تبصیر

برادرم مولانا حسن ظفر نقوی صاحب قبلہ کا تعلق ہندوستان کے شہرۂ آفاق، خطۂ مردم خیز یعنی بلدۃ العلماء دارالعلوم جائس سے ہے اور اپنے والد ماجد کی ہجرت کے سبب مرکز علوم وفنون کراچی میں مع خانوادہ اقامت پذیر ہیں جواب موصوف کے لئے وطن کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی نسل مبارک میں حضرت ابوعبداللہ جعفر ثانی بن امام عاشر حضرت علی نقی علیہ السلام سے لے کر علامہ ملا نجم الملک سید نجم الدین سبزواری فاتح جائس متوفی ۱۰۲۷ء (المدفون بارض بنارس) اور نواب نجم الملک سے لے کر مولانا حسن ظفر صاحب تک شاید ہی کوئی ایسی فرد ہو جس کا گہرا رشتہ علوم وفنون سے نہ رہا ہو اور کچھ افراد تو علماء میں بھی کافی ممتاز ہیں مثلاً فاتح جائس سید نجم الدین، سید السادات اشرف الملک نواب ملا سید شرف الدین متوفی ۴۲۵ھ قاضی ملا سید نصیر الدین جائسی فاتح اول نصیر آباد، ملا سید زکریا جائسی فاتح دوم نصیر آباد، ملا سید عصمت اللہ صدر الصدور دہلی، ملا یوسف علی استاد بہادر شاہ بادشاہ، رئیس العلماء مولانا سید ولی محمد حسین جائسی مجتہد، سید الواعظین مولانا سید کلب حسین نقوی جائسی (مدفون بہ جرول ضلع بہرائچ)، مولانا سید کلب عابد صاحب (مدفون بہ مشہد امام رضاؑ، ایران)، آیۃ اللہ سید کلب باقر صاحب قبلہ، کربلا، عراق، آیۃ اللہ سید کلب مہدی، کربلا، آیۃ اللہ سید محمد مہدی، کربلا، آیۃ اللہ سید عبدالمہدی، کربلا، آقائے قوم قدوۃ العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید آقا حسن نقوی لکھنؤ، ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء آیۃ اللہ سید کلب حسین نقوی، صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب رحمت مآبؒ اور عہد حاضر میں مفکر اسلام ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ نیز قائد ملت حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ رونق افروز مسند فضل

وہدایت ہیں۔

دادا مرحوم جناب مولوی سید رضا محمد نقوی رضؔا جائسی شاگرد حضرت ماؔئی جائسی، نے فخر قوم مولوی سید کلب عباس نقوؔی جائسی ایڈوکیٹ کے سانحۂ ارتحال پر جو تعزیتی مسدس تصنیف فرمایا تھا اس میں مشاہیر جائس کے تذکرے کے بعد فرماتے ہیں:

شان مرحوم کے گھر کی بھی ہے اب پیش نگاہ
کیا شرف حق نے دیا ہے اسے اللہ اللہ
عصمت اللہ سا اس گھر کا ہے مورث ذی جاہ
علماء اس کے سدا، دیں کے رہے پشت پناہ
آج بھی چشمۂ خیروبرکت جاری ہے
اس گھرانے پہ ابھی تک کرم باری ہے

اس گھرانے نے دیئے دہر کو دو کلب حسین
ایک تھا معجزۂ سبط رسولؐ الثقلین
دوسرا زینت منبر بھی تھا مسجد کا بھی زین
ذاکر شام غریباں ولِ زہراءؑ کا چین
فضل خالق سے عجب اس نے گہر پائے ہیں
لعل پائے ہیں کہ دو شمس وقمر پائے ہیں

نہ فقط ہند تک اس گھر کی ہے دنیا محدود
اس کے افراد کا ہے کرب و بلا میں بھی وجود
تھا زبس جذبۂ خالص سے وہاں اس کا ورود
اس کو سرکار حسینی نے دیا نام و نمود

کسی ہندی نے جو پائی نہ وہ عزت دے دی
بھائی کے روضے کی اس گھر کو امامت دے دی

حسن اتفاق یہ ہے کہ آپ کا جو، دادیہال ہے وہی ننیہال بھی ہے لیکن مادری رشتہ سے جو آپ کو ایک اور عظیم شرف حاصل ہے وہ یہ کہ آپ کا سلسلہ نسب مادری برصغیر کے عظیم مصلح اور آیۃ اللہ العظمٰی بحر العلوم علامہ سید دلدار علی جائسی نصیر آبادی غفران مآب علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۳۵ھ تک پہنچتا ہے، جنھوں نے اثنا عشری مذہب ہندوستان میں رائج فرمایا۔

شعری مشغلہ بھی آپ کے خاندان کا پرانا ذوق ہے، چنانچہ سید الواعظین مولانا سید کلب حسین (اول) ابن مولانا ولی محمد حسین مجتہد کا عربی و فارسی کلام دستیاب ہے۔ مولانا کلب عابد (اول)، مولانا کلب رضا اور مولانا کلب عسکری صاحبان بھی فارسی اور اردو میں شاعری فرماتے تھے مولانا کلب باقر اور ان کے تینوں بیٹے عربی و فارسی کے مشہور ادیب و شاعر تھے۔ معمار ملت قدوۃ العلماء مولانا آقا حسن صاحب اور ذاکر شام غریباں مولانا سید کلب حسین صاحب کا فارسی اور اردو میں کلام موجود ہے۔

مولانا حسن ظفر صاحب کے دادا مولوی سید کلب احمد مآنی جائسی کا شمار تو اردو کے بڑے شعراء میں ہوتا ہے۔ مآنی صاحب کے تین عدد غزلوں کے مجموعے اور ایک عدد مجموعہ قصائد اور دو عدد سلاموں کے مجموعے مطبوع ہو کر عوام و خواص سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ علامہ مآنی جائسی جتنے اچھے شاعر تھے اتنے ہی اچھے نثر نگار بھی تھے۔ مآنی صاحب کے فرزند ارجمند یعنی مولانا حسن ظفر صاحب کے والد ماجد مرحوم سید اقبال الظفر نقوی صاحب ایک اچھے اور کامیاب شاعر تھے۔ موصوف کی غزلوں کا ایک مجموعہ ''فکر آشیاں'' بندے کے پاس موجود ہے، جو مرحوم کے ارتحال کے بعد پاکستان میں شائع ہوا ہے۔

مولانا حسن ظفر صاحب کی حیات اور اب تک کے کارناموں کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو بغیر کسی خوف کے کہا جائے گا کہ آپ ایک مجاہد انقلاب پرور اور تاریخ ساز،

میثمی کردار رکھنے والے، فلسفۂ محمد و آل محمد کے عارف شخص ہیں۔ مولانا کے قول و عمل میں بے حد اتحاد ہے، موصوف کی زبان کی آوازیں دل کی صدائیں ہوتی ہیں، آپ کی تقریریں جہاں کامیاب و مقبول ہیں وہیں تحریریں بھی عوام و خواص کو بے حد پسند ہیں۔

اب تک موصوف کے چھ عدد مجموعۂ تقاریر اردو میں اور ایک مقالات کا مجموعہ ''نشان راہ'' اردو میں جس کا ہندی ترجمہ مؤسسۂ نور ہدایت نے جون ۲۰۰۶ء میں شائع کیا جسے ہندی داں طبقہ نے بہت پسند کیا ہے ساتھ ہی تین کتابیں انگریزی میں چھپ چکی ہے اور کئی کتابیں زیر طبع اور کئی مجموعۂ قصائد و مناقب پردۂ خفاء میں ہیں زیر نظر کتاب ''امیر مختار'' نامی مجموعۂ تقاریر ہے جس کے کئی ایڈیشن محفوظ بک ایجنسی کراچی (پاکستان) شائع کر چکی ہے اور اب ہندوستان میں نور ہدایت فاؤنڈیشن کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے، کتاب کی عظمت و اہمیت تو اس کے نام ہی سے واضح ہے رہی مقبولیت کی بات تو بار بار کی اشاعت اس کی روشن دلیل ہے۔

کتاب کی صورت میں نور ہدایت فاؤنڈیشن کی یہ آٹھویں پیشکش ہے۔ امید ہے کہ مومنین دیگر کتابوں کی طرح اسے بھی پڑھ کر زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کریں گے۔ آخر میں مومنین کرام سے گزارش ہے کہ محسن ادارہ جناب محمد عالم صاحب لکھنوی (حسین آباد لکھنؤ) کے والد ماجد جناب مرزا محمد اکبر صاحب ابن مرزا محمد شفیع صاحب مرحوم کی روح کو ایک سورۂ فاتحہ اور تین بار بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر ایصال فرمائیں۔

سید مصطفٰی حسین نقوی اسیف جائسی
ایڈیٹر ماہنامہ ''شعاع عمل''
نور ہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ
۱۰ رذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق یکم جنوری ۲۰۰۷ء

'امیر مختارؒ'—ایک—نشان راہ

م۔ر۔عابد

کربلا نہ بیعت کے اصرار وانکار کا کوئی بے سمجھا بوجھا فوجی مناظرہ ہے، نہ انجانے میں ہوا دو شخصیتوں کا سیاسی تصادم ہے اور نہ ہی ناگہانی طور سے بھڑک اٹھنے والی جنگ یا کوئی ہنگامی فکری ونظریاتی ٹکراؤ ہے بلکہ یہ دو فکروں کا ایک انتہائی منصوبہ بند (فوجی) معرکہ (Well-Planned Strategy) ہے، جس کا دینی معاشرتی سیاسی (Religion—socio-political) پہلو بھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کربلا حق و باطل کا وہ فیصلہ کن معرکہ ہے جو ہر دو طرف سے بڑی سوچ سمجھ کر اپنی اپنی پوری ذہنی وجسمانی توانائیاں لگا کر تیار کیا گیا اور عمل میں لایا گیا تھا۔ (جہاں داؤں پر تھا تو اسلام اور نشانہ پر تھی تو انسانیت)۔ یزید کی سوچ تھی کہ حسینؑ کو اپنے راستے سے کسی بھی طرح ہٹایا تو جائے مگر کھلے میدان کے مقابلہ سے بچ کر۔ اس کی نگاہ میں پوری اسلامی تاریخ تھی، اس کی رگوں میں اپنے دادا کی فوجی مہم جوئی اور اپنے باپ کی سیاست کا خون دوڑ رہا تھا۔ وہ اسلام کی ابلاغی قوت اور تبلیغی اثر اندازی کا بخوبی اندازہ کر چکا تھا۔ اس کے خاص نشانہ پر اسلام کی یہی ابلاغی قوت تھی۔ امامؑ بھی اپنی شہادت ناگزیر سمجھتے تھے، لیکن اسے جبری طور سے (اعلانیہ) حاصل کرنا چاہتے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ شہادت کے ساتھ ان کا پیغام (خصوصاً اسلام کے ابلاغی وتبلیغی آثار) دفن نہ ہونے پائے، بلکہ اس شہادت کے اثر سے انھیں اور بھی زیادہ نمایاں وپُر اثر ابلاغی قوت مل جائے۔ اہل حرم کو اپنے ساتھ لے چلنے کے پس پشت امام کی حکمت عملی کچھ یہی ہوسکتی ہے کہ امام کا پیغام اس زبردست ابلاغی مہم سے معرکہ لینے کو زندہ وتوانا رہے جو شامی حکومت نے (خصوصاً حضرت علیؑ کے خلاف) بہت پہلے سے باقاعدہ طور پر اپنی پوری اقتداری قوت اور سامراجی طاقت کے ساتھ چھیڑ رکھی تھی۔

مام کے پیغام کو زبردست تقویت اسی وقت مل گئی جب قافلۂ حرم اسیر کر کے تشہیر کیا گیا۔ اس تقویت کا اندازہ وحساب غالباً یزید کی سوچی سمجھی ابلاغی مہم میں نہیں تھا، ورنہ کارروائی کا انداز کچھ اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ یزید کی طرف سے جو بھی قدم اٹھایا گیا وہ پھونک پھونک کر اٹھایا ہی معلوم پڑتا ہے۔ مدینہ میں مطالبۂ بیعت یا بند کمرہ میں (in-camera) ہونا (امام کا بروقت جواب بھی اسی خفیہ معاملت پر حملہ تھا۔) یا پھر کعبہ میں امام کو شہید کر دینے کی خفیہ سازشی تیاری یزید کی اسی ابلاغی مہم کا جزو تھی جس میں اس کا منشا یہ تھا کہ امامؑ کا کام تمام ہو جائے اور اس کی بر آئے لیکن اس کا نام کہیں بھی کسی بھی طرح نہ آنے پائے۔ یزیدی اسٹریٹجی کے تحت ہی امام کا راستہ روک کر یہ یقینی بنایا گیا کہ امام کوفہ نہ آنے پائیں۔ اور ایک چھوٹی سی الگ تھلک بستی میں سب کچھ ہو جائے، وہ بھی خبروں کے سخت بلیک آؤٹ یا سنسر میں۔ یہاں تک صوبہ کی راجدھانی اور فوجی بھرتی کے سب سے بڑے مرکز کوفہ تک میں کسی کو کانوں کان یہ خبر نہ ہونے دی گئی کہ یہ ساری فوجی مہم اور جنگی بندوبست کس کے خلاف ہو رہا تھا۔ لیکن سچ کبھی تو سر چڑھ کر بولتا ہی ہے اور باطل کی ساری چالاکی کہیں نہ کہیں تو خود اپنی قبر کھود لیتی ہے۔ حرم کی اسیری اور تشہیر بظاہر خاندان عفت پناہی اور خانوادہ عصمت مآبی کی پردہ دار بیبوں کو ابدی ذلت ورسوائی کے اس گہرے گڈھے میں ڈھکیل دینے کے لئے تھی جس سے کبھی ابھرا نہ جا سکے اور اس قنوطیت اور نفسیاتی زوال میں جھونک دینے کے لئے تھی جس سے کبھی سر اٹھانا نصیب نہ ہو سکے۔ نتیجہ برعکس ہوا۔ تشہیر کی رسوائی اور نفسیاتی زوال کے جذباتی اثرات کو درکنار کر کے اسیروں نے اس موقع کا بخوبی فائدہ اٹھایا اور پیغام کربلا کی نشر واشاعت کے 'وراثتی' فریضہ کو انجام دیتے ہوئے حریف مقابل کی ابلاغی بدھی پر اتنا زوردار اور پُر اثر تاریخی وار کیا کہ وہ بے بس ہو کر بس چت ہو گئی۔

اس وقت کے کوفہ کے منظر نامہ کی عکاسی مشکل نہیں۔ جناب مسلمؑ کی دردناک

شہادت سے تیزی سے رونما ہونے والے حالات اور حالیہ فوجی اتھل پتھل، یک رخی ناکہ بندی اور خبروں کا سخت بلیک آؤٹ۔ یہ سب اگر کچھ پیدا کر سکتے تھے تو بے چینی بھرا تجسس اور پھر خبر کی بے تحاشہ پیاس۔ ایسے میں کٹے سروں کے ساتھ لٹے ہوئے اسیروں کا قافلہ کوفہ پہنچتا ہے۔ ان کٹے سروں میں کتنے سر ایسے ہیں جو کوفہ کے رہنے والوں کے ہیں۔ ظاہر ہے ان کو پہچاننے والا سارا کوفہ تھا۔ یہ سر اور دوسرے سر سبھی پہلی سرکاری خبر یعنی کسی 'خارجی' کی بغاوت کی دھجیاں اڑانے کو کافی تھے۔ باقی کا کام اسیر و رسن بستہ مخدرات عفت و طہارت کے خطبوں نے کر دیا جنھوں نے نہ صرف امام کی خبر دی (سنائی سنائی) بلکہ کربلا کو خبر بنایا اور یادگار بنا دیا، اور اس یادگار انداز میں کہ فوراً کوفہ سینہ و سر پیٹتا، گریباں پھاڑتا، روتا بلکتا دکھائی دیا۔ (اس طرح اس سرکاری ابلاغی مہم کا جنازہ نکال دیا جس کے تحت منصوبہ بند کوشش یہ تھی کہ کربلا فرات کے کنارے ہی دفن ہو کر رہ جائے اور کربلائی چشم دید گواہوں کا نفسیاتی قتل کر دیا جائے کہ اس کے ہلکے پھلکے سے آثار ان کے سینوں سے باہر نہ آسکیں۔) کوفہ کے اس فوری ردّ عمل کے پیچھے جو جذبات کارفرما ہو سکتے تھے ان میں امام کا غم، انسانیت سوز مظالم پر ہمدردی، ظالموں کے خلاف غم و غصہ، حالات کا رونا، اپنی شرم و ندامت، پچھتاوا وغیرہ سب ہی شامل تھے، یہ سارے جذبات فطری تھے، کسی کے بھڑکانے کا نتیجہ نہ تھے۔ ان خطبوں نے صرف دبے ہوئے جذبات کو جرأت اظہار دے دی تھی، ورنہ حکومت کے جبر و استبداد کے پیش نظر ان فطری جذبات سے کسی قسم کے اظہار کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہیں اس بروقت و برمحل اظہار میں کہیں دبی ہوئی چنگاری توابین کی تحریک (سلیمان بن صرد خزاعی کی سربراہی والی) کو مل رہی تھی اور یہیں کہیں مختار کے عزائم بھی روئیدہ ہو رہے تھے۔ کرب و ندامت کے جذبات توابین کے اقدام کو رخ دے رہے تھے اور غم و غصہ کے جذبات مختار کی مساعی میں ڈھل رہے تھے۔ دونوں فطری پیداوار ہیں۔ (ایک ہی سکہ کے دو رخ۔) دونوں تحریکیں کربلا کی اثر انگیزی

کو نمایاں و نمودار خراج عقیدت ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو پورا کرنے والی (Complementary) بھی ہیں۔ اس طرح دونوں کو ہمارا اسلام۔ دونوں تحریکوں کے ہیرو ہمارے قومی ہیرو ہیں اور ہماری عقیدتوں کے محور ہیں۔ مجالس میں گریہ و ماتم ایک طرح توابین کی تاسی ہوتا ہے، نیز ان کی یادگاری۔ مختار کی یاد میں ہم مخصوص طرز کی مجلسیں کرتے ہیں (مختار نامہ کے عنوان سے)۔ ان میں خاص طور سے جناب مختار کے کارناموں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ **مختار نامے** ہماری تہذیبی میراث کا حصہ ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے ہیرو کی یادگاری قومی زندگی کی علامت ہوتی ہے۔ ویسے انبیاء و ائمہ کی معصوم ہستیوں کے علاوہ ہم کسی کی شخصیت میں دینی رہبری تلاش نہیں کرتے، نہ ہی اس ایک اکیلے معبود حقیقی کے سوا کسی کی طرف اپنی عبادت کا رخ کرتے ہیں مگر ہیرو ورشپ (Hero-Worship) کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی اپنا قومی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہیرو سے عقیدت ہماری قومی اور سماجی زندگی کی روح ہے۔

جناب مختار بن ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی طائفی (۱ ھ — ۱۴ رمضان ۶۷ھ)

ایک نمایاں و نمودار شخصیت کے مالک تھے، لیکن ان پر تاریخ کی نظر تب پڑتی ہے جب وہ اپنی ضعیفی کے دنوں میں اپنی جوان ہمت اور توانا عزائم کے ابدی نقش چھوڑتے ہیں، اور ظالم و جابر کی پہنائی اپنی زنجیروں کو توڑتے ہی نہیں، ان کا رخ اور تاریخ کا دھارا موڑ دیتے ہیں۔ وہ ظلم و ستم کے بے مثال تاریخی رقص پر زمین تنگ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنا یک نکتہ منصوبہ (One-Point Action Plan) لے کر اٹھتے ہیں اور وقت کے سب سے بڑے سامراج کی استبدادی طاقت کی کلائی مروڑ دیتے ہیں۔ اس سامراج کے اہم مرکزی خطہ کوفہ (اور اطراف) میں اپنی حکومت قائم کر لیتے ہیں (ربیع الاول ۶۶ھ/ اکتوبر ۶۸۵ء)۔ اپنے اقتدار اور سیاسی استحکام سے بے پروا اپنے منصوبہ کو انجام تک پہنچانے میں تاریخی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ بالآخر ۱۴ رمضان ۶۷ھ/ ۶۸۷ء کو خود

جور وظلم کا شکار ہوجاتے ہیں، لیکن اپنا کام تو کر ہی جاتے ہیں، اپنا کارنامہ تاریخ کے حوالے کرجاتے ہیں۔ حق وانسانیت کے دشمن ظالموں کو عبرت ناک سزائیں دینا ان کا کام ہے، کارنامہ نہیں۔ ان کا کارنامہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں سخت سے سخت سزا پا کر ہلاک ہوجانے کے بعد بھی ظلم وستم کے بانی یا شریک کار دنیا سے انسانی ہمدردی کا کوئی شمہ تک نہ لے سکے۔ یعنی عوام کی نگاہ میں وہ ظالم ایسی سزا کے مستحق ہی تھے۔ (ان کا کیا عوامی جذبات کا آئینہ دار تھا اس کے لئے انھوں نے عوام کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا)۔ ایک اور کارنامہ بھی ان کے ہی نام ہے۔ ان کا پیغام غالباً قصر ظلم (خصوصاً بغض اہلبیتؑ کے گارے سے بنے ہوئے قصر) تک بھی پہنچ گیا۔ یزید کے بعد منصور، حجاج اور متوکل تو پیدا ہوئے لیکن اہلبیتؑ پر ظلم ڈھانے والوں کو پھر کبھی بغض علیؑ پر جمع ہوجانے والی کربلا جیسی جمعیت نہ مل سکی یا دہ فوج کشی کی ہمت ہی نہ جٹا سکے۔ میرا خیال ہے کہ یہ مختار کے کارنامہ کا اثر ہے کہ پھر کوئی ظالم کھل کر اہلبیتؑ کے سامنے نہ آسکا اور بغض علیؑ واہلبیتؑ کے ہتھیاروں اور ڈھالوں کو ڈھالنے والی فیکٹریاں تالہ بند ہوگئیں اور چاروناچار خفیہ سازشوں کے خاکے اور نظر بندی کے نقشہ تیار کرنے اور زہر کی فصلیں اگانے میں لگ گئیں۔

جناب مختار کا کارنامہ نہ صرف محبان اہلبیتؑ بلکہ مظلوم سے ہلکی سی بھی ہمدردی رکھنے والے اور ظالم سے ذرا سی بھی دوری چاہنے والے دل کی دھڑکنوں میں زندہ وتابندہ رہے گا۔ زیر نظر پیش کش بھی اس جیسی ایک دھڑکن کا ایک خطیبانہ قلمی نذرانہ ہے۔ ایک مختار نامہ (۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء) کی قلمی صورت ہے۔ یعنی ایک زبانی یادکو یادگار بنانے کی قلمی سعی حسنؔ، جو چراغ مصطفویؐ کے حیدریؑ روغن سے جلا پائی ہوئی جوادؔ نظر، بلند اقبالؔ اور ظفرؔ اثر ہے اور نورؔ ہدایت کی روشنی سے عمدہؔ اور مانیؔ ہوئی قابل تحسین۔ یہ مشہور ومعروف عالم وخطیب وادیب مولانا حسن ظفر نقوی (کراچی، پاکستان) کی تخلیقی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مولانا موصوف اہل نظر، صاحب قلم، جوشیلے مقرر، خوش بیں مفکر، خوش خیال شاعر

اور خوش نگر قومی وملی رہبر ہیں۔ وہ سید شریف النسل، ہندوستانی الاصل، پاک نژاد اور پاکستان منشا ہیں۔ وہ ہجرتوں کی موثر وراثت کے حامل، اسلامی فکر سے عالمی نظر (جہاں بینی) کے مالک ہیں۔ وہ باکمال دادیہال اور نانیہال دونوں طرف سے نہال ہیں۔ جائس ونصیر آباد کی توام (Twim) قدیمی علمی بستی (سادات سبزواری کا ہزار سالہ سرسبز ولالہ زار وطن) کے نجیب الطرفین لعل ہیں۔ وہ بلند اقبال ایک طرف حضرت مانیؔ جائسی (۱۸۸۵ء-۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) کی جانی مانی قصیدہ نگاری کی شوکت بیانی کے نقش مانی ہیں تو دوسری طرف عمدۃ العلماء ذاکر شام غریباں مولانا سید کلب حسین (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء-۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) کی ٹکسالی زبان اور شیریں بیانی کے وارث بھی ہیں۔ (عمدۃ العلماء صرف ذاکر شام غریباں ہی نہیں بلکہ آج کے مفہوم کی 'شام غریباں' کے اصطلاح ساز بھی ہیں۔ صبح وطن کے مقابل والی شعرا کی خیالی شام غریباں بند کتابوں کے آگے آج عام ذہن میں کہاں رہ گئی ہے؟) یہ نسلی وراثتیں اور ہجرتوں کی میراث بہرحال مقبولیت اور پذیرائی کی ضامن ہیں۔ کچھ اسی سبب سے یہ کتاب 'امیر مختار' (طبع اول ۱۹۹۹ء) جلد ہی مقبولیت کے پیمانوں کو پار کرتی ہوئی متعدد اشاعتوں میں آنے کے بعد اب نور ہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے ذریعہ ہندوستانی ایڈیشن میں شائع ہوکر آپ کو دعوت فکر ونظر دے رہی ہے۔ اس سے قبل مصنف موصوف کی ایک قابل قدر تصنیف 'نشان راہ' کو ہندی لباس دے کر نور ہدایت فاؤنڈیشن پیش کر چکا ہے۔ امید ہے یہ تصنیف 'امیر مختار' بھی دینی، تہذیبی، ادبی، فکری اور قومی زاویوں سے 'نشان راہ'/ سنگ میل ثابت ہوگی۔ آگے دعا ہے۔

فقط والسلام

م۔ر۔عابد

۱۸/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۹/جنوری ۲۰۰۷ء

"ایک درخشاں ستارہ، امیر مختارؒ"

پروفیسر ایس جی عباس
(انگریزی کے ممتاز دانشور شاعر و استاد اور مصنف و نقاد)

خیر سے یوں تو شر روز ازل سے بر سر پیکار رہا ہے اور یہ سلسلہ ابد تک جاری و ساری رہے گا نیز تاریخ کے تقریباً ہر دور اور تمام اقوام عالم میں یہ تصادم کار فرما رہا ہے مگر مسلمانوں کی تاریخ میں بد قسمتی سے اس ٹکراؤ کی داستان قدرے خونچکاں رہی ہے اور شرمناک و عبرتناک بھی۔ اس تاریخ کے تقریباً ہر دور میں کچھ ہی نفوس صاحبان ایمان و تقویٰ، خدا پرست اور نیک نفس ثابت ہوئے باقی منافقین اور مفترین کی ایک فوج ظفر موج تھی جو مسلمان اور مومن ہونے کی دعویدار تو ضرور تھی لیکن صحیح اسلامی طرز زندگی یعنی روحانیت سے بہت دور۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں نہ صرف جا بجا داغ نظر آتے ہیں بلکہ تاریک گوشے بھی۔ مگر اسی تاریخ میں کچھ جگمگاتے ہوئے صفحات بھی ہیں جن کو پڑھ کر قاری کی روح کا ہر ہر تار مترنم ہو جاتا ہے۔ ان ہی صفحات میں ذکر ایک ایسے جرات مند، بہادر، نڈر اور باعزم انسان کا ہے جو منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی اعلیٰ صفات کا حامل بھی ہے۔ وہ مثالی و انقلابی شخصیت حضرت امیر مختارؒ کی ہے۔

حضرت مختارؒ کے دل میں بچپن ہی سے سرور کائنات اور اہلبیتؑ اطہار سے ایسی مودت پیدا ہو گئی تھی جو اُن کی آخری آخری سانس تک ان کا سرمایہ حیات رہی۔ اس عقیدت کا اصل سبب ختمی مرتبتؐ اور ان کی عترت کا عظیم کردار تھا۔ کوفہ میں انہوں نے حضرت علیؑ کے علم، تقویٰ، جود و سخا اور جراتمندی کے بڑے بڑے چرچے سن رکھے تھے۔ اسی طرح حسنین علیہم السلام کی عظمت کے وہ دل سے قائل تھے۔ پھر محمد بن حنفیہ کی شاگردی کے سبب اس محبت کی جڑیں اور زیادہ مضبوط ہو گئی تھیں۔ اپنی ذات میں تو مختارؒ فنا فی اہل بیتؑ تھے لیکن اپنی بہترین کوشش کے باوجود نہ تو وہ اہلبیتؑ سے ناروا دشمنی کی فضا کو ختم کرا سکے اور نہ ہی سانحہ کربلا کے خونی معرکے کو ظہور پذیر ہونے سے روک سکے۔ سانحہ کربلا کے وقت وہ خود دوسرے ہزاروں محبانِ حسینؑ کی مانند کوفہ کے زندان میں اسیر تھے اور طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار تھے۔ لیکن حضرت مختارؒ کی زندگی کا درخشاں ترین پہلو یہ ہے کہ اپنے عزم و حوصلہ، بہادری اور رفعت کردار کے بل بوتے پر جلد ہی انہوں نے اپنے حامیوں کو اکٹھا کر کے قاتلانِ حسینؑ کو کیفر کردار تک پہنچانے میں وہ کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ رہے گا۔

۶۰ھ میں اس ناصر حسینؑ کو دوسری بار قید میں ڈال دیا گیا تھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں کو بیڑیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ اسی اسیری کے سبب مختارؒ ۶۱ھ میں نصرتِ امامؑ سے قاصر رہے۔ لیکن جوں جوں اذیتیں بڑھ رہی تھیں ان کے حوصلے بھی اور زیادہ بلند ہو رہے تھے۔ شجیع و بہادر ہونے کے علاوہ صاحبِ بصیرت شخص بھی تھے۔ تبھی تو بڑے ناساعد حالات کے باوجود، گو وقتی طور پر سہی، وہ عنانِ حکومت پر قابض ہو گئے اور ابراہیم بن مالکِ اشتر کے تعاون سے چن چن کر قاتلانِ شہدائے کربلا کو نیست و نابود کر دیا۔

اگر امیر مختارؒ کا تعلق ہماری نسل سے ہوتا تو شاید وہ بھی ساری زندگی ہر مجلس میں آہ و بکا کرتے رہتے، سینہ زنی کرتے، زنجیروں کا ماتم کرتے یا پھر قمع لگا لیا کرتے، شب بیداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، حلیم کی دیگیں پکواتے، شیر مال بٹواتے، اِدھر مجلس ختم ہوتی اُدھر دستر خوان پر بیٹھ کر سیر ہو جاتے، غرضیکہ وہ بیچارے بھی شاید وہی کچھ کرتے جو آج ہم کر رہے ہیں لیکن پھر وہ امیر مختارؒ نہ ہوتے اور نہ ہی امام زین العابدینؑ ان کے حق میں دعا فرماتے۔ روایت یہ ہے کہ شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے والے گروہ کے اس زعیم نے سانحہ کربلا کے بعد جب تک وہ زندہ رہے نہ تو ٹھنڈا پانی پیا، نہ ہی اچھا کھانا کھایا، نہ اچھے کپڑے پہنے اور نہ ہی نرم بستر پر سونا گوارا کیا۔ عزاداری یقیناً ہمارے لیے شہ رگ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے بغیر ہماری زندگی فرسودہ، بے معنی اور بے کیف ہو گی۔ لیکن جب تک ہم میں امیر مختارؒ کی ایمانی حرارت نہیں پیدا ہو گی، صرف رسم کی ادائیگی سے کیا ہم ان کے عمل کی پیروی کے اہل ہو سکیں گے؟

امیر مختارؒ کی سیرت اور تاریخ کے اس اہم واقعہ پر محترم مولانا حسن ظفر نقوی صاحب نے جس دلکش انداز سے روشنی ڈالی ہے وہ بڑی قابلِ ستائش ہے۔ مولانا صاحب معروف مقرر، محقق اور مدبر تو ہیں ہی۔ ان کو ان تمام صفات کا حامل تو ہونا بھی چاہیئے کیونکہ برصغیر میں ان کے خانوادے کو بڑا اشرف و مقام حاصل رہا ہے اور ماضی میں خاندانِ اجتہاد نے بڑی بزرگ ہستیاں پیدا کی ہیں۔ لیکن جس چیز نے یقیناً مجھے متاثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ "امیر مختارؒ" نامی گرانقدر کتاب ان کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اور تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھالنا بڑی مشکل بات ہوتی ہے۔ اس کیلئے بڑی عرق ریزی کی گئی ہو گی۔ پھر دس مجالس میں ہر دن

حضرتِ امیر مختارؒ کی شخصیت پر مسلسل گفتگو کرنا اور ان کی ذاتِ گرامی کے مختلف او جھل گوشوں کو صیقل کر کے مجمع کے سامنے پیش کرنا بھی بڑی بات ہے۔ اس تصنیف کے باعث نقوی صاحب اب مصنف بھی ہو گئے ہیں اور تصنیف کا آغاز بھی انہوں نے ایسی جلیل القدر ہستی سے کیا ہے جو ایک طرف نہایت ہی جری اور جیالا انسان تھا، غیض و جلال کا مرقع تھا لیکن دوسری جانب زہد و تقوے میں یکتا، مومنوں کیلئے نہایت ہی رقیق القلب اور اہلبیتؑ کی محبت سے سرشار تھا۔

ربّ العزت کے حضور میں علامہ نقوی کیلئے دعاگو ہوں کہ ان کی توفیقات میں اضافہ ہو اور وہ دیگر ہستیوں پر بھی قلم اٹھائیں۔ مولانا صاحب سے یہ بھی میری درخواست ہے کہ اہلبیتؑ سے متعلق ادب انگریزی زبان میں بھی لائیں۔ مشرقی زبانوں میں جس میں اردو بھی شامل ہے بڑا وقیع اور نادر ذخیرہ اسلامی ادب کا پہلے ہی سے موجود ہے۔ وقت کا اہم تقاضہ یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے متعلق زیادہ سے زیادہ ادب انگریزی زبان میں لایا جائے کیونکہ اوّل تو مغرب میں علم و ادب کی بڑی قدر و قیمت ہے پھر جو بھی اہل مغرب کو اپنے ادب سے متاثر کرے گا وہی معتبر سمجھا جائے گا۔ نیز اگر ہم دوسروں کو متاثر کرنے کے اہل نہ بھی ہو سکیں تو کم از کم اپنے نوجوانوں کو جو ہزاروں و لاکھوں کی تعداد میں یورپ، امریکہ، کینیڈا اور دیگر خطوں میں مقیم ہیں حت المقدور اپنا ادب فراہم کر کے ان کی تشنگی کو کم کر سکیں گے۔ مولانا سے تعارف کا ذریعہ کیونکہ سبطِ جعفر صاحب قرار پائے اسلیے انکا ذکر بھی بے محل نہ ہو گا۔ سبطِ جعفر سلمہ جن کی لیاقت کا میں تہ دل سے معترف ہوں، بڑی خوبیوں کے انسان ہیں۔ قدرت نے جو جوہر ان کو عطا فرمائے ہیں، کاش وہ ان کو بروئے کار لا کر کوئی بڑا کام انجام دیتے جس کے وہ اہل ہیں۔ میں ایک مدت سے بار بار ان کی توجہ اس جانب مبذول کرا رہا ہوں لیکن وہ میری بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں اور جب سے وہ پروفیسر کے منصب پر فائز ہوئے ہیں اس وقت سے تو شرفِ ملاقات بھی بڑی مشکل سے بخشتے ہیں بس کراچی کے طول البلد اور عرض البلد میں ہر جگہ مرثیہ اور سوز و سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ اک بات جو میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی ہے کہ ہر ہفتے ان کو اتنے مرحومین کہاں سے مل جاتے ہیں۔ بہر حال سبط صاحب کیسے بھی ہوں میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ یہ ان کی محبت ہی ہے جو بسا اوقات مجھ سے کچھ علمی و ادبی کام کرا دیتی ہے۔

تعریف

قائدملت حجۃ الاسلام مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب امام جمعہ لکھنؤ

برادرِ عزیز مولانا حسن ظفر نقوی جس طرح سے تحریر اور تقریر کے ذریعے اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اِن مشکل حالات اور پُرآشوب دور میں جب کہ دین میں تحریفات کرنے والا ٹولہ سرگرمِ عمل ہو اور محبتِ اہلبیتؑ کے نام پر وہ باتیں اور افعال شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہو جن کا مذہبِ اہلبیتؑ سے کوئی تعلق نہ ہو اور دوسری طرف کچھ نام نہاد علماء نہ معلوم کس کی خوشنودی کے لئے حوزہائے علمیہ کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں اور ایسی باتیں تحریر اور تقریر کے ذریعے نشر کر رہے ہیں جس سے سوائے دشمنانِ دین کے اور کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہو ایسے ماحول میں قرآن پاک اور امام جعفر صادقؑ کے قول ”عدل کا راستہ اختیار کرو“ پر عمل کرتے ہوئے مولانا حسن ظفر نقوی جس انداز میں حقائق مومنین تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے لئے بڑا حوصلہ اور ثابت قدمی درکار ہے مولانا حسن ظفر نقوی کے جملے پر اس گزارش کو تمام کرتا ہوں کہ نماز ہو یا عزاداری، دعائے کمیل ہو یا حدیثِ کساء سب ہمارا ورثہ ہے اِن میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ یہ لازم و ملزوم ہیں اور ان میں ٹکراؤ پیدا کرنے والے بالواسطہ یا بلاواسطہ دشمنانِ دین کے خدمت گزار ہیں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ مولانا حسن ظفر نقوی کو ہمت اور سلامتی کے ساتھ اپنے سچے مشن میں کامیابی عطا فرمائے اور مومنین کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

والسلام

کلب جواد نقوی

لکھنو۔ ہندوستان

تقریظ

علامہ سید عابد حسین حسینی صاحب قبلہ

اس حقیقت سے کون آشنا نہیں ہے کہ خاندان اجتہاد نے برصغیر میں مذہب حقہ کی تبلیغ وترویج کے لئے ہر سطح پر جدوجہد کی ہے اور اس راہ میں بے پناہ قربانیاں بھی دی ہیں خصوصاً عزاداری کے فروغ میں کسی مصلحت پسندی سے کام نہیں لیا، اس کی زندہ مثال لکھنؤ میں برسوں سے رکے ہوئے عزاداری کے جلوسوں کا احیاء ہے اور یہ فخر بھی اسی خاندان کے سپوت حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید کلب جواد کو حاصل ہوا اور اس راہ میں انھیں سنت حضرت امام سجادؑ بھی بجالانے کا شرف حاصل ہوا اس محترم خاندان کے ایک فرد ہیں میرے برادر محترم مولانا سید حسن ظفر نقوی ان کا حق تھا کہ یہ حضرت امیر مختار کی شخصیت کو ملت کے جوانوں کے لئے تمثیل کے طور پر پیش کریں۔ میری دعا ہے کہ پروردگار، مختار کے اس شیدائی کو فکرِ امیر مختار سے منسلک رکھتے ہوئے اس دور جبر وابتلاء میں جہاد باللسان، جہاد بالقلم اور جہاد بالعمل سے عہدہ برآ ہونے کو توفیق مرحمت اور شجاعت عطا کرے۔

عابد حسین الحسینی

(سینیٹر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب آیۃ ۲۳)

اور مومنین میں کچھ رجال کچھ مرد ایسے ہیں کہ جو خدا سے کیئے ہوئے اپنے وعدے کو سچا کر دکھاتے ہیں ان میں سے کچھ اپنی منزل کو پاچکے اور کچھ اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں یہ ہی سنت الہٰی ہے کہ جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ عزیزان محترم موضوع آپ سب کے سامنے مشخص ہے۔ جناب امیر مختار پر مجھے آپ سے گفتگو کرنی ہے انشاء اللہ نو (۹) دن تک بشرط قید حیات۔ آج کی گفتگو تمہیدی ہے۔ چند باتیں آپ سے کرنا ہیں ایک تو اس موضوع کو انتخاب کرنے کی وجہ کیا ہے۔ معمولاً ایسا ہوتا ہے کہ جناب مختار کے ذکر کو آخری ایام یعنی ربیع الاول تک محدود کر دیا جاتا ہے اور اس میں بھی زیادہ تر ہماری مجالس میں مختار نامہ پڑھا جاتا ہے۔ خیر وہ بھی حق ادا کرنے والی بات ہے کہ ذکر تو ہو ہی جاتا ہے لیکن میرے ذہن میں جو بات تھی اور جس وجہ سے میں نے یہ موضوع دیا تھا وہ یہ کہ اس وقت محرم اپنے عروج پر ہوتا ہے یعنی یہ ابتدائی ایام جو ہوتے ہیں پہلا مہینہ جہلم تک زیادہ جوش ہوتا ہے پھر جہلم کے بعد آپ دیکھتے ہیں فطری سی بات ہے کہ ایام عزاء اپنے اختتام کی طرف جارہے ہوتے ہیں اور ۸ ربیع الاول تک آپ کے سامنے یہ بات آجاتی ہے اور جلوس کے مجمع سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مومنین اب ۸ ربیع الاول کے بعد کے پروگراموں کی تیاریوں میں لگ گئے ہیں۔ اس لئے جناب مختار کے جہاد کی جو اہمیت ہونی چاہئے میری ناقص رائے میں حق نہیں ادا ہو

پاتا۔ جناب امیر مختار تاریخ کا وہ عظیم کردار آپ اس کردار کو اس انداز میں نہ دیکھیں
کہ ایک واقعہ ہوا کیونکہ اس کی پیشین گوئی کر دی گئی تھی ایک شخص کیونکہ دعا تھی
مولائے کائنات کی رسولؐ کی دعا تھی اہلبیتؑ کی دعا تھی لہذا جناب مختار کا تذکرہ کیا
جائے۔ عزیزان محترم بلکہ ہمیں باقاعدہ تاریخ پس منظر کو دیکھنا ہوگا کوفہ میں جانا پڑے
گا۔ ہمیں اس دور کے افراد میں جانا پڑے گا ماحول میں جانا پڑے گا دیکھنا پڑے گا۔ اس
دور کے لوگوں کو ایسا نہیں ہے کہ کوفی کوئی عجیب وغریب قوم تھی جو آج ضرب المثل
کے طور پر مشہور ہو گئی کہ جس نے بے وفائی کی کہہ دیا کوفی ہے۔ کوفیوں نے دغا کر
دی کوفیوں نے بے وفائی کر دی ایسا نہیں ہے بلکہ اس ماحول میں جاکے ہم دیکھیں گے
کہ کتنے قسم کے کردار تھے اور جیسے قرآن انبیاء کے واقعات کو پیش کر رہا ہے نا تو صرف
کہانی قصوں کے لئے تو نہیں پیش کر رہا بلکہ اس لئے پیش کر رہا ہے کہ فَاعْتَبِرُوا
يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (حشر۔۲) "اے بصیرت رکھنے والوں ان سے عبرت حاصل کرو"
یعنی ہر قوم میں گزشتہ قوموں میں یہ ہوا کہ ایسے کردار تھے ایسے لوگ تھے ایسے افراد
تھے۔ یہ تمہارے ہاں بھی ہو سکتا ہے ان واقعات کو پیش کیا کہ ان واقعات کو سامنے
رکھو۔ ماضی کو سامنے رکھو۔ ماضی کو سامنے رکھو اور اپنے لئے مستقبل کی راہ تلاش کرو
اپنا کردار معین کرو کہ تم کس جگہ کھڑے ہو۔ تم کس خانے میں فٹ ہوتے ہو تم
کہاں پر ہو یہ تاریخ ہے۔ یہ سنت ہے (ترجمہ) "اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی" ہر دور
میں ایسا ہی ہے۔ کچھ لوگ امیر مختار ہیں یا اس کی راہ پر چلنے والے ہیں کچھ سلیمان بن
صرد خزاعی کی راہ پر چلنے والے ہیں کچھ اور قسم کے افراد ہیں۔ کوفے میں کچھ اور کردار ہیں
کوفے میں یہ تاریخ ہے اس لئے ہم چاہ رہے ہیں کہ صرف واقعہ نہ بیان کرتے چلے
جائیں آپ کے سامنے بلکہ کردار بھی آپ کے سامنے آتے چلے جائیں کہ کتنے قسم کے

کردار تھے کس کس نے کیا کردار انجام دیا، کون زبانی حد تک جمع خرچ کرتا رہا۔ دیکھئے
ایک نظریہ جو ہمارے ہاں قائم ہے میں شروع میں ہی وہیں سے بات لے کر چلنا چاہتا
ہوں۔ وہ نظریہ یہ ہے کہ جناب بس ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم نے مجلس کر لی قصہ
ختم۔ ہم نے ماتم کر لیا اور کیا کر سکتے ہیں ہمیں پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے۔ ہم وہ قوم
ہیں کہ ہمیں پیدا اس لئے کیا گیا ہے کہ مجلس کر لی ماتم کر لیا۔ یہ بات بالکل درست
ہے کہ ہم ہی وہی ملت ہیں جسے عزاداری سید الشہداءؑ برپا کرنے کا شرف عطا ہوا ہے لیکن
ذرا سوچئے کہ کیا آپ نے احسان کر دیا۔ امام حسینؑ پر جناب زہراؑ پر احسان کر دیا۔
آپ نے دین پر احسان کر دیا آپ نے کربلا والوں پر احسان کر دیا کیا اس کے سوا
آپ کی اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ بس اسی سوال کے جواب کے طور پر یہ مجالس
سماعت فرمایئے گا۔

بالکل ربط کے ساتھ میری گفتگو چلے گی اگر ایسا تھا تو جناب امیر مختار کو قیام کرنے
کی ضرورت ہی کیا تھی ان کا قیام بھی تو واقعہ کربلا کے بعد ہی ہوا نا جب کربلا کا واقعہ
ہو گیا طے ہو گیا اب جو بھی ان کی یاد منائے گا جو ان کا ذکر کرے گا وہ سیدھا جنت میں
جائے گا جو نہیں منائے گا اس کا قصہ پاک ہو گیا چھٹی ہو گئی۔ اس کی تو پھر جناب
سلیمان بن صرد خزاعی کی تحریک پھر جناب امیر مختار کی تحریک کیا معنی رکھتی ہے جب
ایک بات طے ہو گئی اور پھر ان کی تو ذمہ داری بھی نہیں تھی وظیفہ بھی معین نہیں تھا
کیونکہ جناب امیر مختار تو آپ جانتے ہیں کہ کربلا کے واقعہ کے دوران قید خانے میں تھے
زندان میں تھے۔ وہ تو آزاد بھی نہیں تھے کہ جناب وہ نعرے لگاتے کہ میں توبہ کر رہا
ہوں اس بات پر کہ میں نے کربلا میں امام کا ساتھ نہیں دیا۔ اور اب اپنی غلطی کے
ازالے کے لئے قربانی دے رہا ہوں تو یہ سوچنے کی بات ہے کہ جناب امیر مختار کے لئے

جب ایک روایت موجود ہے سامنے کہ مجلس کرلیں گے ذکر کرلیں گے حق ادا ہو جائے گا اور بس ختم ہو گئی بات کیونکہ ۶۱ ہجری کے بعد اب اور کوئی سلسلہ تو ہے ہی نہیں جس کے لئے قیام کیا جائے تو برادران عزیز یہ باتیں سوچنے کی ہیں کہ آخر امیر مختار کیوں قیام کر رہے ہیں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ تو یہ آنسو بھی یاد رکھئے دو قسم کے ہیں۔ آنسو جو آنکھوں سے آپ کے جاری ہوتے ہیں یہ دو قسم کے ہیں۔ یاد رکھئے گا اور دونوں آنسو محبت میں بہہ رہے ہیں۔ دونوں آنسو غم حسینؑ میں بہہ رہے ہیں۔ ایک آنسو امیر مختار پیدا کر رہا ہے امیر مختار نے بھی تو گریہ کیا ابھی میں انشاء اللہ کل سے تفاضیل میں واقعات کے جاؤں گا تو آپ دیکھیں گے کہ جب لایا گیا ہے ابن زیاد کے دربار میں اور امیر مختار کو صرف اس لئے لایا گیا کہ یہ دیکھ لیں کہ ہم نے کیا سلوک کیا اولاد رسولؐ کے ساتھ تو اس نے بھی گریہ کیا اور کرتا رہا، تڑپتا رہا، روتا رہا۔ لیکن ان آنسوؤں نے اس پر یہ اثر کیا۔ ان آنسوؤں نے یہ اثر دکھایا کہ امیر مختار نہ صرف خود بلکہ ہزاروں مومنین کی جماعت تشکیل دینے میں کامیاب ہو گیا اور سُفیانیت پر ایسی ضرب کاری لگائی ہے کہ قیامت تک کے لئے اسے رسوا کر دیا۔ میں ایک جگہ پڑھ رہا تھا بہت مشہور کردار ہے امام غزالی کا اور یہ اشعری فکر سے تعلق رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ جناب ٹھیک ہے واقعہ کربلا ہوا اور بہت برا ہوا لیکن برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ یزید کو کیوں بھئی اس لئے کہ یہ اللہ کی مرضی کہ پتہ نہیں اس کو معاف کر دے تو ہم کیا کرلیں گے خدا کا بندہ ہی تو ہے۔ یہ نظریہ ہے ان کا اس بارے میں کہ لعنت ملامت نہ کرو یزید کو کیونکہ بھئی پتہ نہیں خدا اس کو معاف کر دے۔ لیکن جب مختار کی باری آتی ہے تو مختار کو خوب برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ تو یہ ایک فکر کی بات بتا رہا ہوں کہ مختار نے ایسی ضرب کاری لگائی تھی کہ صدیوں تک یہ بلبلاتے رہے تھے۔ اس بات پر کیونکہ امیر مختار نے ایک ہی

نعرہ لگایا تھا وہ نعرہ یہ تھا کہ جہاں تک امکان ہے ظاہری طور پر جو جو قتل حسینؑ میں شریک تھا میں اس سے انتقام لوں گا۔ اگرچہ کہ یہ انتقام نہیں ہے یہ یاد رکھئے گا یہ پورا انتقام تو نہیں ہے خون حسینؑ کا چند ہزار ان قاتلان حسینؑ کو قتل کر دینا۔ بلکہ اصل انتقام تو آنے والا ہی ان سے لے گا اور ائمہ طاہرین نے بھی اس بات کی تاکید کی لیکن ظاہری طور پر مختار جو کر سکتا تھا وہ سکون کا باعث ہوا اہلبیت علیہم السلام کے لئے واقعہ کربلا کے چھ سال کے بعد یا ساڑھے چھ سال کے بعد ۶۷ ہجری ۹ ربیع الاول میں مختار نے سیدانیوں کے اس غم کو ظاہری طور پر کم کیا۔ اگرچہ ان کا غم تو ساری زندگی رہا اس بات کا سامان فراہم کیا کہ ان کے گھروں میں چولھے جل جائیں وہ اپنے سروں میں تیل ڈال لیں یہ وہ امیر مختار ہے جس نے سکون اور خوشی عطا کی خاندان رسالتؐ کو۔ مختار کہ جس نے جناب سید سجادؑ کو خوشی فراہم کی اس لئے بہت سارے پیچیدہ مسائل ہیں اور کچھ ہمارے محققین اور علماء بھی بعض اوقات گڑ بڑا جاتے ہیں اس معاملے میں کہ جناب مختار کو امام کی تائید نہیں تھی۔ امام کی اجازت نہیں تھی۔ دیکھئے ایسا مسئلہ نہیں ہے جس زمانے میں امیر مختار قیام کر رہا ہے میں نے عرض کیا کہ ہمیں اس ماحول میں ابھی جانا پڑے گا ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ کون سا زمانہ ہے اور امام نے تائید کے لئے کون سا راستہ اختیار کر لیا ہے اور ہمیں پر اب دیکھئے جناب سید الشہداءؑ کی حکمت عملی۔ میں بار باران جملوں کی تکرار کر تا ہوں آپ کے ذہنوں میں یہ محفوظ ہو جائیں۔ عمداً یہ بات کہتا ہوں کہ یزید نے محاصرہ نہیں کیا تھا کربلا میں عمر سعد نے نہیں گھیرا تھا۔ حسینؑ کے لشکر کو بلکہ حسینؑ نے گھیرا تھا۔ یزیدیت کو اور یہ حکمت عملی سید الشہداءؑ کی تھی نہ کہ ابن زیاد کی۔ آپ کے ذہن کی کھڑکیاں ایک ایک کر کے کھلتی چلی جائیں گی۔ کربلا کے واقعے میں زبردست حکمت عملی تھی کیونکہ حسینؑ ایسا انقلاب برپا کرنا چاہ رہا ہے

کہ قیامت تک اس کا جواب نہ آسکے۔ فرق جو دوسرے انقلابوں میں اور کربلا کے انقلاب میں ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ میں بہت سے انقلاب آئے ان کے بعد ایک اور انقلاب آگیا۔ اس سے بڑا ایک اور انقلاب آگیا اور جب نیا انقلاب آتا ہے تو پچھلا انقلاب بس ایک ذکر بن کے تاریخ میں رہ جاتا ہے خود عملی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ ہیں نا۔ یہ دنیا کی تاریخ ہے۔ کوئی بھی انقلاب اٹھا کے دیکھ لیجئے اس سے بڑا انقلاب آیا پہلے والا ختم بس وہ ایک صفحہ تاریخ میں ہو گیا کہ فلاں سن میں فلاں جگہ انقلاب آیا، فلاں سن میں یہ فلاں سن میں یہ۔ لیکن جناب سید الشہداء کی حکمت عملی ہے کہ میں جو انقلاب برپا کروں وہ قیامت تک تروتازہ رہے اور انقلابوں میں لاکھوں افراد مرگئے دس لاکھ مرگئے۔ بیس لاکھ مرگئے ۲۵ لاکھ مرگئے بعض انقلاب ایسے بھی دنیا میں آئے کہ جس میں ۶۰ ۷۰ لاکھ افراد چھ چھ ملین افراد مارے گئے لیکن یہ طے ہے کہ جتنا بڑا انقلاب ہے اتنی بڑی حکمت عملی بھی طے کرنی ہوتی ہے نا اب امام چاہتے ہیں کہ میرا انقلاب قیامت تک زندہ رہے، تروتازہ رہے۔ جب سامنے آئے ہو بالکل تازہ ہو۔ جب ذکر کیا جائے تازہ ہو جائے۔ جب محرم آئے جب ذکر ہو سفیانیت کو وہی ضرب لگے جو کربلا میں میں لگا رہا ہوں تازہ اور آپ دیکھ رہے ہیں وہی ضرب لگتی ہے نا کربلا کا انقلاب ہر سال تازہ بالکل تازہ ضرب لگاتا ہے اور بلبلا اٹھتی ہے سفیانیت تو حکمت عملی بھی ویسی ہی جناب سید الشہداء نے تیار کی تھی آج میری تمہیدی مجلس ہے نا مقدمہ پیش کر رہا ہوں آپ کے سامنے میرا اصول یہ ہی ہے کہ جو عشرہ پڑھو پہلی مجلس مقدمہ ہو۔ کتاب میں مقدمہ ہوتا ہے ناں جس میں خلاصہ ہوتا ہے پوری کتاب کا کہ لوگ مقدمے سے سمجھ جائیں کہ اپنے مطلب کی ہے کہ نہیں کتاب اگر مطلب کی ہو تو پڑھتے ہیں ورنہ رکھ دیتے ہیں کہ بھئی اپنے مطلب کی نہیں ہے تو یہ مقدمہ ہے۔ ہر کتاب کا دستور ہوتا ہے

کہ مقدمہ میں واضح کر دیا جائے کہ کتاب میں کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پڑھنے والا پوری کتاب پڑھ جائے اور اسے بعد میں معلوم ہو کہ یہ کتاب اس کے مطلب کی تھی ہی نہیں۔

اسی طرح میں بھی آج اس عشرہ کی پہلی مجلس میں تمہیدی گفتگو کر رہا ہوں کہ آپ کے ذہن بن جائیں گے کل سے انشاء اللہ تفصیل سے موضوع پر گفتگو کروں گا۔ اب دیکھئے حکمت عملی کربلا میں بچوں کو لانا دوسروں کے لئے قابل اعتراض ہے دوسرے اعتراض کرتے کہ صاحب بچوں کو کیوں لائے۔ یہ تو حسینؑ جانتے ہیں کہ ان کا کتنا بڑا کردار ہے کربلا میں۔ یہ کتنا بڑا فریضہ انجام دیں گے یہ سیدانیاں یہ بچے کیا کام انجام دیں گے یہ تو حسینؑ جانتا ہے کہ کس طریقے سے مشن کو آگے لے کر جانا ہے اب آپ دیکھئے وارث بنا کے مدینے میں چھوڑ دیا ایک بھائی کو محمدؑ ابن حنفیہ کو جبکہ کربلا میں آپ ایک ایک آدمی کو بلا رہے ہیں۔ حبیب ابن مظاہر اکیلے ہیں لیکن بلا لیا ان کو کہ آؤ میری نصرت کرو اپنے بھائی کو مدینے میں چھوڑ دیا اب اس کی حکمت تلاش کرنی چاہئے نا کہ کیوں چھوڑ دیا۔ جناب محمد حنفیہ کو سب کو لے جا رہے ہیں ساتھ خط بھی لکھ رہے ہیں کہ تم آجاؤ۔ جناب حر کا انتظار ہو رہا ہے اور جو اپنا بھائی ہے اتنا طاقتور بھائی کہ آخری عمر میں جو رعشہ تھا جناب محمد حنفیہ کے ہاتھوں میں اسکے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ صفین کے میدان میں امام حسن مجتبیٰ کی زرہ انہیں تنگ کر رہی تھی اور اسے بدن سے اتارنے میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی تو جناب محمد حنفیہ نے ہاتھ ڈال کے اس کو چیر دیا تھا اتنی قوت تھی جناب محمد حنفیہ میں۔ فولادی زرہ کو ہاتھوں سے چیر دیا تھا بند نہیں کھلتے تھے اس کو چیر ڈالا ایسی طاقت تھی۔ اتنا طاقتور شہزادہ کہ جس نے ہر جنگ میں بابا کے ساتھ شرکت کی اور داد شجاعت دی۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ وہ شہزادہ

ہے جناب محمد ابن حنفیہ کہ جنہیں ہر جنگ میں سب سے زیادہ حملے کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ جمل میں صفین میں۔ نہروان میں آپ واقعات یہ سنتے رہتے ہیں کہ ایک دفعہ شہزادے نے اعتراض بھی کیا کہ آپ مجھے حملہ کرنے زیادہ بھیجتے ہیں۔ ان دونوں کو (یعنی حسنین علیہما السلام) نہیں بھیجتے۔ تو مولاؑ نے سینے پہ ہاتھ مار کے کہا تھا کہ یہ تیری ماں کا اثر ہے۔ تو جانتا ہے کہ وہ رسولؐ کی اولاد ہیں۔ ڈرتا ہوں کہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے وہ رسولؐ کی اولاد ہیں تو یہ طاقت کا عالم یہ شجاعت کا عالم تھا۔ جناب محمد ابن حنفیہ کا۔ ان کو نائب بنا کے چھوڑا۔ آپ کہیں گے کہ موضوع ہے آپ کا تاریخ امیر مختار جناب محمد حنفیہ کو کہاں لے آئے۔ عزیزان محترم یہی تو حکمت عملی ہے امام حسینؑ کی کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد امام سجادؑ اس پوزیشن میں نہیں ہوں گے کہ ظاہری طور پر اجازت دے سکیں اور جناب سید سجادؑ نے اپنے چچا محمد حنفیہ کو اپنے امور کا نائب بنایا ہے اب اس ایک کردار کو حسینؑ نے محفوظ کر دیا ہے۔ جناب محمد حنفیہ کو جو مکہ میں قیام پذیر ہیں اور بظاہر بالکل الگ تھلگ کسی سے کوئی تعلق نہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد الگ تھلگ لیکن آپ جانتے ہیں کہ جناب مختار کے قیام میں سب سے بڑا جو کردار ادا کیا وہ بھی علیؑ کے لال محمد حنفیہ نے۔ جسے جناب سید الشہداؑ اپنے ساتھ کربلا نہیں لے کر گئے جبکہ ظاہری طور پر لے کے جانا چاہیئے تھا۔ کچھ افراد کو چھوڑا محفوظ کر دیا کیونکہ جانتے ہیں کہ بعد میں جو حالات پیش آنے والے ہیں ان کرداروں کی ضرورت ہے ان افراد کی ضرورت ہے۔ یہ میرا بھائی ہے میرا خون ہے اور میری نیابت کا فریضہ صحیح معنی میں انجام دے سکتا ہے۔ میں آگے انشاء اللہ تفصیل میں جب جاؤں گا آئندہ مجالس میں آپ کے سامنے آجائے گا کہ کس انداز میں محمد ابن حنفیہ نے اپنے تاریخی فریضے کو انجام دیا اور جناب مختار کے قیام میں مدد کی ان کو

اجازت دی اور زبانی اجازت خود امامؑ سے دلوائی کہ میں ضامن ہوں کہ امام تم سے راضی ہے اور اپنا تحریری اجازت نامہ بھیجا کہ اس تحریر کو دیکھ کے مالک اشتر کا بیٹا ابراہیم بن مالک اشتر کہ جس نے کمانڈ سنبھالی اس طرح کہ جیسے مولائے متقیانؑ کے لشکر کے ساتھ جناب مالک اشتر تھے۔ امیر مختار کے لشکر کا سردار تھا ابراہیم بن مالک اشتر اور اب کچھ لوگ دلیل مانگا کرتے ہیں کہ علیاً ولی اللہ کہاں سے آگیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اس کی دلیل پیش کروں میں انتظار کر رہا تھا کہ کسی دن کوئی ایسا مجمع مل جائے تو میں اس کے سامنے یہ دلیل تاریخی پیش کر دوں بعض لوگوں نے کتابیں بھی لکھیں اس بات پر کہ علیاً ولی اللہ درست نہیں ہے اور یوں بھی سوال کرتے ہیں کہ صاحب اذان تو اپنی جگہ ٹھیک ہے یہ علیاً ولی اللہ کس نے بیچ میں ڈال دیا۔ تو عزیزو آج اس کی دلیل بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں کیونکہ جب تاریخ بیان کروں گا تو میری اس دلیل کا وقت نہیں ہوگا۔ یہ مالک اشتر کے فرزند ابراہیم بن مالک اشتر کا کارنامہ تھا کہ یہ جب حملہ کرنے جاتے تھے۔ قاتلان حسینؑ پر تو لا الہ الا اللہ یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ کہنے کے بعد علیاً ولی اللہ کا نعرہ لگایا کرتے تھے۔ پہلا نعرہ جو تاریخ میں ملتا ہے۔ تاریخی ثبوت جس کا ملتا ہے وہ تاریخی ثبوت ملتا ہے قیام مختار میں کہ جب ان کے لشکر کے سردار ابراہیم بن مالک اشتر نے علیاً ولی اللہ کا نعرہ لگایا حملہ کرتے وقت علیاً ولی اللہ کا نعرہ لگاتے تھے کلمہ پڑھتے وقت پورا علیاً ولی اللہ کہا کرتے تھے اور کسی امام نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور آپ جانتے ہیں میں دلیل عرض کر رہا ہوں آپ کہیں گے کہ اعتراض نہیں کیا تو ہاں بھی تو نہیں کی لیکن یہ بھی سن لیجئے کہ اصول ہے شرعی اصول ہے فقہی اصول ہے، قول معصوم، فعل معصوم، تقریر معصوم تین طرح سے دلیل قائم ہوتی ہے یا معصوم اپنی زبان سے کہہ دے ایک کام دلیل ہو گیا حجت ہو گیا۔ یا

انجام دے دے فعل معصوم ہو گیا اب کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔امام نے ایک کام انجام دیا۔دیکھنے والوں نے اس کی تقلید کی۔تقریر معصوم کیا چیز ہے۔تقریر معصوم یہ کہ امام کے سامنے کسی نے ایک کام انجام دیا اور امام نے اس پر سکوت اختیار کیا۔دوبارہ انجام دیا پھر امام نے سکوت اختیار کیا۔تیسری بار انجام دیا پھر امام نے سکوت اختیار کیا اور امام کے اصحاب میں بھی امام کے حضور میں چاہنے والوں نے کوئی فعل انجام دیا اور امام اس فعل کی نہی بھی نہیں کرتے۔تو یہ تقریر امام یعنی اس فعل پر امام راضی ہے۔فعل صحیح ہے تو چوتھے امام کے زمانے میں یہ علیاً ولی اللہ کا نعرہ شامل ہوا جنگ میں کلمہ میں اور پھر یہ رفتہ رفتہ شیعیان حیدر کرار کی پہچان بن گیا وہ جہاں جاتے تھے اس کو اذان میں اعلان کرتے تھے اسی لئے ہم نہیں کہتے واجب ہے ہم نے کب کہا کہ واجب ہے کسی فقہی کتاب میں نہیں پھر یہ کیوں اور کس کے لئے کہا جاتا ہے یہ کہا جاتا ہے قربتاً الی اللہ کی نیت سے رجاء کی نیت سے اپنی پہچان کرانے کے لئے اسی لئے کسی امام نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔جہاں جہاں شعیان حیدر کرار کی ٹولیاں جاتی تھیں وہاں اپنی پہچان کرانے کے لئے اذان میں اور کلمہ میں یہ کہا اور امام اس پر راضی رہے اور جب امام راضی رہا تو یہ قیامت تک کے لئے ہماری پہچان بن گیا۔عزیزان محترم میں انتظار کر رہا تھا کیونکہ بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں یا علیؑ کے نعرے کے بارے میں تو مجھے خدا نے توفیق دی اور یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پہلی بار جو یہ نعرہ لگانے والا شخص تھا وہ تھا ابراہیم بن مالک اشتر کہ جب حملہ کرتا تھا قاتلان حسینؑ پر تو علیاً ولی اللہ کے ساتھ یا علی ادرکنی یعنی اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس کے ولایت کے ماننے والے اس کے پیروکار اس کے شیعہ اس کے چاہنے والے اس کے محبت کرنے والے ہیں اور امام اس پر سب امام اس پر راضی رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی امام

نے اسے منع نہیں کیا۔ایک واقعہ کہ ایران اور عراق کی فتح کا بڑا چرچہ کیا جاتا ہے۔یہ وہ اشارے ہیں جو میں دینا چاہتا ہوں آپ کی خدمت میں ایران اور عراق، ایران اور عراق فتح کیا فلاں کے زمانے میں، فلاں صاحب نے ۱۳، ۱۴ ہجری کا زمانہ ہے کہ جب ایران اور عراق فتح کیے گئے۔۱۲ ہجری میں کچھ علاقے ۱۳ ہجری میں کچھ علاقے اور ۱۴ ہجری میں پورا ایران و عراق۔کیا آپ جانتے ہیں کہ ان فتوحات میں کس کا ہاتھ ہے؟ اس لشکر کا پہلا سالار کون ہے؟ کہ جب کوئی راضی نہیں ہوتا تھا وہاں جانے پر جب پوران دخت جو وقتی طور پر ایران کا یعنی فارس کی حکومت جو کہلاتی تھی فارس کا سربراہ بنا تھا اتنے وقت کے لئے کہ جب تک اصل بادشاہ بڑا نہ ہو جائے پوران دخت یا پوران دخت جو بھی تلفظ صحیح ہو۔اس نے جب یہ دیکھا تھا کہ مسلمان آہستہ آہستہ ایک ایک ٹکڑا ٹکڑا کر کے علاقوں کو لیتے جا رہے ہیں تو پھر اس نے رستم کو جو اس زمانے کا سب سے بڑا پہلوان سمجھا جاتا تھا اور جس کا افسانوی کردار بھی ہے۔اسے شجاعت اور بہادری کی وجہ سے فارس کی سپاہ کا سالار بنا دیا تھا اور اس کو سارا انتظام سونپ دیا تھا۔رستم نے اپنی سپاہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے حملے شروع کئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔کیونکہ یہ علاقے اسلامی مرکز سے بہت دور تھے اور مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور پھر رستم کی دھاک بھی ایسی بیٹھی تھی کہ خلیفہ محترم کے ہزار اعلان کے باوجود ان علاقوں میں جہاد کی سالاری کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا تھا تو جو پہلا شخص ایران اور عراق کے سرحدی علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوا اور جس نے اعلان کیا تھا کہ میں اس کام کے لئے آمادہ ہوں مجھے لشکر دو میں جاؤں گا وہ امیر مختار کے والد جناب ابو عبیدہ ثقفی تھے پہلا شخص جس نے ایران پر حملہ کیا اور وہیں محاذ پر ہی شہید ہو گیا۔ہاتھی کے پیروں تلے آکر وہ ابو عبیدہ ثقفی تھے کیونکہ پہلی مرتبہ ہاتھیوں سے مقابلہ ہوا تھا

کسی محاذ پر اس سے پہلے کبھی مسلمان کو ہاتھیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو جب بھگدڑ مچی ہے تو یہ اپنے گھوڑے سے اترے اور انہوں نے کئی ہاتھیوں کے پیر اپنی تلوار سے کاٹ دیئے اور پھر آخر ایک ہاتھی کے پیر کے نیچے آ کے کچلے گئے شہید ہوئے اور امیر مختار تیرہ سال کا اس جنگ میں موجود ہے تیرہ سال کی عمر یہ بچہ اتنا بہادر تھا کہ ایران کی جنگ میں شریک ہوا۔ ان کے چچا سعد بھی اس جنگ میں شریک تھے تو ایران و عراق کی فتوحات میں اس خاندان کا سب سے بڑا حصہ تھا۔ یہ پہلا سالار تھا ابو عبیدہ ثقفی کہ جس نے ایران و عراق کی فتوحات میں حصہ لیا۔ اس کے بعد ان کے بھائی سعد ثقفی اس لشکر کے سالار بنے اور امیر مختار اس دوران ہر جنگ میں حصہ لیتے رہے اور تاریخی ثبوت اس بات کا یہ ہے کہ جب ایران و عراق فتح ہو گیا تو انعام کے طور پر خلیفۂ ثانی نے ابو عبیدہ ثقفی جو شہید ہو چکے تھے ان کے بھائی سعد کو جو لشکر کے سالار تھے مدائن کی گورنری دی تھی یہ کہہ کر کہ ان عظیم فتوحات کے صلے میں آپ کو مدائن کا والی مقرر کیا جاتا ہے۔

تو اب جو یہ چرچہ کیا جاتا ہے کہ فلاں کے دور میں ایران فتح ہوا یا فلاں نے فتح کیا تو یہ کسی اور کی فتوحات نہیں ہیں یہ انہیں علیؑ کے غلاموں کی فتوحات کا سلسلہ تھا جو علی کی شاگردی میں رہے تھے ہر تاریخ میں یہ نام موجود ہیں۔ مورخین نے نام تو بتا دیئے یہ تو لکھ دیا مورخ نے کہ کون سالار تھا مگر یہ نہیں لکھا کہ اس کا تعلق اہلبیت سے کتنا ہے یہ نہیں لکھا کہ ابو عبیدہ ثقفی کتنا بڑا محب اہلبیت تھا یہ نہیں لکھا کہ مختار اسی کا بیٹا تھا تو اس لئے یہ نام میں نے بتا دیئے چاہے آپ ابن خلدون اٹھا کے پڑھیں گے تو یہ ہی ہے، طبری پڑھیں گے تو یہ ہی ہے، ابو الفدا پڑھیں گے تو یہی ملے گا آپ کو۔ ہم اپنی تاریخ کا تو خیر ذکر ہی نہیں کرتے ان میں بھی آپ کو یہی ملے گا انعام کے طور پر مدائن کی گورنری دی گئی اور ۱۳ سال کا امیر مختار جس نے ضد کر کے اس جنگ میں حصہ لیا۔ یکم

ہجری میں ولادت ہوتی ہے ان کی اور بعض میں لکھا ہے مورخین نے مسخ کرنے کے لئے واقعات کو کہ ۹ ہجری میں ولادت ہوئی نہ انہوں نے رسولؐ کو دیکھا اور نہ ہی ان کو رسولؐ کی صحبت ملی۔ اچھا اور پھر وہی مورخ کہیں بھولے سے یہ بھی لکھ جاتے ہیں کہ ۱۳ ہجری میں جنگ میں بھی شریک تھے تو بھئی یہ چار سال کا بچہ کہاں پہنچ گیا وہ جنگ کرنے کے لئے۔ جنگ میں بھی ذکر کریں گے اور بعض جگہ مسخ کرنے کے لئے مشکوک کرنے کے لئے یہ بھی لکھیں گے کہ ۹ ہجری میں ولادت ہوئی تو بھئی جب ۹ ہجری میں ولادت ہوتی تو ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ہجری میں جنگ میں کہاں سے پہنچ گئے۔ امیر مختار اچھا تو عقل کہتی ہے کہ ایک ہجری والی روایت جو ہماری طرف سے نقل کی گئی ہے وہ بالکل درست اس لئے کہ ہاں یہ قرین قیاس ہے کہ تیرہ سال کا بچہ اپنی تربیت کی بنا پر اپنے باپ دادا کی شجاعت کی بنا پر جنگ میں جانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ بنی ھوازن کی ایک شاخ ہے بنی ثقیف، ثقیف ان کے جد کا نام ہے جو بہت ہی دلیر تھے اور عربوں میں یہ دستور تھا کہ جس قبیلے میں جو شخص بہت زیادہ بہادر ہوتا یا کوئی بھی نمایاں کارنامہ انجام دیتا تھا آنے والی اولاد اسی کے نام سے چلتی تھی مثلاً قریش پھر اس کے بعد ان کی تقسیم ہوتی چلی گئی۔ بنی فلاں بنی فلاں بنی ہاشم، بنی امیہ پھر بنی عبدالمطلب پھر بنی عباس بھی ایک معروف نام تھا۔ اسی طرح بنی ھوازن میں جو ایک شخص گزرا ثقیف جو بہت زیادہ دلیر تھا تو ان کے بعد ان کی اولاد کہلائی ثقفی تو یہ ابو عبید ثقفی جو ایران کی جنگ میں شہید ہوئے ان کا بیٹا ہے امیر مختار۔ جن کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسولؐ کی دعا تھی اس بچے کے لئے ابو عبیدہ تیرا بیٹا میری اولاد کے قاتلوں سے انتقام لے گا اور دوسری روایت بہت سے لوگوں نے نقل کی مولائے متقیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام مدینے کی کسی گلی سے گزر رہے ہیں جہاں بہت سارے بچے کھیل رہے تھے

انہیں میں مختار جن کی زلفیں بڑی بڑی ۵،۶ سال کا سن ہے آپ آگے بڑھے بے اختیار ہو کر اور مختار کو اپنے زانو پر بٹھایا اور اس کے بازؤں کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ کبھی سینے کا بوسہ لیتے ہیں کبھی سر کا بوسہ لیتے ہیں کبھی بازؤں کا بوسہ لیتے ہیں کبھی ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہیں۔ حیران ہیں حذیفہ یمانی ساتھ ہیں۔ جناب سلمان فارسی ساتھ ہیں حیران ہوتے ہیں کہ اے ابن ابی طالب آپ اس بچے کو اس طرح کیوں پیار کر رہے ہیں کوئی ایسی خاص بات ہے جو آنکھوں میں اشک ہیں مولا اشک بھری آنکھوں سے فرما رہے ہیں کہ اے مختار وہ دن کب آئے گا جب تو ہمارے بچوں کے قاتلوں سے انتقام لے گا ان ہاتھوں سے۔ میں دیکھ رہا ہوں اپنی آنکھوں سے کہ تو حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لے رہا ہے اور ہاتھوں کا بوسہ لیا پھر جو ساتھ تھے ان کو بتایا کہ یہ وہ بچہ ہے کہ جو حسینؑ کے قاتلوں کو چن چن کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرے گا جس جس نے جو ظلم کیا ہو گا اس کو اسی طرح کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ عزادارانِ حسینؑ میں نے آج کی تمہیدی مجلس کا مقدمہ ختم کر دیا لیکن یہ بھی کوشش کروں گا کہ روزانہ مصائب میں بھی مختار کا تھوڑا تھوڑا تذکرہ ہمارے ساتھ ساتھ رہے اور میں نے آپ سے ابھی ایک جملہ کہا کہ جیسے جس طرح ظلم کیا ہو گا مختار اس کو اسی انداز میں کیفر کردار تک پہنچائے گا بس میرا دل چاہتا ہے کہ ابھی تازہ تازہ ہے درد ابھی آپ نے دو روز قبل شام غریباں گزاری ہے۔ عاشورہ گزارہ ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ مصائب کا تسلسل ٹوٹ جائے اگرچہ میں کوفہ کے بھی مصائب پڑھوں گا شام کے مصائب بھی پڑھوں گا لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ پہلا دن آج کی یہ مجلس آج کے مصائب بھی میں مختار کے نام کرتا ہوں اور میں نے مصائب کے لئے انتخاب کیا ہے بہت سوچا بہت سوچا ہے مجھے ایک ہی کردار ایسا نظر آیا۔ ایک ملعون کا کہ جس نے جب اتنا بڑا ظلم بیان کیا ہے کہ مختار تین بار اپنے تخت

سے گرا تھا غش کھا کر آپ سمجھ گئے کہ وہ کون ملعون ہے اور وہ ملعون ہے حرملہ عزادارو! منہال کی روایت ہے کئی جگہ یہ روایت ملتی ہے مصائب کی کہ جب مختار نے قیام کیا تھا اور منہال یہ خبر لے کے امام سجادؑ کی خدمت میں پہنچا تھا مدینے اور مولا کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مولا مختار نے جہاد کا آغاز کر دیا ہے اور چن چن کے قاتلان حسینؑ کو اپنے انجام تک پہنچا رہا ہے تو بے اختیار امامؑ کی زبان سے نکلا تھا کہ بتا حرملہ اپنے انجام کو پہنچا کہ نہیں۔ منہال کہتا ہے کہ امامؑ کی یہ بات میرے ذہن میں رہ گئی یاد رہ گئی اور اس کے بعد کوفے پہنچا تو جب معلوم ہوا مختار کو میرے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے مجھے بلایا مجھے عزت و احترام سے اپنے پاس بٹھایا اور میں نے اسے بتایا کہ امام بہت خوش ہے تو عزیزو اب بھی امامؑ کی رضامندی چاہیئے تاریخ کہہ رہی ہے کہ امامؑ فرما رہے ہیں کہ حرملہ انجام کو پہنچا کہ نہیں پہنچا لیکن جو میں نے بتایا کہ ائمہ کی حکمت عملی حالات اجازت نہیں دیتے کہ تاریخ میں وہ اجازت نامہ ضبط ہو یا معلوم ہو لہٰذا اس حکمت عملی سے کام لیا کہ محمد حنفیہ کے ذریعے سے یوں جناب مختار کا قیام عمل میں آتا ہے جس کی تفصیل آنے والے دنوں میں اب منہال کہتا ہے کہ میں بیٹھا تھا میں نے مبارک باد دی مختار کو ابھی میں گفتگو کر ہی رہا تھا کہ شور ہو گیا کہ حُرملہ گرفتار کر لیا گیا ہے اور اس کی مشکیں کس کے لایا جا رہا ہے اور جب دربار میں لایا جا رہا تھا تو میں نے کہا مختار تجھے مبارک ہو مختار کہتے ہیں کہ منہال آپ کس بات کی مجھے مبارک باد دے رہے ہیں منہال روایت نقل کرتا ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور جب میں نے بتایا کہ تو نے قیام کیا ہے تو امامؑ نے بے ساختہ پوچھا تھا کہ حرملہ پکڑا گیا کہ نہیں، حرملہ اپنے انجام کو پہنچا کہ نہیں آج تیرے مولا کی آرزو پوری ہو گئی مختار نے یہ سنا تو کہتے ہیں کہ اس کو لاؤ میرے سامنے رسیوں سے بندھا ہوا حُرملہ جب سامنے لایا گیا تو امیر مختار کہتے ہیں کہ تو نے کربلا میں

ایسا کون سا ظلم کیا تھا ایسا کون سا غضب ڈھایا تھا کہ میرا مظلوم امام آروز کر رہا ہے
تیرے انجام تک پہنچنے کی تو حرملہ کہتا ہے کہ امیر مجھے معاف رکھ تو سن نہ پائے گا مختار
تازیانے برسانے کا حکم دیتا ہے کہ اس پر تازیانے برساؤ۔ حرملہ چیختا ہے کہ تازیانے
رکواؤ میں بتاتا ہوں۔ عزادارانِ حسینؑ حرملہ کہتا ہے کہ جب مجھے عمر سعد کا حکم پہنچا کہ
ہتھیار بند کربلا پہنچ جاؤں تو میں ۶ تیر لے کے چلا تھا تین وار تو میرے خالی گئے تین
تیروں نے بڑا کام دکھایا تھا پہلا تیر میں نے اس وقت چلایا تھا کہ جب علمدار حسینؑ رکتا
نہیں تھا بازو تو قلم ہو چکے تھے لیکن مشکیزہ میں پانی باقی تھا گھوڑے کو ایڑھ دیتا جاتا تھا
علیؑ کا لال اور آگے بڑھتا جاتا تھا اتنے میں عمر سعد نے مجھے آواز دی دیکھو حرملہ مشکیزہ میں
پانی سلامت ہے کوئی طاقت عباسؑ کو روک نہیں سکتی۔ ایسا کام کر کہ مشکیزہ کا پانی
بہہ جائے حرملہ کہتا ہے کہ بس میں طواف کر رہا تھا عباسؑ کے چاروں طرف لیکن اس
طرح چھایا تھا عباسؑ مشکیزہ پر کہ کوئی جگہ مجھے خالی نظر نہیں آتی تھی کہ میں کہاں سے
مشکیزہ کو نشانہ بناؤں کہ بس مجھے ایک پہلو خالی نظر آیا میں بالکل نزدیک پہنچا اور
نزدیک پہنچنے کے بعد جو میں نے تیر مارا تو تیر مشکیزے کو چھیدتا ہوا علمدارؑ کی پسلیوں
میں پیوست ہو گیا اور بس اس کے بعد عباسؑ کی ہمت ٹوٹ گئی اب جو میں نے سنا تو اتنا
کہ عباسؑ اپنے راہوار سے کہہ رہے تھے کہ میرے رہوار بس اب واپس چل اب
واپس چل اب تو میرے بازو بھی نہیں کہ میں دوبارہ پانی کی کوشش کر لوں۔
عزادارانِ حسینؑ مختار نے اپنا سر و سینہ پیٹا۔ گر پڑا تخت سے پھر اٹھا اپنے حواس
بحال کئے بتا دوسرے تیر نے کیا قیامت ڈھائی تھی۔ حرملہ کہتا ہے امیر مجھے معاف کر
دے تو جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتا ہے وہ کر ڈال اور مجھے قتل کر دے لیکن مجھ
سے میرے تیروں کا حال نہ سن میرے ظلم کا حال نہ سن تو سن نہیں پائے گا۔ امیر مختار

پھر کہتا ہے کہ اس کو تازیانے مارو کھال اتارو اس کی پھر یہ کہتا ہے کہ سن امیر دوسرا تیر
میں نے اس وقت چلایا جب لشکر شام پسپا ہو چکا تھا۔ جب کوفے کا لشکر پسپا ہو چکا تھا
اور حسینؑ کے چند ماہ کے بچے نے شکست دے دی تھی شامیوں کو۔ کوفے کے لشکر
کو۔ تو عمر سعد نے مجھے آواز دی تھی کہ دیکھ غضب ہو گیا۔ غضب ہو گیا دیکھ حسینؑ کے
ششماہے نے بدل کے رکھ دیا میدان کے نقشے کو۔ ایسا کام کر کہ حسینؑ کا کلام قطع ہو
جائے۔ حرملہ کہتا ہے کہ بس میں نے تیر سہ شعبہ زہر میں بجھا ہوا اپنی کمان میں جوڑا
اور گردن علی اصغر کا نشانہ لیا عزادارانِ حسینؑ دو جملے آپ کی خدمت میں عرض کر دوں
اتنا آسان نہیں ہے علی اصغر کی گردن پر تیر کا لگ جانا تاریخ کی بات کر رہا ہوں۔ تاریخ
میں اتنا آسان واقعہ نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ عزیز نے جو عالم دین اور ذاکر حسینؑ
بھی ہیں ایک اپنا واقعہ سنایا تھا کہ وہ ایک دفعہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے تو ایک ہندو
نے جسے آپ کہہ لیجئے پنڈت جس سے بات ہو رہی تھی واقعہ کربلا پر تو اس نے کہا کہ
کون سی ایسی بات ہوئی ایسا ظلم ہوا جو انوکھا تھا تو جب اور کچھ سمجھ میں نہ آیا تو انہوں
نے جناب علی اصغر کا واقعہ سنانا شروع کیا اور کہتے ہیں کہ میں جب یہاں تک پہنچا کہ
حرملہ نے تیر سہ شعبہ کمان میں جوڑا اور ۶ مہینے کے بچے کی گردن کی طرف پھینکا تو
پنڈت گھبرا کر کہتا ہے کہ اب اس سے آگے کا حال بیان نہ کرنا اب اس سے آگے مت
بیان کرنا کہ کیا ہوا تو اس تیر کا حال جب حرملہ نے سنایا تو بس غش کھا کر گر پڑا امیر
مختار تخت سے۔ اور کہا ملعون تجھے حسینؑ کے چند ماہ کے بچے پر رحم نہ آیا تمہاری اس سے
تو جنگ نہ تھی تم اس سے تو بیعت نہیں چاہتے تھے۔ مختار کہتے ہیں تیسرے تیر کا حال سنا
عزادارانِ حسینؑ! حرملہ کہتا ہے کہ بس تیسرے تیر کے لئے مجھے چھوڑ دے مختار پھر حکم
دیتے ہیں کہ اس پر تازیانے برساؤ کھال اتارو کچھ کھال جسم سے اتری تھی کہ چلا کر کہتا

ہے کہ سن امیر تیسرا تیر میں نے اس وقت چلایا جب زہرا کا لال اپنی سواری پر ڈگمگا رہا تھا سیکڑوں تیر اس کے بدن میں پیوست تھے۔ کوئی برچھی مارتا تھا۔ کوئی تلوار مارتا تھا عمر سعد نے مجھے ایک بار پھر طلب کیا حرملہ ایسا تیر چلا کہ حسینؑ اپنی سواری سے نیچے گر پڑے ایسا وار کر کہ حسینؑ کا خاتمہ ہو جائے۔ میں نے تیر کمان میں جوڑا اور جب سامنے کی طرف آیا تو مجھے کوئی جگہ ہی نہیں ملتی تھی سارا بدن تیروں سے چھلنی تھا بس ایک سجدے کی جگہ پیشانی مجھے خالی نظر آئی اب جو میں نے سامنے سے آکر حسینؑ کی پیشانی پر تیر لگایا تو اب علیؑ کے لال سے ٹھہرا نہ گیا ذوالجناح پر۔ علیؑ کا لال راہوار سے نیچے آیا۔ عزادارانِ حسینؑ تسکین نہیں ہوگی میری بھی اگر یہ آخری جملہ نہ ادا کردوں کہ عزادارو! روایت کہتی ہیں کہ یہ جسم نازنین زمین پر نہ لگ پایا زمین پر اس لئے نہ لگ پایا کہ تیروں پر معلق تھا رے میں کہتا ہوں کہ نہیں زمین پر نہ لگنے کی وجہ اور بھی تو ہو سکتی ہے۔ ذرا اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھو جب حسینؑ ذوالجناح سے نیچے گر رہا ہے تو کوئی بی بی گود پھیلائے بیٹھی ہے میرے لال آ تجھے آج ہی کے دن کے لئے چکیاں پیس کر پالا تھا۔

"الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب آیتہ ۲۳)

عزیزان محترم کل تمہیدی مجلس میں ہم نے کچھ باتیں کی تھیں اب آج تفصیل سے بات کو آگے بڑھائیں گے آج جو دو باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا ہیں وہ ایک مکمل تعارف جناب امیر مختار کا۔ مکمل تعارف کا حق تو خیر نہیں ادا ہو سکتا لیکن ایک خاکہ آپ کے سامنے ان کی شخصیت کا آجائے اور ایک کوفہ کا تعارف۔ کہ کوفہ کیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ کوفہ کی اصطلاح بھی مشہور ہے کہ الکوفی لایوفی۔ کوفی سے وفا نہیں لیکن میں آج یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی وفاداری کوفے والوں نے اہلبیت کے ساتھ دکھائی اتنی اور کہیں والوں نے دکھائی بھی نہیں۔ تاریخ میں اہلبیت کے ساتھ اپنی وفاداری کا جا بجا کوفیوں نے ثبوت دیا لیکن ان کی ایک خیانت ایک جگہ بزدلی ان کی ساری وفاداریوں پر پانی پھیر گئی ہوتا ہے ناں کہ انساں بہت سارے اچھے کام کرتا چلا جاتا ہے کرتا چلا جاتا ہے ایک کام ایسا کرتا ہے کہ جو سارے کاموں پر پانی پھیر دیتا ہے تو کوفیوں نے جو کربلا میں خیانت کی امامؑ کے ساتھ اگرچہ کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ کربلا میں جو اکثریت شہید ہوئی ہے انصار کی خانوادۂ اہلبیت کو علیحدہ کر کے جو شہید ہوئے ہیں اعوان وانصار۔ ان میں بھی اکثریت کوفیوں ہی کی تھی۔ اور بدلہ لینے والوں میں جو قیام کیا وہ بھی کوفی۔ جناب سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے انصار اور ساتھی بھی کوفی ہیں اور جنہوں نے دوبارہ قیام کیا۔ جناب امیر مختار کے ساتھ

ان کی بھی جو اکثریت ہے وہ بھی کوفی تھے مگر ایک کام نے ان کے کیا کیا اسے کہتے ہیں کہ اماموں کے ساتھ اور انبیاء کے ساتھ جب خیانت کرتا ہے کوئی تو سب کے لئے مصیبت کر جاتا ہے حالانکہ وہ وفادار ہیں وہ جنتی ہیں وہ بہشتی ہیں کہ جنہوں نے قیام کیا وفاداری کی۔ لیکن ایک کام ان کے شہر کے بعض لوگوں سے ہوا کہ اس کی وجہ سے سارے کام پر وفاداریوں پر جانثاریوں پر سب پر ایک داغ رہ گیا اور وہ پیچھے چلی گئیں اور یہ اصطلاح قیامت تک کے لئے مشہور ہو گئی کہ کوفیوں سے وفا نہیں۔آپ بھی اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ فلاں جگہ کے لوگ کوفی ہیں فلاں جگہ کے لوگ کوفی ہیں فلاں محلے کے کوفی ہیں یہ اور بات ہے کہ ہر محلے والا دوسرے محلے والے کو کوفی کہہ کر حساب برابر کر دیا کرتا ہے تو اس سے پتا چلتا ہے کہ تھوڑا بہت اثر ہر جگہ ہے کیونکہ یہ ہے فطرت یہ فطرت انسانی اس میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے یہ فطرت انسانی ہے۔ ہر جگہ انسان جب اپنے مفادات کو منافع کو خطرے میں خطرات میں دیکھتا ہے تو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر میدان میں نکل آتے ہیں اپنے قول کو سچا کرتے ہیں اسی لئے کہا کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب آیۃ ۲۳)

(ترجمہ) "مومنین میں بھی کچھ لوگ ایسے مرد ہیں کہ جو خدا سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں "صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ" تمام نہیں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو خدا سے کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھاتے ہیں کچھ ان میں سے گزر گئے کچھ باقی ہیں اور اسی فطرت پہ سارا سلسلہ چل رہا ہے اس میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے۔آپ کی خدمت میں میں نے عرض کیا تھا کہ سن ایک ہجری میں ولادت ہوئی جناب مختار کی

اور جناب ابو عبیدہ ابن مسعود ثقفی جو والد ہیں آپ کے۔جناب رسول خداؐ نے بشارت دی اور جناب مختار کا ذکر کیا کہ اے ابو عبیدہ تجھے اس بیٹے کی بشارت دیتا ہوں کہ جو میرے فرزند کے قاتلوں سے بدلہ لے گا انتقام لے گا تیرے اس بچے کی تجھے مبارکباد دیتا ہوں اور پھر ائمہ طاہرینؑ نے جس طرح سے ان کا ذکر کیا ہر امامؑ نے آپ کو دعا دی پہلے تو اس غلط فہمی کو دور کر دیا جائے جو جناب مختار کے بارے میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ جناب امیر مختار پر جہاں بہت ساری تاریخوں نے الزام لگائے وہاں کچھ ہمارے بھی اہل علم ایسے ہیں ہیں جنہوں نے اعتراض کیا کہ اقتدار کی خاطر اور حکومت کی خاطر جناب مختار نے اس راستے کو اپنایا یا بعض دوسروں نے یہ اعتراض کر کے کہا کہ مختار نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا کیونکہ جناب مختار بعض واقعات کی اطلاع پہلے سے دے دیا کرتے تھے اسی بناء پر مخالفین نے آپ پر مشرک ہونے کا الزام لگا دیا تھا اور کہا کہ مختار خدائی کا یا رسالت کا دعویدار ہے۔اور اس نے صرف اقتدار کی خاطر یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا جبکہ یہ پہلے سے طے تھا اور مختار کے علم میں یہ واقعات معصومینؑ ہی کے ذریعے آئے تھے۔ مولائے کائناتؑ کا دعا دینا شانوں پر بٹھانا ایک مقصد کے لئے مختار آیا تھا اس دنیا میں اس نے اس مقصد کو پورا کیا اور چلا گیا اور مختار ہمیشہ اس مقصد کا ہی ذکر کرتا تھا اور اس کا ثبوت ابن زیاد کے زندان میں جب امیر مختار قید ہیں تب جناب میثم تمار سے ملاقات ہوئی وہ بھی قید میں تھے۔ مختار سے ملاقات ہوئی تو میثم تمار گلے لگ کے مبارکباد دیتے ہیں امیر مختار کو کہ مبارک ہو میں نے سنا ہے اپنے مولا سے کہ تو یہ جس زمانے میں تو قید میں ہے کہ جلد ہی رہا ہو گا اور تو فرزند رسولؐ کے قاتلوں سے انتقام لے گا اور جناب مختار، جناب میثم تمار کو یہ بتاتے ہیں کہ میثم تجھے بھی یہ خبر دیتا ہوں کہ تو بھی مولا ہی کی فضیلتیں اہلبیت کی ہی فضیلتیں بیان کرتا ہوا مارا جائے گا۔ تیرے

اعضاء قطع کئے جائیں گے۔ تیری زبان کو قطع کیا جائے گا تو عزیزان محترم یہ کوئی علم غیب نہیں تھا، یہ وحی نہیں تھی، یہ الہام نہیں تھا بلکہ جن گودوں میں انہوں نے پرورش پائی تھی یہ ان کا دیا ہوا علم تھا اور آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ مختار جناب محمد حنفیہ کے خاص شاگرد تھے اگرچہ کہ عمر میں بڑے تھے جناب محمد حنفیہ سے جناب امیر مختار لیکن تاریخوں میں ہے کہ کسب فیض انہیں سے کیا۔

جناب مختار خصوصی درس لیا کرتے تھے۔ محمد حنفیہ سے۔ جناب امیر مختار خاص شاگرد تھے۔ اسی لئے قیام کرنے میں جو سب سے زیادہ مدد کی ہے اور امام کی اجازت دلوانے میں کردار ادا کیا ہے وہ جناب محمد حنفیہ کا ہاتھ تھا اگرچہ کہ عمر میں چھوٹے ہیں آپ امیر مختار سے لیکن امیر مختار شاگرد ہیں محمد حنفیہ کے اور جناب محمد حنفیہ کس کے شاگرد ہیں یہ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں مجھے۔ میں نے والد کا تعارف کرایا تھا گزشتہ مجلس میں اور ۱۷ ہجری میں خلیفہ ثانی نے پہلے امیر مختار کو مدائن کا گورنر بنایا۔ ان خدمات کے اعتراف کی بنیاد پر جو ان کے والد ماجد ابو عبیدہ ابن مسعود ثقفی نے عراق وایران کے محاذ پر انجام دی اور عراق کی جنگ میں شہید ہوئے تھے لیکن یہ کمسن تھے اس لئے خود مختار نے سفارش کی تھی کہ میرے چچا سعد ابن مسعود ثقفی کو یہ عہدہ دے دیا جائے اس وقت سے مدائن کی گورنری ان کے پاس تھی ثالث کے زمانے میں ان کے پاس مولائے کائنات کے زمانے میں ان کے پاس شہزادۂ امام مجتبیٰ کے زمانے میں ان کے پاس میں امیر شام نے اتنا کام کیا کہ ہٹا تو نہیں سکتا تھا علاقہ بدل دیا۔ اب اس سے اندازہ کریجیے کہ معاویہ نے ایک بھی عمال کو زندہ نہیں چھوڑا مولائے کائنات کے جو زندہ بچ گئے ان کے مسائل دوسرے تھے وہ وجوہات دوسری تھیں لیکن اول تو کسی کو عہدے پر رکھا ہی نہیں کچھ کو شہید کرا دیا، کچھ کو عہدوں سے ہٹا دیا تھا، کچھ کو معذور

کرا دیا زندانوں میں ڈلوا دیا اور کچھ کو بعض وجوہات کی بنا پر چھوڑ دیا لیکن جناب مختار کے خاندان کے اثر و نفوذ کا یہ عالم تھا کہ اس کی جرات نہیں ہوئی کہ ان کو ہٹا دے بس اتنا کیا کہ اس نے مدائن سے ہٹا کے موصل کا گورنر سعد ابن مسعود ثقفی کو بنا دیا اور چودہ ہجری میں یہ کوفے کے قریب حیرہ ایک جگہ ہے جہاں منتقل ہو گئے۔ جناب امیر مختار اپنے چچا کے ساتھ اور تھوڑا سا کوفے کے بارے میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کوفہ کوئی قدیم شہر نہیں تھا اس وقت ۱۷ ہجری میں اس کی بنیاد پڑی اس کی تاریخ تھوڑی سی سمجھ لینا ضروری ہے اس کے مزاج کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہماری سمجھ میں آجائے گا کہ کوفہ ایک فوجی مزاج کا شہر تھا وہاں کے کوئی قدیمی باشندے نہیں تھے ادھر کے آئے ہوئے ادھر کے آئے ہوئے یہاں کے فوجی وہاں کے فوجی اور یہ سب جمع تھے کوفے میں۔ کوفے کی بنیاد ڈالی تھی سعد ابن ابی وقاص نے ۱۷ ہجری میں یہ ایسی جگہ تھی کہ مجبوری تھی کہ یہاں فوج کو رکھا جائے جنگیں چل رہی تھیں۔ ابتدائی دور تھا اسلامی سرحدوں پر ایران کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں عراق کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں تو کوفہ حیرہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا بلکہ اب بھی ہے، خیر اب تو مل گئی ہیں دونوں جگہیں۔ یہ جگہ تھی خالی بالکل بیابان فرات اس کا کنارہ تھا۔ دریائے فرات جس کو آپ نہر فرات کہتے ہیں اس کے ساتھ تھا۔ یہاں پر سعد ابی وقاص نے ایک لاکھ جھونپڑیاں ڈالی تھیں چھپر جس کو کہتے ہیں ایک لاکھ سپاہیوں کو وہاں آباد کیا اور شہر کی بنیاد ڈالی اس کا کوفہ نام اس لئے رکھا کہ کوفہ یا کوفان بھی اس کو پہلے کہا جاتا تھا تو کوفہ سے نکلا اجتماع کی جگہ وہاں اجتماع کیا لوگوں نے اس کا نام پڑ گیا کوفہ یہ وجود میں آیا۔ ۱۷ ہجری میں اس سے پہلے یہ شہر تھا ہی نہیں اور وہ بھی ایک وقتی طور پر ایک کیمپ تھا اور بعض جگہ لکھا ہے کہ کوفہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں ریت کے ساتھ ساتھ پتھر بھی

ہوتے تھے کنکریاں بھی اس لئے اس کو کوفہ کہاجانے لگا پھر یہاں پر کوئی سیلاب وغیرہ
آیا تباہی مچی بارش آئی سب تباہ وبرباد ہوگیا۔ بارش کی وجہ سے تو پھر پکے مکانات کی
بنیاد پڑی یا آتش زنی کا واقعہ ہوگیا تھا جس سے سارے چھپر جل گئے اور پکے مکانات
بنانے کا حکم دیا گیا پکی چھاؤنی بن گئی تو حقیقت میں کوفہ کیا تھا کوفہ ایک فوجی چھاؤنی
تھی۔ ایک فوجی کیمپ تھا جس کی بنیاد ڈالی تھی سعد ابن ابی وقاص نے اور مولائے
کائناتؑ نے اس کو پائے تخت کیوں قرار دیا۔ جب جمل کا فتنہ اٹھایا گیا اور جمل کا فتنہ
کہاں سے اٹھا تھا اٹھا تو مکے سے تھا لیکن پہنچا تھا بصرے میں کیونکہ بصرے میں حامی بہت
بڑی تعداد میں پیدا ہوگئے تھے ان کے۔ لہٰذا مولائے کائناتؑ کو بصرے جانا پڑا۔
اشارے کر رہا ہوں زیادہ تفصیل سے نہیں بیان کر رہا کہ یہ واقعات آپ سارا سال
سنتے رہتے ہیں جمل اور صفین کے حالات مسلسل بیان کئے جاتے ہیں اور اس وقت
میرا موضوع بھی تقاضا نہیں کرتا کہ میں آپ کا قیمتی وقت دوسرے موضوعات کی نظر
کردوں۔ تو جب بصرے میں اونٹنی والوں نے قبضہ کیا اور مولاؑ کے والی عثمان بن
حنیف پر سخت تشدد کیا اور بہت سے مومنین کو شہید کرنے کے بعد بصرے میں ڈیرہ
ڈال لیا اونٹنی والوں نے اور پورا لشکر ان کا بصرے میں براجمان ہوگیا تو مولائے
کائنات نے کوفے بھیجا سب سے پہلے محمد ابن ابی بکر کو جس کو اپنا بیٹا کہتے تھے اور میثم
تمار کو لیکن اس وقت کوفے کا جو والی تھا ابو موسیٰ اشعری یہ مقدس نما جنہوں نے ہر دور
میں حقیقی اسلام کو نقصان پہنچایا، ضربیں لگائیں جن کو یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو صاحب
کتنا مقدس آدمی ہے نہ اس کو کھانے کی پروا نہ اس کو پہننے کی پرواہ چیتھڑے اس کے
بدن پر لگے ہوئے اس کی پھٹی عبا ۲ رنگ کی اس کی چپل دو رنگ کے اس کے موزے
یہ مقدسوں کا جو ایک نقشہ ہے اس وقت بھی ایسا تھا جو آج کہیں کہیں کبھی کبھی پایا

جاتا ہے۔ اس نے ہمیشہ نقصان پہنچایا تو اس کی بڑی دھاک تھی اس کے تقدس کی
لوگوں پر ان مقدس رہنماؤں کی ایک دھاک ہوتی ہے نا لوگ کہتے ہیں بھئی یہ بہت
مقدس انسان ہے تو ابو موسیٰ اشعری اڑ گیا۔ کیونکہ یہ منافق تھا اس نے کہا کہ یہ فتنہ
ہے یہ مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ اب جناب محمد ابن ابی اکبر کے خطبے کو اس
نے ناکام بنا دیا اور جناب محمد ابن ابی بکر ناکام ہو کے واپس آگئے تو مولا کو بتایا کہ ابو
موسیٰ اشعری نے وہاں فتنہ برپا کر رکھا ہے اور وہ لوگوں کو بہکا رہا ہے لوگ اس کے
تقدس کا شکار ہوگئے اور اس کے تقدس کا شکار ہو کے میری نہیں مان رہے پھر بھیجا اپنے
بیٹے جناب محمد ابن حنفیہ کو اور پھر اس کے بعد بھیجا جناب امام حسن مجتبیٰؑ کو خود کہ آپ
جائیں۔ جب آپؑ آئے تو آپ نے لوگوں کے سامنے خطبات دیئے اور ابو موسیٰ اشعری کا
زور ٹوٹا اور کوفہ پہلا شہر عراق تھا کہ جس نے بھرپور طریقے سے امامؑ کا جمل میں ساتھ
دیا یہ کوفے کے لوگ تھے جو ہراول دستہ تھے۔ جمل میں بھی صفین میں یہیں سے میں
آپ کو آگے لے کے جانا چاہتا ہوں کہ جب ہراول دستے تھے تو یہ بھی طے ہے کہ زیادہ
شہید بھی یہ ہوئے زخمی بھی یہ ہی ہوئے۔ ہراول دستے بنے جمل میں بھی صفین میں
بھی۔ کوفیوں کی سب سے بڑی تعداد امامؑ کے ساتھ تھی آگے آگے ان ہی نے سب سے
زیادہ ساتھ دیا۔ امام کا ان دونوں جنگوں میں نتیجہ یہ نکلا کہ جب خونریزی ان کی زیادہ
ہوئی تو آپ بہت تجربے رکھتے ہیں اس بات کے کہ جس محلے میں کچھ افراد مار دیئے جائیں
کتنا آسان ہوتا ہے وہاں کام کرنا دیکھو۔ مروا دیا نا تمہارے آدمیوں کو قتل کروا دیا نا،
تباہ کروا دیا نا، لٹوا دیا نا گھروں کو ہم پہلے نہیں کہتے تے کہ ان کا ساتھ نہ دو۔ اب اس
موقع پر یہ مقدس نما جال پھینکتے ہیں اور لوگوں کو حق کے راستے سے منحرف کرتے
ہیں۔ اب جب سب سے زیادہ شہید ہوئے ہیں تو یہی کوفی ہیں۔ امام نے جمل میں فتح

چھوڑا۔(ترجمہ) تم عورت کے لشکری ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں تم پر مسلسل عذاب آئیں گے تم پانی میں ڈوبو گے مسلسل تم پانی کی زد میں رہو گے۔ تمہارے مسجد کے کنگروں کو پانی میں ڈوبتے ہوئے دیکھ رہا ہوں ... بصرہ کو چھوڑا اور بصرے کی ملامت کی مذمت کر کے

کے بعد بصرہ کو چھوڑا اور بصرے کی ملامت کی مذمت کر کے چھوڑا۔(ترجمہ) تم عورت
کے لشکری ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں تم پر مسلسل عذاب آئیں گے تم پانی میں ڈوبو گے
تمہارے مسجد کے کنگروں کو پانی میں ڈوبتے ہوئے دیکھ رہا ہوں مسلسل تم پانی کی زد
میں سیلاب کی زد میں رہو گے۔ بصرے کی مذمت کی اور کوفے پہنچے اور کوفے میں
زبردست استقبال ہوا اس وقت یہ ہے کوفے کی حالت۔ مولاؑ کے اتنے محبت کرنے
والے لوگ کوفے میں موجود ہیں۔ یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ ابھی آگے جو سلسلہ چلے گا
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کوفہ کیا تھا کیسا تھا سارے کوفے میں مولاؑ کے چاہنے والوں کی
اکثریت ہے۔ ابو موسیٰ اشعری کا زور ٹوٹ گیا لیکن اس کے دل میں تو بات رہ گئی ناں
کہ میں یہاں کا والی تھا ہر خلیفہ نے مجھے رکھا اور علیؑ کے دور میں آ کے میرے تقدس کا
بھانڈا پھوٹ گیا تو یہ انتظار میں تھا۔ صفین میں دانستہ یا نادانستہ طور پر حکمیت کے غلط
فیصلے کا ذمہ دار یہی مقدس بنا۔ صفین میں جو ہوا ہمیں سے منافقین نے پروپیگنڈہ
شروع کیا کہ دیکھو کیا فائدہ تمہارے لوگ سب سے زیادہ مارے گئے۔ تمہارے لوگ
شہید ہوئے تمہارے لوگوں کا نقصان ہوا۔ تم نے دشمنی بھی لی اور کچھ نتیجہ بھی نہیں
نکلا۔ نتیجہ صلح کی صورت میں نکلا۔ یہاں سے کوفے میں تبدیلی پیدا ہوئی ان کا جذبہ جہاد
کم ہونا شروع ہوا ان میں سستی پیدا ہوئی اس کے بعد۔ جب کسی قوم کی اسپرٹ ختم ہو
جائے تو وہ قوم خود بخود ختم ہو جاتی ہے ان کی اسپرٹ ختم ہو گئی ان کا جذبہ ختم ہو گیا۔
خوارج کا گروہ ان ہی میں سے نکلا یہ بھی کوفی تھے اکثریت کوفیوں کی کہ جنہوں نے
نہروان کی جنگ مولاؑ کے سامنے کھڑی کر دی جب ان کا یقین متزلزل ہو گیا تو اب یہ
اپنے ہی امامؑ کے مقابلے پر آ گئے اور مولاؑ نے ان کی اسی فطرت کے پیش نظر کوفہ کو پایہ
تخت بنایا تھا۔ ایک مسئلہ اور بھی ہے وہ یہ کہ جب تک مسلمانوں میں خدا کی راہ میں

تکلیفیں اٹھانے کی عادت تھی وہ جہاد سے منہ نہیں چراتے تھے لیکن جونہی فتوحات کی
صورت میں مال آنا شروع ہوا۔ دولت آنا شروع ہوئی مسلمانوں کو جہاد سے زیادہ مال
غنیمت کی فکر رہنے لگی۔ نتیجتاً جہاد کا جذبہ ختم ہو گیا یہی مدینے کی حالت تھی کہ جب جمل
کے لئے نکلے ہیں تو مدینے سے صرف ایک ہزار سپاہی اور کوفے سے بارہ ہزار تو مدینے
میں مولاؑ دیکھ رہے تھے کہ یہاں کے لوگ مالدار ہو گئے تھے پایہ تخت ہے مال آ رہا ہے
مال غنیمت آ رہا ہے ان کا جذبہ ختم ہو گیا تھا اور کوفہ ایک مرکز تھا اس وقت بلاد اسلامی
کا مملکت اسلامیہ کا مرکز اور ایران، عراق کی سرحدیں دوسری طرف اور ان کے بیچ میں
کوفہ تھا اس لئے مولاؑ نے وقتی طور پر پایہ تخت بنایا۔ پہلے وقتی طور پر پایہ تخت بنایا لیکن
جب وہاں پر منافقین کے فتنے اٹھنا شروع ہوئے تب مستقل طور پر امام کو وہاں قیام
کرنا پڑا کیونکہ فتنوں کا مرکز بن گیا تھا سازشیوں کا مرکز جاسوسوں کا جال بچھا ہوا تھا ابن
زبیر کے جاسوس شامیوں کے جاسوس معاویہ کے جاسوس مصیبت کر دی تھی یہاں
تک کہ آخر میں وہ ہی کوفہ جس نے ائمہ کا ساتھ دیا تھا امام ان کوفیوں سے کہتے ہیں اس
وقت جب شہر انبار پر شامیوں نے حملہ کیا ہے۔ نہج البلاغہ میں یہ خطبے کی تفصیل میں
آپ کو مل جائے گا کہ آپ نے لوگوں کو جہاد پر ابھارا غیرت دلائی مگر لوگ مار کھانے
کے باوجود لڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

معاویہ کے آدمی آتے ہیں لوٹ مار کر کے چلے جاتے ہیں جب آتے ہیں اس شہر کو
مارا کبھی اس شہر پر حملہ کیا۔ میں اس لئے یہ مناظر بیان کر رہا ہوں کہ آپ اپنے
مستقبل کا اس منظر میں تعین کریں دشمن آتا ہے ایک بار ادھر مار کرتا ہے۔ ان کو لوٹا
بھاگ گیا دوسرے خوش کہ ہماری طرف نہیں آیا دوسرے دیہات پر حملہ کیا معاویہ کے
آدمیوں نے وہاں لوٹ مار کی وہاں دس بارہ کو مارا وہاں سے چلے گئے کیونکہ مومنین

منتشر ہیں اب مولائے کائناتؑ کو خبریں مل رہی ہیں جناب محمد ابن ابی بکر پیغام دے
رہے ہیں کہ میں معاویہ کے آدمیوں کو قابو نہیں کر سکتا میرے پاس اتنے جنگجو نہیں
ہیں۔ مولاؑ مدد بھیجئے مدد بھیجئے کہ جس کے جواب میں مولاؑ نے مالک اشتر کو بھیجا لیکن
سازش ہوئی اور وہ راستے میں ہی زہر دے کر شہید کر دیئے گئے اپنے ہی لوگ بک گئے
مال لے لیا مفاد حاصل کر لیا عہدہ لے لیا مالک اشتر شہید کر دیئے گئے یہ ماحول کوفہ کا
ہے یاد رکھئے گا۔ ایسا ماحول ہے کوفے کا کہ لوگ اپنے ضمیر کا سودا کر رہے ہیں بیچ رہے
ہیں۔ شہزادہ حسنؑ کے ساتھ کیا ہوا تھا قیس ابن سعد جو پہلا سردار امام حسنؑ کا تھا اس کو
جب بھیجا تھا تو وہاں یہ افواہ پھیلائی کہ امام نے صلح کر لی۔ امام کے لشکر میں یہ افواہ
پھیلائی کہ وہ بک گیا اس نے سودا کر لیا امیر شام سے پیسے لے لئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں
لشکروں کا مورال ڈاؤن ہو گیا آپس میں جنگ وجدال ہو گئی۔ ختم ہو گئے یہ سازشی
عناصر تاریخ ہے "وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً" اپنے حالات کو دیکھئے۔ آپ کہاں جا رہے
ہیں کیا سازشیں ہو رہی ہیں کس طرح سے منتشر کیا جا رہا ہے کس طرح توڑا جا رہا ہے
آپ کی قوم کو عزیزو یہ نہیں دیکھیں گے تو نہیں معلوم آگے مزید کیا ہو گا۔ ہمارے ساتھ
تو اب مولائے کائناتؑ کو جب یہ خبر ملی سب کو جمع کیا کوفے کی مسجد میں جمع کرنے
کے بعد خطبہ دے رہے ہیں کہ دیکھو دشمن آتا ہے تم کو للکارتا ہے
مارتا ہے چلا جاتا ہے تم جہاد کے لئے نہیں نکلتے کوئی نہیں کھڑا ہوتا سوائے چار پانچ آدمی
حجر ابن عدی اور جو خاص خاص اصحاب ہیں مایوسی کے عالم میں نکلے مسجد سے باہر امامؑ
ابھی چند دن پہلے کیا حال تھا اس کوفہ کا۔ وہ نعرے وہ جوش وخروش اور اب چند دن کے
بعد۔ ختم دیکھیں آئینہ ہے چند دن پہلے یہ جوش وخروش یہ عالم کہ دنیا فتح کر لیں گے اور
تھوڑی سی پٹائی ہوئی سیدھے ہو گئے سب کے مزاج درست ہو گئے ادھر ادھر بھاگتے پھر

رہے ہیں۔ کوئی کدھر ڈھونڈتے پھر رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں۔ ہم نے کیا کیا وہ کہہ
رہے ہیں ہمارا کیا قصور کچھ کہہ رہے ہیں تمہاری وجہ سے نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ کچھ کہہ
رہے آپ کی وجہ سے ہوا ہے بابا چھوڑو ان وجوہات کو، جمع جاؤ متحد ہو جاؤ۔ امامؑ نکلے اور
مسجد کوفہ کی دیوار سے پشت لگا کے کھڑے ہو گئے اور مجمع دیکھئے کوفہ میں کون سا ہے۔
جو مولا کا چاہنے والا ہے سب ماننے والے چاہنے والے موجود ہیں۔ پشت لگا کے کھڑے
ہیں اور کہتے ہیں کہ وائے ہو اس شخص پہ وائے اور نہج البلاغہ میں پڑھ لیجئے گا خطبہ ہے کہ
جب شامیوں نے شہر انبار پر حملہ کیا۔ عنوان بھی اس خطبہ کا یہی ہے کوفیوں نے جس
وقت جہاد میں سستی دکھائی تو مولاؑ نے یہ خطبہ دیا کہ وائے ہو اس پر کہ جس کو تم
جیسے دوست ملے ہوں کہ جس کو تم جیسے رفقاء ملے ہوں جس کو تم جیسے ساتھی ملے
ہوں، کاش میرے بس میں ہوتا کہ اپنے دس (۱۰) دے کے اس کا ایک لے لیتا وہ باطل
پر ہے اور میں تمہارا امام برحق ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ جہاد کرو تم نہیں کرتے یہ
حالت ہے کوفیوں کی اتنے عرصے میں ۴ سال میں زمین آسمان کا فرق آ گیا۔ کوفیوں میں
یہ کوفہ ہے اس لئے مولائے کائناتؑ وہاں پایہ تخت بنا کے بیٹھے۔ اسی کوفے میں جناب
مختار جب کوفہ آباد ہوا اپنے چچا کے ساتھ آئے وہاں آباد ہو گئے۔ اس جگہ آباد ہو گئے
گورنری ملی مدائن کی مدائن چلے گئے لیکن کوفے میں گھر موجود ہے تھوڑے عرصے کے
بعد یہ کوفی مشہور ہو گئے کوفے کے رہنے والے جناب مختار اپنے چچا کے ساتھ مدائن میں
ہیں اب حالات دیکھئے کیسے ہو گئے۔ جناب امیر مختار بچپن سے چاہنے والا یہ شیدائے
اہلبیتؑ اس کے بارے میں چاہتا ہوں کہ پہلے اماموں کے ذریعے تعارف ہو جائے تو پھر
میں بتاتا ہوں آپ کو کہ کس کس طرح سے حکمت عملی اختیار کی اور اماموں کی نصرت
کی سب سے پہلے مولائے کائناتؑ اور جناب رسول خدا کی حدیث میں بیان کر چکا۔

جناب حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ جب لوگوں نے دغا کی۔ مسکن کے مقام پر۔ تو عزیزان محترم
اب یہ شہزادے کے ساتھ کیا ہوا کہ جب خراب حالات ہوئے تو اپنے ہی لوگوں نے
حملہ کر دیا امام حسنؑ کے خیمے پر یہاں تک کہ امامؑ کو زخمی کر دیا اور کتنی مشکلوں سے
بھائیوں نے گھیرا ڈال کے جناب سید الشہداء نے جناب عباس نے جناب محمد حنفیہ
نے سارے بھائی چاروں طرف آگئے گھیرا ڈالا اور کچھ قبیلہ ہمدان کے لوگ کہ جنہوں
نے محاصرہ کرکے اپنے محاصرے میں لے کے امامؑ کو بچایا اور اس طرح سے حملہ آوروں
کے بیچ سے نکالا مدائن پہنچا دیا کیونکہ سعد ابن مسعود ثقفی گورنر ہیں اور محب اہلبیت
ہیں وہاں چھپا دیا اور وہاں امیر مختار بھی موجود ہیں۔ امیر مختار زمانے کا رنگ دیکھ رہا ہے
حالات دیکھ رہا ہے کہ دوستوں نے دغا کی امامؑ کے ساتھ۔ بابا کے ساتھ بھی کی اور بیٹے
کے ساتھ بھی کوفیوں نے دغا کی ہے۔ شہزادہ حسنؑ کے ساتھ حالات دیکھ رہا ہے کہ جو
کل تک دوست تھے وہ آج حملہ کر رہے ہیں، امامؑ پر۔ ایسا ہوتا ہے فطرت ہے نا انسان
کی حملہ کر رہے ہیں۔ اپنے امام پر۔ تو اب امیر مختار شریک اعور حارثی کے ساتھ منصوبہ
بناتا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہیں میرے چچا حالات کے دباؤ کے تحت امام کو معاویہ کے
حوالے کر دیں۔ دیکھئے ماحول کیسا ہے کہ باپ بیٹے پر اور بیٹا باپ پر شک کرتا ہے کہ
ایسا ماحول آجاتا ہے بھائی بھائی سے چوکنا ہو جاتا ہے کہ یہ کس ایجنسی کا ہے وہ کس
ایجنسی کا ہے یا یہ کس کے لئے کام کر رہا ہے وہ کس کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ ماحول
ہے یہی ماحول ہے آپ کے چاروں طرف بھی۔ جہاں آپ جی رہے ہیں۔ کوئی تبدیلی
نہیں بس طریقہ بدلتا چلا جاتا ہے ٹیکنک بدلتی جارہی ہے بس ہو وہی رہا ہے سب کچھ وہی
ہو رہا ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ اسے ماضی کا قصہ نہ سمجھو اس ماضی کو اس لئے پڑھو کہ
سامنے رکھو کہ تمہیں نظر آئے آگے کیا ہو رہا ہے، اپنا راستہ بناؤ آگے کے لئے ان تمام

مشکلات میں۔ تو جناب امیر مختار منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پھر سعد ابن مسعود ثقفی
کے پاس جاتے ہیں اپنے چچا کے پاس تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں تاریخیں اس کا بھی
حوالہ دیتیں ہیں کہ جناب یہ کہاں محبت کرنے والا تھا یہ تو مال و دولت کا لالچی تھا بعد
میں اس نے بہانہ بنایا۔ خیر مختار کہتے ہیں اپنے چچا سے کہ چچا جان مسئلہ یہ ہے کہ اب
آپ دیکھ رہے ہیں کہ امیر شام چھاتا چلا جارہا ہے۔ جنگ ختم ہو گئی ہے اور پورے بلاد
اسلامی پر اس کا قبضہ ہو گیا ہے تو چچا کہتے ہیں پھر۔ مختار کہتے ہیں بہترین موقع ہے اس
وقت اگر ہم حسنؑ ابن علیؑ کو امیر شام کے حوالے کر دیں تو آپ کا منصب بھی بڑھ جائے
گا اور زیادہ علاقے بھی مل جائیں گے مال و متاع بھی ہمیں مل جائے گا اور ہم اس کی
نظروں میں اچھی فہرست میں آجائیں گے یہ جملے کہے تاریخ میں موجود ہیں۔ جناب امیر
مختار نے اپنے چچا سعد ابن مسعود سے اور سعد ابن مسعود غصے کے عالم میں مختار کے
گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہتے ہیں کہ تو یہ بات کر رہا ہے مجھے۔ تجھ سے یہ توقع نہیں تھی کہ
میں مال دنیا کے عوض فرزند رسول کو اس بدترین دشمن کے حوالے کر دوں یعنی سخت
سست کہا ڈانٹا اور پھر مختار معافی مانگتے ہیں کہ چچا مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنی تسلی کرنا چاہ
رہا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قریب ترین افراد امام کو چھوڑ کر جارہے ہیں قریب ترین
افراد بے وفائی کر رہے ہیں۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں کوئی
بات ہو تو وہ باہر نکل آئے اور میں پھر امام کا انتظام کروں امام کی حفاظت کا کوئی
بندوبست کروں۔ یہ مواسات اور مواخات کا ایک انداز تھا اور پھر امامؑ کو یقین دہانی
کرائی کہ فرزند رسولؐ آپ اطمینان رکھئے جب تک میرے اور میرے ساتھیوں کی
تلواریں میرے خاندان والے ہیں اس وقت تک کوئی دشمن آپ کے نزدیک بھی نہیں
پہنچ سکے گا۔ اب آیئے کربلا کے میدان میں عاشور کے دن۔ عاشور آخری وقت میں اور

بعض جگہوں پر لکھا ہے کہ شہزادۂ علی اکبرؑ کی شہادت کے وقت امام حسینؑ نے مختار کو
یاد کیا ہے جو زندان کوفہ میں زندان میں تھے۔امام حسینؑ نے یاد کیا مختار کو کہ مختار وہ
دن کب آئے گا جب تو اس خون ناحق کا انتقام لے گا اور خطاب کر کے بھی فوج اعداء
سے کہا کہ عنقریب ایک شخص آنے والا ہے، آنے والا ہے جو تم پر مسلط ہو گا اور جو جو
ظلم تم کربلا میں ڈھار ہے ہو ہر اس ظلم کا تم سے بدلہ لے گا۔اب سنیئے کہ جو کہتے ہیں
کہ امام کی اجازت نہیں تھی عزیزو! امام کے سامنے کسی نے سوال کیا۔چوتھے امام سے
امام زین العابدین علیہ السلام سے مختار کے بارے مین تو امام ارشاد فرماتے ہیں " خدا
اپنی رحمت نازل کرے مختار پر جس نے ہم اہلبیت کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی " پھر کہا
جائے کہ اجازت تحریری نہیں تھی ارے بھئی مصلحت امام وہ زمانہ وہ ماحول چینل بنایا
امام نے، امام ہے کائنات کے علوم پر حاوی ہے۔عجیب بات ہے آپ کو اپنے سیاسی
لیڈروں پر اتنا یقین ہے کہ اتنے بڑے بڑے سیاست دان ہیں ان کی بات پر یقین ہے
لیکن امامؑ کی حکمت عملی پر یقین نہیں ہے۔امام کی حکمت عملی۔میں نے عرض کیا کہ
ظاہری صورتحال کو نہیں دیکھئے۔امامؑ جو انقلاب برپا کرتے ہیں امام جو حکمتِ عملی اختیار
کرتے ہیں وہ قیامت تک اثر انداز ہوتی ہے آپ اس آیئنے میں جب دیکھیں گے تو آپ
کو سمجھ میں آئے گا کہ امامؑ کس انداز میں تحریکوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔یہ دنیاوی
سیاستدان جب حکومت حاصل کر لیتے ہیں تو آپ فوراً کہہ بیٹھتے ہیں کہ بڑی اچھی
سیاست کی، بڑی عمدہ حکمت عملی اختیار کی اور اقتدار حاصل کر لیا۔اور چند ہی دنوں
بعد اسے برا بھلا کہا جا رہا ہوتا ہے۔لعنتیں پڑ رہی ہوتی ہیں۔جیل میں پڑا سڑ رہا ہوتا ہے یا
کہیں بھاگ گیا ہوتا ہے مال و دولت لے کے یہی ہوتا یہاں صبح و شام ہمارا کام یہی ہے
کہ انہیں لیڈروں کے لئے زندہ باد مردہ باد کرتے رہیں اور پھر اس کے بعد اس کے

سارے کارنامے باہر آرہے ہیں۔ہمارے ہاں یہ بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظالم جس کے ظلم
کے چرچے ہر زبان پر ہوتے ہیں تھوڑے ہی دنوں میں ہمارا عدالتی سسٹم اس کو مظلوم
بنا دیتا ہے ظالم کو مظلوم بنانے والا نظام ہمارے ہاں موجود ہے۔سسٹم ایسا بوسیدہ
ہے ایسا فرسودہ ایسا گھناؤنا سسٹم ہے کہ ہر ظالم یہاں مظلوم ہو جاتا ہے۔ساری دنیا
جن ظالموں کو پہچانتی ہے وہی ظالم دیکھئے گا کل جب یہ جیل میں پڑے ہوں گے سب تو
یہی لوگ کہیں گے کہ یہ مظلوم ہے۔یہ ہمارے لوگوں کا شعور ہے کہ جو کہتے ہیں کہ
ہمیں بڑا سیاسی شعور ہے۔کل جس کو ظالم کہہ رہے تھے آج اس کی مظلومیت کے نوحے
پڑھ رہے ہیں اسی کو مظلوم کہہ کے چھڑوائیں گے اور جب اس مظلوم کو آزاد کروائیں
گے تو خود ہی کل کہیں گے کہ یہ تو بڑا ملعون ہے اس نے تو ظلم کرنا شروع کر دیئے
ہیں۔ہم پر یہ تمہارا شعور ہے بھئی کہ تم کو ابھی آدمیوں کی شناخت ہی نہیں ہوئی ہے
کہ کیا حق ہے اور کیا باطل جب آپ یا تم کہہ رہا ہوں تو مراد یہ مجمع نہیں بلکہ عوام
الناس کی بات کر رہا ہوں۔عزیزان محترم جو امام یہ ارشاد فرما رہا ہے مختار کے لئے " اس
نے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی ہے ہمیں چین بخشا ہے بس اس کا مطلب ہے کہ
تحریراً نہ دیا جائے چینل بنا دیا جائے۔جناب محمد ابن حنفیہ کا چینل بنا دیا اس طرح سے
یہ کام انجام ہوا۔اب دیکھئے پانچویں امام امام محمد باقر علیہ السلام کیا کہتے ہیں اس امامؑ کی
بات جناب مختار کے بارے میں جناب مختار کا بیٹا حاکم ابن مختار آیا امامؑ کی خدمت میں
کہ فرزند رسولؐ لوگ میرے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں لوگ تنگ کرتے ہیں مجھے۔امام
باقرؑ پوچھتے ہیں کیا کہتے ہیں تمہارے بابا کے بارے میں مختار کا بیٹا کہتا ہے کہ میرے بابا
کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مکار تھے وہ فریبی تھے وہ جھوٹے تھے۔امامؑ نے فرمایا کہ خدا
رحمت کرے تمہارے بابا پر امام باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں خدا رحمت کرے تمہارے بابا پر

تمہارے بابا نے ہم اہلبیت کی نصرت کی تیرے بابا نے ہماری مدد کی ہماری بیواؤں کی شادیاں کرائیں۔ ہماری عورتوں کے سر میں تیل ڈالنے کا بندوبست کیا حاکم کو سینے سے لگایا کہ تو تسلی رکھ کہ وہ خدا کی رحمت کے سائے میں ہے۔ پانچویں امام تشریح کرتے ہیں کہ پانچ سال ہاشمی عورتوں نے اپنے سر میں تیل نہیں ڈالا تھا۔ ان کے گھروں سے دھواں نہیں اٹھتا تھا یہ تیرا باپ تھا کہ جس نے یہ اہتمام کیا اہلبیت کے سکون کا سامان کیا اور وہ خدا کی رحمت کے سائے میں ہے یہ پانچواں امام کہتا ہے اور خدا ان کے ساتھ نپٹے گا جو تیرے بابا کو برا بھلا کہتے ہیں۔ چھٹے امام امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی ہاشمی عورت نے اس وقت تک سرمہ نہیں لگایا خضاب نہیں کیا اور چولھا نہیں جلایا جب تک ابن زیاد مختار کے ہاتھوں انجام تک نہیں پہنچ گیا۔ یہ تھی ائمہ کی رائے پھر اس میں شک کرنا اور یہ الزام مورخین لگا رہے ہیں کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا چند پیشین گوئیوں کی بنا پر۔ اور وہ پیشین گوئیاں جو برادران اپنے بزرگوں سے منسوب کرتے ہیں ان کا کیا کیا جائے اس روایت کا کیا کروں جس کے بارے میں تم کہتے ہو کہ سندھ سے ایک عورت نے فریاد بلند کی اور حجاج عراق سے جواب دے رہا ہے کہ آرہا ہوں آرہا ہوں کیوں بھئی وہ کیا تھا وہ خدا تھا وہ نبی تھا وہ رسول تھا ارے مختار تو وہ باتیں کہہ رہا ہے جو اس کے مولاؑ نے اسے بتائیں مختار تو خبر دے رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ علیؑ کا شاگرد ہے اس لئے کہتا تھا کہ وہ اولاد علیؑ کا شاگرد ہے اس لئے کہتا تھا کہ اس کو اماموں نے خبر دی تھی حجاج کو کس امام نے خبر دی یہ تو امامت کا قائل ہی نہیں تھا ان کو کیسے پتہ چل گیا۔ صاحب تاریخ کے ایک بہت بڑے صاحب بہادر، مسلمانوں کا لشکر مصر گیا ہے وہاں کے مشرکوں نے دریائے نیل کو خشک کر دیا ہے اور دعویٰ ہے کہ جب انہیں کے کاھن دعا کریں گے

تو دریا میں پانی جاری ہوگا۔ یہ خبر تاریخی صاحب بہادر کو پہنچائی گئی کہ یہ مسئلہ حل کیجئے۔ انہوں نے ایک خط لکھا دریا کے نام دریا کے نام خط لکھا کہ اے دریائے نیل تو خدا کے حکم سے جاری ہو جا اور کہا کہ خط لے جاکے دریا کے بیچ ڈال دینا جہاں خشک ہے وہاں رکھ دینا پانی جاری ہو جائے گا۔ دریا نے ان کا خط پڑھا اور جاری ہو گیا یہ کس کا معجزہ ہو گیا یہ خدا تھے یہ رسول تھے لیکن جیسے ہی اہلبیت کا معاملہ آجائے وہاں پر سارا فلسفہ الٹا ہو جاتا ہے۔ ہر چیز غلط نظر آئے گی اور دوسری طرف ایک عورت سندھ کی سرزمین سے فریاد کر رہی ہے اور حجاج جیسا سفاک انسان جواب دے رہا ہے کھڑا ہو کے کہ آرہا ہوں آرہا ہوں تاریخیں لکھ رہی ہیں اب کوئی نہیں پوچھ رہا کہ حجاج نے کیسے سن لی وہ فریاد۔ راجہ داہر کے ہاتھوں لٹا ہو قافلہ ایک مسلمان عورت چیخ رہی ہے کہ اب ہماری مدد کو پہنچ عراق سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو کے جواب دے رہا ہے آرہا ہوں آرہا ہوں کیوں یہ کہاں سے ہو گیا۔ یہ خدا ہے رسول ہے نبی ہے بس مسئلہ صاف ہے کہ دشمنی اہلبیت عقلوں پہ پتھر ڈال دیتی ہے۔ خبط کر دیتی ہے یہی معجزات اور کرامات اگر اولاد رسولؐ اور ان کے چاہنے والوں سے نقل ہوں تو کفر و شرک بن جائیں۔

یہی جناب مختار جب خبریں دیتے تھے کہ میں یہ کروں گا اور یہ ہوگا تو کہا گیا کہ یہ مشرکانہ دعویٰ کرتا تھا یہ الوحیت کا دعویٰ کرتا تھا یہ الوحیت کا دعویٰ نہیں کرتا تھا بلکہ ان کو خبریں ملیں تھیں۔ معصومین سے وہ جانتا تھا کہ میں کیوں پیدا ہوا ہوں میری خلقت کا مقصد کیا ہے تمام ائمہ کی رائے مختار کے بارے میں مثبت ہے دعائیں ہیں، نزول رحمت کی کیونکہ یہ تو ہمارا ناصر ہے اس نے تو ہماری نصرت کی ہے اس نے ہماری بیواؤں کی تزویج کا سامان فراہم کیا۔ تو عزیزو اس لئے میں نے کوفے کا تھوڑا سا پس منظر پیش کر دیا کہ یہ کوفہ ہے یہ کوفہ کے لوگوں کا مزاج ہے کیونکہ یہاں کی

آبادی مقامی نہیں ہے بلکہ یہ آئے ہوئے ہیں یہ حالات دیکھ کے بدل جاتے ہیں حالات دیکھ کے فیصلے کرتے ہیں لیکن دلوں میں محبت موجود ہے کیونکہ قریب سے کردار کو دیکھا ہے۔ مولائے کائنات ان کے درمیان رہے ہیں کردار کو تو دیکھا ہے لیکن عملی میدان میں ڈرتے ہیں دل سے چاہتے ہیں تو عزیزان محترم بڑی جرات کے ساتھ میں یہ باتیں کرتا ہوں آپ کے سامنے لیکن مجبور ہوں کیونکہ جرات ہے یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں جرات نہ ہوتی تو نہ کرتا میں بھی دوسروں کی طرح اور باتیں کرتا۔ تو اب عزیزوں نتیجہ جو نکال رہا ہوں آج کی مجلس کا اگرچہ کہ بہت ساری باتیں تھیں لیکن مجھے وقت اجازت نہیں دے رہا جو نتیجہ نکال رہا ہوں آپ کے سامنے وہ یہ ہے کہ محبت اور چیز ہے عملی میدان میں اس کا مظاہرہ کرنا اور چیز ہے کوفیوں کے پاس محبت تھی مگر عملی میدان میں ناکام ہوگئے فیل ہوگئے قربانی کی جب بات آئی پیچھے ہٹ گئے قربانی کا معاملہ جب آتا تھا شہادت کا مسئلہ آتا تھا گھر لٹوانے کا مسئلہ آتا تھا پیچھے ہٹ جاتے تھے لیکن محبت کرتے تھے۔ آپ کو یاد ہے فرزدق کا جملہ کہ (ترجمہ) "دل آپ کے ساتھ تلواریں آپ کے خلاف" تلواریں ان کے ساتھ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ آپ کہیں گے بڑے ظالم لوگ تھے دل میں امام کی محبت، تلواریں ان کے ساتھ عزیزوں تلواروں سے مراد یہ تلواریں تھوڑی ہیں یہ نہیں کہ تلواریں لے کے ٹوٹ پڑتے تھے جس سے محبت کرتے تھے اس پر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس پر تلواریں لے کے ٹوٹ پڑتے تھے تلواریں ان کے ساتھ یعنی عمل میں ان کے ساتھ جو امام چاہتا وہ انجام نہیں دیتے جو امام کہتا ہے وہ نہیں کرتے امام کا ساتھ نہیں دیتے۔ جب امام کی نصرت نہیں کرتے تو نصرت نہ کرنا ہی ثبوت ہے کہ تم اس کے مخالف کے ساتھ ہو چاہے عملی میدان میں آؤ یا نہ آؤ تو عزیزوں یہ کردار ہوتا ہے۔ میں اس لئے آپ کے سامنے عرض کرنا چاہ رہا ہوں اس بات

کو کہ یہ بات یاد رکھئے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں آنسو کی دو قسمیں ہیں جیسا کہ میں نے کل تمہیدی مجلس مین عرض کر دیا تھا کہ آنسو کی بھی دو قسمیں ہیں محبت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک آنسو بیٹھے روتے رہئے آپ۔ تو اب میں یہ نہیں کہہ رہا کہ نہ روئیے بلکہ ایک اور گریہ ہے جو انسان کو مختار بنا دیتا ہے۔ انسان کو سلیمان بنا دیتا ہے۔ انسان کو ابراہیم بن مالک اشتر بنا دیتا ہے۔ فیصلہ آپ کر لیجئے کہ کون سا گریہ زیادہ افضل ہے، کس کا زیادہ اجر ہے۔ اجر دونوں کا ہے لیکن ایک کا معمولی اور دوسرے کا بھی اجر ہے لیکن اس کا اجر مختار بناتا ہے۔ تو عزیزو یہ مختار نے بتایا تھا کوفہ میں کہ دیکھو اگر واقعہ کربلا ہو چکا میں چاہوں تو میں بھی بیٹھ کے رو سکتا ہوں جیسے تم ویسے میں لیکن مختار بتا رہا ہے کہ نہیں اس کے ساتھ ضروری ہے کہ قیام کیا جائے یزیدیت کے خلاف حالانکہ یزید تو نہیں ہے نا جب مختار نے قیام کیا یزید پلید کا وجود نہیں ہے ۶۷ ہجری میں لیکن کیا یزیدیت بھی ختم ہو گئی تھی۔ نہیں یزیدیت موجود تھی۔ آج میں آپ سے ایک سوال کر لوں مجھے بتائیے کہ یزیدیت ختم ہو گئی آپ ہی کہتے ہیں ہے نا کہ یزیدیت ہے اچھا تو کیا یزیدیت نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے۔ نہیں چھوڑا عقلی بات ہے یزیدیت اپنی کام میں لگی ہوئی ہے لگی ہوئی ہے حسینیت کے خلاف۔ لیکن یہ کتنا بڑا سانحہ ہوگا تاریخ کا کہ حسینیت اپنا کام چھوڑ دے جب آپ اعتراف کر رہے ہیں اس بات کو قبول کر رہے ہیں کہ یزیدیت اپنے کام میں مصروف ہے یعنی یزیدیت اپنے مشن کو آگے بڑھا رہی ہے تو پھر حسینیوں کا کیا فریضہ ہے بیٹھے رہیں اپنے دل سے فیصلہ کیجئے حسینی اپنا کام چھوڑ دیں کہیں گے کہ ہمارا تو اب کوئی کام نہیں۔ ہمارا تو یہ کام ہے نہیں۔ حسینیوں کو بھی کربلا والوں کے انداز میں آگے آنا پڑے گا کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق یزیدیت کا کس طرح سامنا کیا جائے۔ یزیدیت کا کس طرح رخ موڑا جائے۔ یزیدیت کو کس انداز

میں شکست دی جائے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنی ہوں گی کہ یہی ہے کار حسینی ہمیں مختار کا کام کرنا پڑے گا۔ لیکن خدا نہ کرے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو جائے بجائے یزیدیت سے برسرپیکار ہونے کے ہم آپس میں ہی الجھ گئے، آپس میں ہی لڑ گئے آپس میں ہی مصیبتیں طرح طرح کی اپنے اوپر خود ہی مسلط کر لیں اور کچھ مصیبتیں واقعی ہم نے خود مسلط کر لیں کہ ان سے جان چھڑانا بھی اب مشکل ہو رہا ہے۔ تو ان سے جان کیسے چھڑائی جائے کچھ لوگ ٹھیکیدار بن کے بیٹھ گئے۔ قوم کے کچھ لوگوں نے قوم کا سودا کرنا شروع کر دیا کچھ لوگوں نے قوم کے نام پہ اپنی دکانیں چمکانی شروع کر دیں کچھ لوگ ٹھیکیدار بن کے سامنے آ گئے کچھ لوگ چمپئن بن کے سامنے آ گئے آپ ان کو ٹوک نہیں سکتے آپ ان کو روک نہیں سکتے کہ بھئی یہ تو عزاداری کے چمپئن ہیں اگر کچھ ایک لفظ کہہ دیا تو صاحب کھڑے ہو گئے کہ یہ تو عزاداری کا مخالف ہے تو عزیزوں یہ کیا ہے؟ یہ سب حربے ہیں اپنے دل سے فیصلہ کرو کسی نے اگر کوئی اصلاح کی بات کر دی کسی بات پر ٹوک دیا تو فوراً الزام تراشیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ دیکھا یہ عزاداری کا مخالف ہے یہ نماز کا مخالف ہے حالانکہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی نہ کوئی عزاداری کا مخالف ہے اور نہ کوئی عبادات کا۔ لیکن ان چیزوں میں بڑا مزہ آتا ہے چٹکلے چھوڑنے میں زبان کے چٹخارے لینے میں ایک بات نکلی اس کو کچھ سے کچھ بنا کے پہنچا دیا اب خوش ہو رہے ہیں یہ اندازہ نہیں ہو رہا کہ ہمارے ذرا سے فتنے سے قوم کا کتنا بڑا نقصان ہو جائے گا ہمارے ذرا سی بات ادھر سے ادھر کرنے سے کیا ہنگامہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ عزیزو یہ وقت نہیں ہے ان مسائل کا دشمن برابر ہماری تاک میں ہے اور نشانے پر لئے ہوئے ہے اور یہاں ہمارے اپنی ہی مسائل ختم نہیں ہوتے اپنی اپنی دکانیں سجا کے بیٹھے ہوئے ہیں جب دیکھو محرم آیا اپنی اپنی ٹھیکیداریاں لے کے سب بیچ میں آ گئے کہ ان سے بڑا کوئی

غمخوار نہیں ہے۔ خبریں لگ جائیں گی اخبارات میں، پتہ چل جائے گا قوم کے چمپئن یہ ہیں۔ ان کی ٹھیکیداری ہے در حقیقت یہی لوگ ہیں قوم کے بیچنے والے، قوم کا سودا کرنے والے، قوم کو رسوا کرنے والے قیادت کے نام پر۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ درباروں میں ہمارے علماء کے سر جھکے ہوں آج یہ بھی دیکھ لو اپنی آنکھوں سے کہ کس طرح ملائیت بکتی ہے درباروں میں جا کے کس طرح اپنے دین کا سودا کرتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ تاریخ میں پڑھتے ہو سنتے ہو۔ میں نے کہا کہ دیکھو پڑھو۔ تاریخ کا آئینہ سامنے رکھ لو کہ کیا ہو رہا ہے فخر سمجھتے ہیں کہ وزیر اعظم سے مل لئے صدر سے مل لئے اس نے ہمیں بلا لیا چائے پلا دی تمہارے منہ میں نوالہ ڈال دیا کہ تم اب کلمہ حق نکال ہی نہیں سکتے اپنی زبان سے کیسے نکالو گے کلمہ حق تمہارے منہ میں اس نے رشوت ٹھونس دی، تمہارے منہ میں اس نے وہ باطل کا نوالہ وہ حرام لقمہ ڈال دیا کہ اب تم کیا کلمہ حق بلند کرو گے۔ تم ظلم کے خلاف اب کیا جہاد کرو گے۔ اب تم التجائیں کرو گے ظالموں سے درخواست کرو گے ان سے کہ ہمارا یہ کام کر دیں وہ کام کر دیں خدارا ایسا نہ کیجئے گا ویسا نہ کیجئے گا تو اب تم درخواستیں کرو گے التجائیں کرو گے کیونکہ تم نے وہ لقمہ منہ میں لے لیا جس نے تمہاری زبانوں پر تالے ڈال دیئے۔ بڑا فخر سمجھتے ہو کہ ہم یہاں چلے گئے ہم وہاں چلے گئے۔ عزیزوں اس لئے آپ کے سامنے یہ بھی منظر بیان کرنا ضروری ہے۔ مختار کے کردار کو سمجھنے کے لئے کہ اس نے کس زمانے میں قیام کیا اور پھر لوگ حیرت کرتے ہیں کہ اتنی جلدی حکومت ختم ہو گئی۔ حیرت اس بات پر نہ کرو کہ اس کی حکومت جلدی ختم ہو گئی حیرت اس بات پر کرو کہ مختار نے اس دور میں کس طرح سے اتنے لوگوں کو جمع کر لیا اور کس طرح سے قاتلان حسینؑ کو چن چن کے مار دیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جب کوفیوں کی فطرت کو سامنے رکھو گے اور مختار

کے جہاد کو دیکھو گے تو ناقابل یقین نظر آئے گا۔ تو عزیزان محترم یہ دو باتیں آج آپ کے
سامنے رکھ کر گفتگو کو ختم کر رہا ہوں ایک کوفے کا پس منظر اور مزاج اور دوسرے
جناب مختار کے بارے میں ائمہ کی رائے ہے کہ کبھی شک نہ کرنا مختار پر۔ مختار کے اثر
ونفوذ کا کیا عالم ہے چار بھائی اور بھی ہیں ایک بہن ہیں صفیہ خدمات کے اعتراف کی بناء
پر خلیفہ ثانی نے اپنی بہو کے لئے انتخاب کیا ہے۔ امیر مختار کی بہن صفیہ کو صفیہ عبداللہ
ابن عمر کی زوجہ ہیں اور اس میں بھی دیکھئے گا آگے چل کر کہ قدرت کی کیا کارفرمائی
پنہاں ہے۔ آپ کو سمجھ میں آئے گا جب میں بیان کروں گا کہ حضرت عبداللہ سے جناب
امیر مختار کے اس رشتہ نے کیا کارنامہ انجام دیا تو عزیزو یہ ایک رشتہ جو خود حضرت عمرؓ
کی درخواست پر جوڑا گیا ان کے بیٹے کے ساتھ۔ تو عزیزان محترم آج ہے ۱۳ محرم
مصائب بھی میں چاہتا ہوں اس ربط کے ساتھ رکھوں جو میں نے گفتگو کی ہے اس کے
ساتھ میں ہی مصائب بھی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۳ محرم وہ تاریخ
شہدائے کربلا کے تدفین کی تاریخ ہے دفن شہدائے کربلا آج ۱۳ تاریخ کو ہوا کس انداز
میں ہوا تھا ۱۲ محرم تک تو کوفیوں کا لشکر یہاں موجود ہے ناں ۱۲ محرم کو تمام بیبیوں کو
اسیر بنا کے رسن بستہ بے کجاوہ اونٹوں پر لے جایا گیا میدان صاف ہو گیا عمر سعد نے
اپنے نجس کشتوں کو دفن کر دیا اور پاک وطاہر ومطہر اجساد انوار کو میدان میں یوں ہی
بے گور وکفن چھوڑ دیا۔ ان مقدس اجساد منورہ کو کہ جن کے لئے مولائے کائناتؑ اور
رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ زمین مقدس ہو جائے گی جہاں ان شہیدوں کا خون گرے
گا۔ ان کو اپنے خیال میں اہانت کے ساتھ بے گور وکفن چھوڑ کر چلے گئے۔ ۱۳ محرم کو
جب ناکہ بندی ختم ہوئی کیونکہ ابھی تک کربلا کا محاصرہ تھا تو غاضریہ کے لوگ غاضریہ
اس محلے کا نام جس میں بنی اسد رہتے ہیں ان کی عورتیں پانی بھرنے کے لئے نہر پر آئیں

نہر پر آئیں تو کربلا کا میدان سامنے اور چند بے گور وکفن لاشے سمجھ گئیں کہ ان
ملعونوں نے اپنے لاشے دفنا دیئے اور فرزند رسولؐ اور ان کے انصار کو اسی عالم میں چھوڑ
کر چلے گئے عزاداران حسینؑ بس ان بیبیوں نے کربلا میں پہلی مجلس برپا کی گریہ وزاری
کی، ماتم کیا فرزند رسولؐ پر۔ فوراً واپس اپنے گھروں کو پہنچی مردوں کو جمع کیا کہا کہ
دیکھو تم نے وعدہ کیا تھا فرزند رسولؐ سے اور حسینؑ نے تم کو اسی شرط پہ زمین ہبہ کی
تھی کہ ان کے جنازوں کو دفناؤ گے ان کے اجساد کو دفناؤ گے اب مردوں کا یہ عالم
ہے کہ دیکھئے آپ قول بھی یاد ہے۔ شرط بھی یاد ہے عہد بھی یاد ہے مگر اپنی عورتوں
سے کہتے ہیں خبردار زبان سے لفظ نہ نکالو بیٹھ جاؤ گھروں میں دیکھ نہیں رہی ہو کیا
ماحول ہے کیونکہ اپنی آنکھوں سے کربلا کا واقعہ دیکھا ہے ناں جنگ دیکھی ہے دہشت
طاری ہے کیا چاہتی ہو ہم سب قتل کر دیئے جائیں ہمارے گھر جلا دیئے جائیں۔ خبردار
ابھی کسی تدفین کا دفن کا نام نہ لو آپ کہیں گے کیسے لوگ تھے فرزند رسول کا لاشہ
نہیں دفناتے۔ عزیزو وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلاً فطرت میں تبدیلی آنے والی نہیں ہے۔ آپ
اپنے ماحول کو دیکھ لیجئے قتل وغارت گری ہوتی ہے کسی بیچارے کا لاشہ بوری میں
پھینک گئے کسی کو گھر کے آگے ڈال گئے مار گئے۔ سب سے پہلے وہ جس کے گھر کے آگے
لاش پڑی تھی تالا لگا کے بھاگ جاتا ہے کہ پولیس تو پہلے میرے گھر والوں کو اٹھا کے
لے جائے گی پولیس نہیں تو وہ دوسرے لے جائیں گے وہ سفاک قاتل وہ مجھے مار دیں
گے۔ آپ کو تو کھانے کی ضرورت ہی نہیں آپ بہت اچھی طرح ان مسائل کو سمجھتے
ہیں برسوں ہو گئے آپ کو یہ کھیل دیکھتے ہوئے کہ کتنا خوف اور دہشت طاری ہو جاتا
ہے لوگوں پر مرجائے قتل کر دیا جائے تو گن پوائنٹ پہ یہ کہہ دیا کہ خبردار جو F.I.R
کٹی کسی کے نام پر گھر لٹ گیا مگر خاموش ہے بیچارہ لاش لئے بیٹھا ہے یعنی جانتا ہے کہ

قاتل کون ہے لیکن اس کا نام نہیں لے سکتا ہے تو فطرت کیا ہے وہی فطرت چلی آرہی ہے۔ دہشت زدہ ہیں لوگ نہ بابا ہم نہیں جائیں گے کیا چاہتی ہو قتل کر دیئے جائیں مار دیئے جائیں گھر جلا دیئے جائیں ہم نہیں نکلیں گے آج بھی یہی ہوتی ہے نا گھروں کو لوٹ لیا جاتا ہے آگ لگا دی جاتی ہے اچھا یہ مخالف ہے اڑا دو اسے مار دو اسے۔ وہی فطرت چلی آرہی ہے لہذا مردوں نے منع کر دیا ہم نہیں جائیں گے عورتیں جمع ہوئیں کیا کیا جائے کوئی بی بی کہتی ہے سنو حسینؑ نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر تمہارے مرد راضی نہ ہوں تو تم ہمارے لاشوں کو دفنانا سب عورتوں نے اقرار کیا کہ ہاں ہم نے وعدہ کیا تھا اب ان عورتوں نے کیا کیا کدال بیلچے پھاوڑے لئے اور اپنے گھروں سے نکل پڑیں۔ جلوس کی صورت میں کربلا کے میدان کی طرف ادھر عورتیں نکلیں ادھر چھوٹے چھوٹے بچے پیچھے پیچھے ہم نے بھی تو وعدہ کیا تھا۔ حسینؑ سے ہم بھی جا کے ان کی مدد کریں گے ہم نے بھی تو وعدہ کیا تھا حسینؑ سے ہم بھی جا کے ان کی مدد کریں گے ہم نے بھی تو وعدہ کیا تھا دفنانے کا لاشے۔ عزادارانِ حسین یہ عورتیں اور بچے میدان کی طرف دوڑنے لگے اب مرد باہر نکلے مردوں کی غیرتیں جاگیں ان کی حمیتیں جاگیں یہ کیا ہوا دیکھو ہمارے دونوں طرف موت ہے اگر ہماری عورتوں نے یہ کام کیا تو ہم ذلت کی موت مر جائیں گے اور اگر ہم دفناتے ہیں شہدا کی لاشوں کو تو ابن زیاد ہمیں قتل کرا دے گا بس موت تو دونوں صورت میں ہے ایک عزت کی موت ایک ذلت کی موت ہے۔ ایک موت ایسی ہے کہ مر بھی جائیں گے ذلیل و رسوا ہو کر اور ہماری شفاعت بھی نہیں ہوگی جہنم میں ڈالے جائیں گے، ایک عزت کی موت ہوگی کہ ہم سرخ رو ہو جائیں گے لہذا ان کے سب مرد دوڑے ان کی غیرتیں جاگیں اپنی اپنی عورتوں کے سروں پر چادریں ڈالیں چلو گھر واپس ہم زندہ ہیں کیسے ہو سکتا ہے تم میدان میں آؤ تم

میدان میں آؤ عزادارانِ حسین بس کسی مسلمان کی غیرت نہیں جاگی کتنے مسلمان ہیں ہزاروں لاکھوں اور رسولؐ کی بیٹیاں بے پردہ بازاروں میں جا رہی ہیں۔ ان مردوں کی غیرت جاگی جب ان کی عورتیں بے پردہ بازاروں میں نکلی ہیں۔ گھروں میں بھیجا ان کو خود چلے کربلا کی طرف گنج شہیداں کی طرف وہاں پہنچے اور پہنچنے کے بعد وہاں کچھ افراد کی ڈیوٹی لگا دی کہ کوفے کی طرف سے لشکر آئے تو اطلاع دے دینا اب یہ وہاں پہنچے ابھی چاہتے ہیں کہ قبریں کھودنے کا انتظام کریں کہ مخبر دوڑا دوڑا آیا اور اس نے کہا کہ کوفے کی طرف سے کوئی سوار تیزی سے آرہا ہے کوئی سوار تیزی سے چلا آرہا ہے یہ ہوشیار ہو گئے بلکہ انہوں نے اپنے ہتھیار بھی سنبھال لئے کہتے ہیں کہ اگر ابن زیاد کی طرف سے ہے کوئی تو ہم پہلے اس کو قتل کر کے پھر دفن کریں گے لاشے مگر اب ضرور دفنائیں گے حسین اور اس کے ساتھیوں کے لاشے لیکن جب تھوڑی سی دھول ہٹی تو دیکھا کہ ایک سوار ہے جو چلا آرہا ہے اور جب سوار نزدیک آیا تو بنی اسد کے لوگ حیران ہو گئے کہ ایک لاغر اور بیمار مرد جس کے گلے میں طوق خار دار جس کے ہاتھ رسیوں سے بندھے ہوئے اور جس کے پیروں میں زنجیریں چلا آرہا ہے بڑی مشکل سے یہ آیا ہے۔ اور یہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو کہا کہ دیکھو بھائیوں میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں کہا کہ آپ ہماری کیا مدد کریں گے کہا کہ دیکھو تمہیں قبریں بنانے کی ضرورت نہیں ہے ان کی قبریں تیار ہیں بس میں جہاں جہاں بتاتا جاؤں وہاں سے مٹی ہٹاتے جاؤ ایک جگہ نشاندہی کی اس آنے والے مریض نے انہوں نے تھوڑی سی مٹی ہٹائی ایک قبر نمودار ہو گئی کہا کہ دیکھو اس قبر میں اس لاشے کو اتارنا ہے کس لاشے کو جس کا جوڑ جوڑ کربلا کے میدان میں الگ ہے دو ہی لاشے تو پامال ہوئے ہیں ناں کربلا میں ایک حسن کے لال قاسم کا لاشہ اور ایک زہرا کے لال حسینؑ کا لاشہ اس طرح سے پامال کیا گیا تھا

کہ پہلے تیروں سے چھلنی پھر گھوڑے کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا تھا کہ روایات میں زیارتوں میں یہ جملے ہیں کہ جس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا گیا قطع قطع کر دیا گیا وہ حسینؑ۔ عزادارو! آنے والے نے ان سے کہا کہ دیکھو ہاتھ نہ لگانا بس مجھے ایک کپڑا لا دو بڑا سا ایک بوری کا ٹکڑا لا کے دیا اور اس آنے والے نے ایک ایک ٹکڑے کو اٹھا کر اس کپڑے پر رکھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس انداز میں کہ ایک بے سر کا لاشہ ترتیب پا گیا اور پھر اس کپڑے کے دونوں پہلوؤں کو پلٹا تو اس نے اس جسم کو ڈھک لیا اس کے بعد یہ آگے بڑھے کہ اب مدد کریں قبر میں اتارنے کے لئے پھر روک دیا کہا کہ بھائیوں میرے پاس نہ آنا میری مدد کرنے والے پہنچ گئے جو اس جسم اطہر کو قبر میں اتاریں گے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہمیں لوگ نظر تو نہیں آتے لیکن ہم نے محسوس کیا کہ اس بیمار اور لاغر شخص کی مدد کی جارہی ہے اور عزیزوں ایک اور گواہی دی کہ جب یہ ٹکڑے جمع کر رہا تھا تو اس کا طوق بھی ٹوٹ کے گردن سے گر گیا اس کی رسیاں بھی ٹوٹ گئیں اس کی زنجیریں بھی ٹوٹ کے اس کے بدن سے الگ ہو گئیں اور بڑی مشکل سے یہ قبر میں اترا اور قبر میں اترنے کے بعد پہلے اس نے اپنا سر اس لاشے کے سینے پر رکھا اور پھر گلوئے بریدہ پر اپنا رخسار رکھ دیا کٹی ہوئی گردن پہ اپنے رخسار رکھ دیئے اور زار وقطار رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد قبر سے باہر آیا اور پھر کہتا ہے بھائیوں مجھے سہارا دے کر نہر تک لے چلو اس بیمار و ناتواں شخص کو بنی اسد کے لوگوں نے سہارا دیا نہر کے کنارے ایک اور لاشہ پڑا ہے جس کے بازو نہیں ہیں اور یہ ہائے چچا کہہ کے اس لاشے کے سینے پر گرا کہا ہائے میرا چچا ہائے میرا چچا عباس قریبی زمین کی طرف نشاندہی کی۔ بنی اسد کے لوگوں نے ذرا سی خاک ہٹائی قبر نمودار ہوئی یہ لاش بھی اس بیمار نے کچھ غیر مرئی طاقتوں کی مدد سے نہ نظر آنے والی ہستیوں کی مدد سے قبر میں اتاری۔ دیر تک اس کا بھی

ماتم کرتا رہا۔ مٹی سے قبر کو برابر کیا تو یہ کہتا ہے کہ ایک بڑی سی قبر بنالو اور تمام شہداء کو اس میں دفن کر دو عزاداران حسینؑ پھر واپس پہلی قبر کی طرف آیا روایت کہتی ہے کہ دائیں طرف ایک قبر نمودار ہوئی بائیں طرف ایک قبر نمودار ہوئی ایک قبر میں ۱۸ سال کے کڑیل جوان کو اور ایک قبر میں چند ماہ کے شیر خوار کو کسی کے بدن پر سر نہیں لیکن دفنا دیا اور اس کے بعد درمیان کی قبر پر اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے مٹی میں "**ھذا قبر حسین ابن علی ابن ابی طالب**" یہ قبر حسینؑ ابن علی ابن ابی طالب کی ہے۔ بنی اسد کے لوگ سمجھ تو گئے کچھ کچھ پھر بھی گریہ وزاری کر کے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ آپ اپنا تعارف تو کرا دیجئے ہمیں کہ آپ کون ہیں بس ایک بار اس نے اپنے آپ کو اس قبر پر گرا دیا اور رو کر کہتا ہے کہ میں اس حسینؑ کا بیٹا علی ہوں کہ جس کا پیاسا گلا جدا کر دیا گیا اس کے تن سے میں اس حسینؑ کا بیٹا ہوں جس کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کر دیا گیا۔ میں اس حسینؑ کا بیٹا ہوں جس کے جسم نازنین کو گھوڑے کی ٹاپوں تلے پامال کر دیا گیا۔ جس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا گیا میں اس حسینؑ کا بیٹا ہوں کہ جس کے قتل کے بعد اس کے خیام کو آگ لگا دی گئی اور اس کے حرم کو بے کجاوہ اونٹوں پر سر برہنہ پا برہنہ بازاروں میں پھرایا گیا۔

"اَلَا لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً (سورۂ احزاب آیت ۲۳)

عزیزان محترم! کل ایک نوجوان نے ایک سوال دیا تھا حضرت امیر مختار کے بارے میں کہ جناب محمد حنفیہ کو انہوں نے امام مہدی بتایا اور امیر مختار نے اپنے آپ کو ان کا وزیر پیش کیا اور ثابت بھی کیا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پتہ نہیں کہاں یہ واقعہ انتقام شہید کربلا لیتے وقت پیش آیا۔ میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں کل عرض کر چکا ہوں کہ یہ پروپیگنڈہ ہے بکواس ہے جھوٹ ہے نہ انہوں نے کسی کو امام مہدی بتایا نہ اپنے آپ کو کسی کا وزیر بتایا یہ سب بنو امیہ کا پروپیگنڈہ ہے اور سوالات کے بارے میں عرض کر دوں کہ بہت سارے سوالات ایسے آجائیں گے کہ جن کا خود بخود آئندہ مجالس میں جواب آجائے گا ابھی تو ہم نے شروع کیا ہے۔ سوالات آپ دیتے جایئے گا میں جمع کرتا جاؤں گا آخری مجلس میں ان کے جوابات دوں گا۔ (یہ جملے مذاق کے طور پر ادا کئے گئے تھے) تاکہ مجھے بھی آسانی رہے اس کے بعد پھر مجھے دوسرے دن آنا ہی نہیں ہوگا۔ سوالات جمع کرتا جاؤں گا بیس محرم کی جو آخری مجلس ہے اس میں جواب دوں گا تاکہ دوسرے دن آپ مجھے پکڑ ہی نہ سکیں۔ خوب عزیزان محترم مومنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں کہ خدا سے جو عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اپنے قول کو پورا کرتے ہیں اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں ان میں سے کچھ اپنے وعدے کو پورا کر کے جا چکے ہیں اور کچھ اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں مومنین میں سے کچھ، سارے

نہیں ہیں وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً اُس میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے یہی طریقہ کار چلتا رہے گا۔ دعویٰ کرنے والے بہت سارے ہوں گے عہد کرنے والے بہت سارے ہوں گے لیکن اس کو پورا کرنے والے وقت ضرورت بہت کم نکلے۔ آج کیونکہ موضوع ہی تاریخ امیر مختار ہے لہٰذا تھوڑا سا خاکہ قیام سے قبل کا اگرچہ آپ دس دن میں سن چکے۔ کچھ واقعات جناب مسلم کی شہادت بھی آپ ۹ ذوالحج کو سن چکے ہیں نہ تو شہادت پیش کروں گا نہ واقعات کی تکرار موضوع کیونکہ چل رہا ہے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے بات ذرا پہلے سے شروع کر دوں گا تاکہ واقعات کا تسلسل قائم رہے اس لئے میں تھوڑا سا پس منظر پیش کروں گا کہ جس میں جناب مسلم ابن عقیل کی شہادت واقع ہوئی تو اس وقت یہ سب کہاں تھے آخر کوفہ ایسا نہیں تھا کہ پورا کوفہ ہی بد عہدوں کا تھا سب نے بیعت توڑ دی تھی۔ جناب حبیب ابن مظاہر وہیں ہیں جناب عابس ابن ابی شبیب شاکری وہاں ہیں، جناب مسلم ابن عوسجہ وہاں ہیں جناب مختار بھی وہاں ہیں تو جب جناب مسلم کی شہادت واقع ہوئی تو یہ سب کہاں تھے حالانکہ کربلا میں دیکھئے جناب عابس ابن ابی شبیب شاکری موجود ہیں شہید ہوئے۔ جناب مسلم ابن عوسجہ کربلا پہنچ شہید ہوئے، جناب حبیب ابن مظاہر کربلا پہنچ شہید ہوئے آخر ایک تسلسل ہے ناا چانک تو درمیان میں کردار نہیں آگئے کہ حسینؑ نے خط بھیجا اور وہ پہنچ گئے بھئی پہلے بھی تو تھے یہ لوگ کیا چاہنے والوں میں نہ تھے۔ اچانک خط پہنچا تو چاہنے لگے۔ جناب مسلم پہنچے تو آخر ان کا کیا کردار رہا انہیں نے کس انداز میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ کیا ہوتا رہا اس لئے ضروری ہے کہ تھوڑا سا پس منظر پیش کر دیا جائے۔ آپ کے سامنے تو عزیزان محترم جب یہ بیعت کا سوال اٹھا تو جناب سید الشہداء نے مدینہ چھوڑا اور مکے پہنچے۔ مکے میں ابھی ہیں کہ کوفے سے خطوط آنا شروع ہوگئے۔ یہ خیال رکھئے کہ

مدینے میں فوراً ہی کوفے سے خطوط آنے شروع نہیں ہوگئے تھے مدینہ تو چھوڑنا پڑا۔ جناب سید الشہداء کو اس لئے کہ یا تو بیعت کریں یا سفر کریں اور دوسری طرف مدینے کے والی ولید بن عتبہ جسے یزیدؒ کی طرف سے حکم ہے کہ یا تو حسین سے بیعت لے لو اور نہیں مانیں تو سر قلم کرکے بھیج دو۔ امام عالی مقام بیعت سے انکار کر دیتے ہیں اور ولید بھی نہیں چاہتا کہ فرزند رسولؐ کے خون سے ہاتھ رنگین کرے تو اب امام درمیان کا راستہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ مدینے سے رخت سفر باندھ لیتے ہیں ادھر امام مدینے سے نکلنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں ادھر مملکت اسلامی میں امیر معاویہ کی موت اور یزید کی تخت نشینی کی خبر پھیل گئی۔ کوفہ میں جلسے شروع ہوگئے کہ ہم کیا کریں؟ ہم اہلبیت کے چاہنے والے ہیں ہم مولاؑ کی بیعت میں رہے۔ امام حسنؑ کے ساتھ دیا اور اب ہمارا امیر وہی ہونا چاہئے جو وارث حقیقی ہے رسولؐ کا لہٰذا اس سلسلے کا پہلا جلسہ جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں ہوا جن کی عمر ہے نوے سال کے لگ بھگ اس وقت ان کے گھر میں جلسہ ہوا اور جو چیدہ چیدہ افراد تھے بڑے بڑے سردار تھے کوفے کے وہ جمع ہوئے نامور جو لوگ تھے وہ جمع ہوئے اور جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے مسئلے کو سامنے رکھا اور کہا کہ بھئی دیکھو مسئلہ یہ ہے کہ اب یزید جیسا فاسق اور فاجر مسلط ہوگیا ہے اور یہاں پر نعمان بن بشیر اس کی طرف سے والی ہے جو کمزور تھا اس وقت یہ یہاں پر والی ہے اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہم اس کو اپنا امیر بنائیں یا اپنا الگ انتخاب کریں تو لوگوں نے کہا کہ ہمارا امیر تو ایک ہی ہے اور وہ فرزند رسولؐ ہے یعنی حسینؑ ابن علی ہم تو اس کے ساتھ رہیں گے جیسا وہ کہیں گے ہم اس کی بیعت کریں گے اس کی سپاہ میں رہیں گے اس کا ساتھ دیں گے اور لوگوں نے بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا شروع کیں تو جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے حقیقی صورت حال کو پیش کیا کہ دیکھو

حسینؑ کے سوا کوئی وارث نہیں ہے لیکن تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو کہ اس کا ساتھ دینا چاہئے لوگوں نے بڑھ بڑھ کر جیسا کہ اندازہ ہوتا ہے لوگوں کا تقریریں کرنا شروع کر دیں کہ ہم ساتھ دیں گے اور اس کے سوا کوئی نہیں وہی ہمارا امیر ہے وہی ہمارا قیادت کرنے والا وہی ہمارا قائد ہے وہی ہمارا رہبر ہے اور ہمیں فوراً ان کو خط لکھنا چاہئے بلکہ آپ ہم سب کی طرف سے خط لکھ دیں۔ امام کو کہ آپ فوراً یہاں تشریف لے آئیں اور پورا کوفہ آپ کے ساتھ ہے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور یزید فاسق کے خلاف قیام کریں گے اب جناب سلیمان نوے سال کی عمر ہے لوگوں کے مزاج کو سمجھتے ہیں کوفے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتے رہے کہ کوفیوں نے مولائے کائناتؑ کے زمانے میں امام حسنؑ کے زمانے میں کس قسم کا کردار ادا کیا ہے وہ ان کے سامنے ہیں وہ سارے تجربات ہوتے ہیں ناں لوگوں کے جانتے ہیں۔ اس لئے ماضی کے تجربات کی روشنی میں آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو اتنے جذباتی نہ بنو ایک دم سے جذبات میں نہ آجاؤ۔ آپ دیکھتے ہیں ناکہ کوئی واقعہ ہوگیا ایک دم سے جذبات میں آجاتے ہیں لوگ۔ یہ درست نہیں ہے اس لئے سلیمان کہتے ہیں ایک دم سے جذباتی نہ بنو غور کرو سنجیدگی سے اس مسئلے پر یہ مسئلہ نازک ہے یہ مسئلہ آسان نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو یہ سوچ لو کہ ہم امام کو بلائیں اور امام آجاتے ہیں چل پڑے وہاں سے یہاں پہنچ جاتے ہیں اور اس کے بعد تم نے ساتھ چھوڑ دیا تو پھر کیا ہوگا پھر تم نے اگر بیعت توڑ دی تو کیا ہوگا اب جناب یہ کوفے کے لوگ چلا اٹھتے ہیں کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ہم اپنے امام کا ساتھ چھوڑیں گے ہم اپنی بیعت سے پھر جائیں گے ہم اپنے عہد کو توڑ دیں، قسمیں کھا کھا کے ایک ایک آدمی کھڑا ہو رہا ہے تلواریں نکال رہا ہے خدا کی قسم یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا جان قربان کر دیں گے، مال قربان کر دیں گے۔ یعنی الٹا دباؤ میں لے آئے۔ جناب

سلیمان بن صرد خزاعی کو کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو تم میں وہ ہمت نہیں رہی تم میں وہ جذبہ نہیں رہا ہم تو اپنی جان لٹانے کا اور امامؑ کی نصرت کا جذبہ اور شوق رکھتے ہیں۔ سلیمان بن صرد خزاعی کہتے ہیں کہ نہیں بات ٹھیک ہے میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں احترام کرتا ہوں تمہارے جذبات کا لیکن ایک مسئلہ جو میرے ذہن میں آرہا ہے کہ اگر امام آگئے اور تم نے ساتھ چھوڑ دیا تو کیا ہوگا۔ پھر ہم زمانے میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے جہاں میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہیں گے لیکن جناب سب نے نصرت اور حمایت کا یقین دلایا ان بیعت کرنے والوں میں جو سب سے پہلے کھڑے ہوئے جناب حبیب ابن مظاہر بھی تھے آپ نے جناب سلیمان سے کہا کہ سلیمان میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ امام یہاں پر تشریف لائیں گے تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ تم مولاؑ کو خط لکھو میرے نام سے خط لکھو کہ میں آخری وقت تک ان کا ساتھ دوں گا، جان لٹانے تک یہ عہد کرتا ہوں جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے اس وقت تک میں جہاد کروں گا جب تک روح میرے جسم میں ہے میں جہاد کروں گا پھر جناب عابس بن ابی شبیب شاکری آگے بڑھے۔ انہوں نے بیعت کی اور انہوں نے کوفیوں کے جذبے کو دیکھتے ہوئے جناب سلیمان سے کہا کہ آپ خط لکھئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ جناب مسلم بن عوسجہ اور چیدہ چیدہ افراد ھانی ابن عروہ جب ان تمام کے تمام افراد نے بھی حمایت کی تو جناب سلیمان کو اطمینان ہوا۔ جب انہوں نے ان چہروں کو دیکھا کہ جو آزمائے ہوئے ہیں معتبر ہیں مستند ہیں اور یہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور پھر محمد ابن اشعث منافق کا بیٹا یہ پورا منافقین کا خاندان ہے۔ محمد ابن اشعث اس کا تعارف میں آپ سے یوں کرادوں کہ اشعث ابن قیس کا بیٹا اشعث ابن قیس، جس نے صفین میں غداری کی مال اور دولت لیا، رشوت لی اور امیر معاویہ

سے مل گیا تھا یعنی پہلے ہی سے خط و کتابت تھی اور معاویہ سے وعدہ کر چکا تھا کہ جب جنگ میں موقعہ آئے گا تو وہ علی کا ساتھ چھوڑ دے گا اور معاویہ کے ساتھ آجائے گا اور ایسے ہی ہوا تھا کہ جب سفیانیوں نے یعنی معاویہ کے لشکر نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا تو اشعث جنگ بند کرنے کا مطالبہ کرنے والوں میں پیش پیش تھا۔ واقعات آپ سنتے رہتے ہیں اس لئے میں واقعات کی تکرار نہیں کرتا اس انداز میں کہ جس انداز میں آپ سننے کے عادی ہیں۔ میں نے صرف اس لئے اشارہ کر دیا ہے کیونکہ مجھے آگے بڑھانا ہے مطلب کو تو صفین میں جب قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا تو چند منٹ رہ گئے تھے جب مالک اشترؓ جنگ کا فیصلہ کرنے والے تھے ان بزدلوں نے عمرو بن العاص کے مشورے پر قرآن نیزوں پر بلند کیا تو یہی وہ موقع تھا جس موقع کا عمرو بن العاص نے اشارہ دے رکھا تھا۔ اشعث بن قیس کو کہ ایسے موقع پر علی کے لشکر سے تم کو الگ ہو جانا ہے۔ اب یہ دس ہزار کے ساتھ علیحدہ ہو گیا اور کہتا ہے نہیں ہم قرآن کے خلاف جنگ نہیں کریں گے کیونکہ پہلے ہی اس کا لین دین ہو چکا تھا معاملہ پٹ چکا تھا۔ دین کا سودا ہو چکا تھا معاویہ کے ساتھ۔ تو اس نے عین موقع پر غداری کی اور اس کے حامی سپاہیوں نے خود ہی امام کے خیمے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جیسا کہ امام حسنؑ کے ساتھ ہوا تھا یہ ہے اشعث بن قیس اسی کا بیٹا محمد بن اشعث اور اسی اشعث بن قیس کی بیٹی ہے۔ جعدہ بنت اشعث جس نے امام حسنؑ کو زہر دیا، زہر ہلاہل یہ پورا خاندان منافقین کا خاندان یہ محمد ابن اشعث اور عمرو ابن حجاج یہ بھی خط لکھنے والوں میں شامل ہیں۔ یہ خط لکھنے والوں میں بھی شامل اور کربلا میں عمر سعد کے لشکر میں بھی شامل۔ جناب مسلم کو شہادت کے درجے تک پہنچانے والا اور گرفتار کرنے والا بھی محمد ابن اشعث خط لکھنے والا بھی۔ اب دیکھیں کردار سامنے رکھتے آپ لوگوں کے۔ کہ کتنے قسم کے افراد عوام میں ہوتے

ہیں جوش وجذبہ بھی دکھاتے ہیں بعد میں سودے بازی بھی کرتے ہیں، مفادات بھی حاصل کرتے ہیں، قوم کو لاکر بیچ منجدھار میں چھوڑ بھی دیتے ہیں اور پھر قوم کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔ یہ بے چاری کبھی کسی کے پیچھے جارہی ہوتی ہے اور کبھی کسی کے پیچھے، کوئی اتنے بڑے مجمع کے باوجود ان کا پرسان حال نہیں ہوا کرتا ایسا ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگ اپنے ضمیر کا سودا کرلیں تو کچھ لوگوں کو تو فائدہ ہو جاتا ہے ان کو تو مال دنیا مل جاتا ہے ان کو تو مقام مل جاتا ہے ان کو پروٹوکول مل جاتا ہے لیکن پوری قوم کا ستیاناس ہو جاتا ہے تو اب یہ پہلا جو خط لکھا ہے یہ ڈیڑھ سو افراد کے دستخط سے جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے کے میں امام کو لکھا ہے اور اس میں شرعی پہلو بھی روشن کر دیا ہے کہ کیونکہ آپ امامؑ برحق ہیں ہم صرف آپ کے مطیع ہیں ہم صرف آپ کے فرماں بردار ہیں اگر آپ نے ہماری قیادت نہ کی تو ہم خدا کے بارگاہ میں شکایت کریں گے یعنی امام پر حجت تمام کر رہے ہیں ہم آپ کے ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں جب ساتھ دینے کے لئے لوگ موجود ہیں تو پھر امامؑ پر قیام کرنا ضروری ہو گیا ناں، امام کو تو آنا ہے میدان میں اور پھر خط بھیجا اور پھر ڈیڑھ سو افراد خود کوفے سے گئے کے یقین دلانے کے لئے امامؑ کو اور اس میں اچھے لوگ بھی ہیں مومن بھی ہیں، بہادر بھی ہیں، دلیر بھی ہیں سب کو تو نہیں معلوم کہ آگے چل کر لوگ ساتھ چھوڑ جائیں گے یہ تو میدان کارزار میں معلوم ہوتا ہے کہ کتنے اپنے قول کی پابندی کرتے ہیں اور کتنے پشت دکھاتے ہیں کسی کے چہرے پر یہ نہیں لکھا ہوتا کہ کون نعرہ لگا کر آگے بڑھے گا اور کون نعرہ لگا کر پیچھے بھاگے گا تو جب جنگ شروع ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ آگے بڑھنے والا ہے کہ پیچھے ہٹنے والا ہے پھر پتہ چلتا ہے مگر اس سے پہلے تو سارے مومن تھے احد میں جب سخت مرحلہ آیا تو پتہ چلا کہ جان بچانے کے لئے کتنے پہاڑ کی چوٹیاں سر کرتے رہے ادھر بھاگتے رہے، ادھر پناہ

کی جگہیں ڈھونڈتے رہے مدینہ کا راستہ نہیں نظر آتا تھا تو مشکل حالات میں معلوم ہوا کہ میدان میں ٹکنے والے کتنے تھے ایسا صرف احد میں نہیں بلکہ احد تو ایک آئینہ ہے کتنے ہی مقامات اور زمانوں میں بالکل ایسے ہی مناظر دیکھنے میں آئے ہیں۔ پہلے بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا جاتا ہے نعرے بازیاں کی جاتی ہیں لیکن جب مشکل حالات پیش آجاتے ہیں تو پھر گلیاں ڈھونڈتے ہیں جائے پناہ تلاش کرتے ہیں نام بدلتے ہیں۔ اصل میں انہیں اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ جھگڑے میں کیا ہوتا جنگ میں کیا ہوتا ہے۔ شاید ایسے ہی لوگوں کی پہچان کے لئے مبارزے وجود میں آتے ہیں۔ پس میرا دل چاہ رہا ہے کہ اس موقع پر شہید مصطفیٰ چمران کا ایک قول نقل کر دوں ایک عارف باللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ جس نے لبنان میں بھی جہاد کی بنیاد ڈالی اس کی بنیاد پر آج آپ دیکھیں لبنان کے مجاہدین نے کس طرح سامراجیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ تھوڑے سے مجاہدین نے چند ہزار چند سو مجاہدین نے بتا دیا کہ معرکۂ وجود کثرت سے نہیں حوصلوں سے جیتا جاتا ہے۔ شہید مصطفیٰ چمران لبنان کے مجاہدین کو بھی منظم کرتا ہے اس کے بعد جمہوری اسلامی کا وزیر دفاع بھی رہا اور محاذ جنگ پر ہی مارا گیا وہ ایک جملہ کہتا ہے عجیب بات کہتا ہے۔ یہ جملے وہی کہہ سکتے ہیں جو معرفت رکھتے ہیں عرفان وآگاہی رکھتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب شیپور جنگ بجتا ہے طبل جنگ بجتا ہے جنگ کا نقارہ بجتا ہے اس کی ایک بڑی خوبی ہے اس میں ایک بڑی خوبی ہے جب تک نقارہ جنگ نہیں بجتا کچھ پتہ نہیں چلتا ہر آدمی خوش فہمی کا شکار ہوتا ہے۔ بلند وبانگ دعوے کر رہا ہوتا ہے لیکن جب شیپور جنگ بجتا ہے تو یہ مرد کی نامرد سے تشخیص کر دیتا ہے بہادروں اور بھگوڑوں کو پہچان کرا دیتا ہے یہ اس نقارہ کی خوبی ہے یہ بجنا چاہیئے انسانوں کی زندگی میں یہ طبل ضرور بجنا چاہیئے تاکہ پتہ چل جائے کہ اپنے گھر میں اپنے اجتماعات میں اپنے

لوگوں میں دعوے کرنا اور بات ہے اور میدان مین دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ جانا اور بات ہے۔ جب تک میدان پیش نہیں آتا اس وقت تک پتہ نہیں چلتا۔ تو اب یہ ڈیڑھ سو افراد کا کارواں پہنچا خود امام کی خدمت میں کہے ہیں ان خطوط اور ان وفود کے جواب میں کہ جن سے کوفیوں کے جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ امامؑ نے اپنے سفیر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل کو اپنے نائب کو بھیجا مسلم تم میری نیابت کروگے اور کوفے جاؤگے اور ان کو خط بھی دے دیا کوفے والوں کے نام کہ دیکھو کوفے والو مجھے تمہارے خط ملے تمہارا پیغام ملا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو اپنے قول کے پکے ہو میرا دفاع کروگے میرا ساتھ دوگے میرے ساتھ قیام کروگے تو میں تیار ہوں قیام کرنے کے لئے میں آرہا ہوں تمہاری طرف لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے ثبوت کے طور پر میرے بھائی مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرو اور میرا بھائی مجھے تمہاری وفاداری کا یقین دلائے مجھے اطلاع دے پھر میں تمہاری طرف آؤں گا یہ ہے خلاصہ اس خط کا جو امامؑ نے کوفیوں کے نام لکھا جبکہ جناب مسلم کو سفیر بنا کر بھیجا اور ان کے حوالے کیا۔ یہ خط آپ لے کر جایئے جناب مسلم بن عقیل واپس مدینے آئے اپنے دونوں بچوں کو مدینے چھوڑ کر گئے تھے ساتھ لیا۔ یاد رکھئے جناب مسلم کے چار بیٹے تھے دو جوان تھے جو کربلا میں میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور دو کمسن تھے۔ ابراہیم اور محمد ان کو ساتھ لیا سفر کیا اس سفر کی ایک الگ داستان جو آپ سنتے رہتے ہیں۔ ذی الحج کے مہینے میں۔ عزیزان محترم آپ کو معلوم ہے سب سے پہلے جس کے گھر مہمان بنے وہ کون ہیں۔ جناب مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی، جناب مختار نے کوفے کے باہر آکے استقبال کیا اور جناب مسلم کو اپنے گھر لے کر گئے اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ جناب امیر مختار نے مسلم کو۔ اور وہیں سے بیعت کا آغاز ہوا پھر شام کو جلسہ ہوا کوفے کی مسجد

میں اور لوگوں نے جناب مسلم کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔ روایات میں ہے کہ اٹھارہ سے بیس ہزار لوگوں نے بیعت کرلی۔ تمام کے تمام نے امام کے نائب کے ہاتھ پر بیعت کرلی یہاں پر مسلم بن عمر باہلی یا مسلم بن عبداللہ خط لکھتا ہے۔ یزید کو یزید کا جاسوس ہے جاسوس تو ہر جگہ بیٹھے ہوتے ہیں نا ہر جگہ وہ چیزیں لکھ رہے ہوتے ہیں کس نے کیا کہا کس نے کیا کہا، کون حکومت کا حامی کون مخالف پھر اوپر پہنچاتے ہیں خوش ہوتے ہیں۔ دیکھو آج ہم نے کتنی اچھی خبر دی ہے پھر کچھ انعام کے طور پر ان بے چاروں کو مل جاتا ہے خیر ان کی بھی روزی لگی ہوتی ہے۔ اسی بہانے ان کی گاڑی چل رہی ہوتی ہے تو اب اس نے یزیدؒ کو خط لکھا کہ کیا غضب کر رہا ہے تو تیرا مقرر کردہ کوفہ کا والی نعمان بن بشیر بہت کمزور ہے کوئی اس کی نہیں سنتا اس کی کچھ نہیں چلتی۔ یہاں پر مسلم بن عقیل آگئے ہیں اور ہزاروں لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں اور ایک فتنہ عظیم تیرے خلاف برپا ہونے والا ہے کسی سخت آدمی کو بھیج یہاں۔ جونہی یزیدؒ کو یہ خط ملا اس نے فوراً بصرے کے حاکم عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھا کہ میرا خط ملتے ہی فوراً کوفے کی ولایت سنبھال لے کوفے پہنچ کر اور اس سازش کو اس فتنے کو کچل اور مسلم بن عقیل اور جو بھی اس کے ساتھ شریک ہے اس کا سر کاٹ کے پہلی فرصت میں میرے پاس روانہ کر دے۔ ابن زیاد فوراً بصرے سے چلا اور اس نے پہلے ساری اطلاعات حاصل کرلیں کہ کوفے کے حالات بدل چکے اور اکثریت مسلم بن عقیل کی بیعت کر چکی ہے۔ مسلم بن عقیل اور کوفے میں جو خالص لوگ ہیں وہ مطمئن ہیں جو خالص شیعہ ہیں وہ مطمئن ہیں اب انہوں نے یہ کیا کہ وہ دوسرے علاقوں میں حمایت حاصل کرنے چلے گئے۔ جناب حبیب ابن مظاہر جناب مسلم ابن عوسجہ اور دوسرے افراد جن میں عابس ابن ابی شبیب شاکری شامل ہیں۔ یہ حضرات گاؤں دیہاتوں میں

پھیلے کہ اب لشکر کو بڑھایا جائے۔ کیونکہ امام کے سے چل پڑے خبر مل گئی کے سے چل
پڑے ہیں اب یہ جانثار کوفہ کے اطراف پھیل جاتے ہیں جگہ جگہ جاتے ہیں اور پیغام
دیتے ہیں لوگوں کو جمع کرتے ہیں اکھٹے کرتے ہیں مدد کے لئے ادھر یہ نکلے ادھر ابن زیاد
نے سازش کی اور رات کے وقت اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ کالا عمامہ سر پہ باندھا
عمامہ کی تحت الحنک سے منہ کو چھپایا اور عجیب شان سے شام کے وقت کوفے میں
داخل ہوا اور اس کے ایجنٹوں نے پہلے سے کوفہ میں افواہ اڑا دی کہ حسینؑ ابن علیؑ
آ رہے ہیں کوفے پہنچ رہے ہیں اس کے ایجنٹوں نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا۔ آپ
جانتے ہیں ناں ایک خبر کیسے اڑائی جاتی ہے یہاں پھلجڑی چھوڑی اور ابھی دیکھئے میرے
ملیر پہنچنے سے پہلے وہاں وہ خبر پہنچ چکی ہوگی بلکہ اضافوں کے ساتھ ایسی خبریں تو ایسے
پھیلتی ہیں کہ جیسے جنگل کی آگ پھیلی خیر یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن لوگوں کا
مزاج ہے بعض اوقات کسی کی دوستی یا دشمنی میں اڑائی جانے والی افواہ کیا قیامت
ڈھائی ہے اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے آپ۔ تو جیسے ہی یہ افواہ کوفے میں پھیلی تو
جناب پورا کوفہ استقبال کے لئے آگیا۔ تاریخی استقبال! لوگ پہچان تو نہیں رہے لیکن
یہی سوچ کر کہ امام عالی مقام ہیں استقبال کر رہے ہیں استقبالیہ نعرے لگا رہے ہیں
بیعت کا اعلان کر رہے ہیں۔ ایک جلوس کی صورت میں۔ اب ابن زیاد کو اندازہ ہو گیا
کہ سلسلہ کہاں تک ہے پھر کسی نے شاید مسلم ابن عمر باہلی نے کسی سے کہا ہے کہ یہ
جو آیا ہے یہ حسینؑ نہیں ہے یہ عبیداللہ ابن زیاد یزید کا نیا والی آرہا ہے کوفے میں۔
کوفے کا چارج لینے اس کا جو نام سنا تو اب سٹی گم لوگوں کی حواس باختہ ہوگئے۔ دو
دو، چار چار کر کے کھسکنا شروع ہوگئے۔ ابن زیاد سخت غصے کے عالم میں دارالامارہ پہنچا
اس نے کہا اعلان کرو جمع کرو لوگوں کو مسجد میں اس کے اعلان پر مسجد میں لوگوں کو

جمع کیا گیا اور خطبہ دیا۔ ابن زیاد نے خطبہ دیا کہ دیکھو میری عادت ہے کہ گناہگار کے
بدلے بے گناہ کو پکڑ لیتا ہوں دوست کے بدلے دوست کو جو سر نہیں اٹھائے گا مجھے
اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن جس نے سر اٹھایا جس نے مسلم کا ساتھ دیا تو میں اسے
نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے خاندان والوں کو پکڑ لوں گا، غائب کے بدلے حاضر کو
پکڑوں گا جیسے یہاں ہوتا ہے نا کہ بھاگ گیا اب اس کے گھر والوں کو اٹھا کے بند کر دیا
یہ ابن زیاد کے زمانے سے سنت چلی تھی یہ زیادی سنت ہے کہ بیٹا بھاگ گیا باپ،
ماں، بہن سب کو اٹھا کے تھانے میں بند کر دیا لو خود ہی آجائے گا روپیٹ کے۔ بھائی
بھاگ گیا دوسرے بھائیوں کو وہ نہیں ملتے بھانجے بھتیجوں کو جو ملتا ہے اس کو پکڑ کے
بند کر دو تو یہ ابن زیاد نے اعلان کیا کہ غائب کے بدلے میں حاضر کو پکڑ کے بند کر دوں
گا سر اڑانے میں دیر نہیں کروں گا مجھ سے زیادہ سفاک کوئی عامل نہیں ہے یزیدی۔ اب
کچھ اس کا بھی اثر ہوا لوگوں پر ادھر جیسے ہی ابن زیاد کے آنے کی خبر ملی جناب امیر
مختار سمجھ گئے اب جنگ ہوگی جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں تو فوراً جناب مسلم کو اپنے
گھر سے منتقل کیا۔ جناب ہانی ابن عروہ کے گھر یہاں سے وہ واقعات کہ جو مصائب کا
باب بن جاتے ہیں لیکن میں تاریخی تسلسل کو توڑنا نہیں چاہتا بلکہ مومنین تک
تسلسل کے ساتھ واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آخر جب جناب مسلم تنہا رہ گئے تو
مختار کہاں تھے جب مسلم کا حادثہ ہو گیا۔ حانی و مسلم شہید ہوگئے مختار کہاں تھے اس
وقت تک جنگ تو ہوئی نہیں تو جناب مختار گئے کہاں مسلم کی کیوں نہیں مدد کی۔
جناب مسلم کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ تاریخی واقعہ یہ ہے کہ مسلم کو حانی ابن عروہ کے
گھر چھوڑا اور خود فوراً دیہاتوں کی طرف یعنی اطراف کوفہ نکلے کہ میں لوگوں کو لاؤں دو
دن کے اندر اندر اور پھر ہم جنگ کریں حملہ کریں۔ ابھی ابن زیاد کو مارنا آسان ہوگا بعد

میں منتقل ہو جائے گا اور ادھر ابن زیاد عرض کر چکا کہ یزید نے اپنے سفاک ترین اور مکار ترین عامل کو بھیجا تھا۔ چھانٹ کے کوفہ میں۔ اس نے وہاں کے بڑے بڑے سرداروں کو پیغام بھیجا شروع کیا کہ ملنا چاہتا ہوں۔ ملاقاتیں شروع کیں اور ان ملاقاتوں میں تاثر یہ ڈال دیا ہے کہ وہ لشکر کل یا پرسوں شام سے پہنچنے والا ہے جو کوفے کو سنبھال لے گا۔ جناب مسلم حانی کے گھر میں روپوش ہیں۔ ابن زیاد فکر میں ہے کہ ان کا پتہ کیسے چلایا جائے معقل جو ابن زیاد کا غلام ہے اس کی ڈیوٹی لگائی کہ تو محب حسینؑ بن کے یہ ہزار درہم لے کر جا اور مسلم کا پتہ چلا۔ معقل مسجد میں آیا اور اپنے آپ کو محب اہلبیت ظاہر کر کے اور بصرے کا رہنے والا بتا کر لوگوں سے مسلم کا حال پوچھنا شروع کیا کچھ لوگ اسے جناب مسلم ابن عوسجہ کے پاس لے آئے۔ مسلم ابن عوسجہ اس کی باتوں سے متاثر ہو گئے پھر بھی دو ایک دن تک ٹالا۔ لیکن بالآخر انہیں یقین ہو گیا کہ اس طرح سے رو رہا ہے گڑ گڑا رہا ہے کہا کہ اچھا کل تجھے میں مسلم کے پاس لے کے چلوں گا معقل کو دوسرے دن حانی کے گھر لے گئے اور وہاں مسلم ابن عقیل سے ملوایا۔ معقل نے جناب مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ وفاداری کا یقین دلایا۔ اس طرح ابن زیاد کو پتہ چل گیا کہ ہانی ابن عروہ کے گھر پر بیٹھے ہیں۔ شریک اعور ہمدانی جو مریض تھے ابن زیاد نے ان کے گھر پیغام بھیجا کہ میں عیادت کے لئے آنا چاہتا ہوں شریک نے فوراً جناب مسلم کو پیغام بھیجا کہ آج ابن زیاد میرے گھر آ رہا ہے آپ اس کا کام تمام کر دیں اسے ختم کر دیں مسئلہ ختم ہو جائے گا لیکن جناب مسلم ہاں کرنے کے باوجود ایسا نہ کر سکے ان کی غیرت حمیت شجاعت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ چھپ کر وار کیا جائے جس پر شریک ناراض بھی ہو گئے اور کہا کہ آپ نے اتنا اچھا موقع ضائع کر دیا تو فرزند عقیل نے کہا کہ نہیں میری ہاشمی حمیت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ

میں چھپ کر اس پر وار کرتا بہر حال قدرت کو بھی یہی منظور تھا اور ابن زیاد کو بھی اندازہ ہو گیا تھا اور شریک تین دن بعد خود ہی بیماری کے سبب جاں بحق ہو گئے پھر ابن زیاد نے حانی کو پیغام بھیجا کہ تو میرا عزیز بھی ہوتا ہے اور اب تک مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ اگرچہ تو بیمار تھا مگر اب میں نے سنا ہے کہ صحت مند ہو گیا ہے۔ جناب ہانی کو دربار میں بلایا جاتا ہے ان کے کچھ ملنے ملانے والے بھی ساتھ ہو جاتے ہیں جن میں اسماء ابن خارجہ بھی شامل ہیں۔ پہلے ہانی دربار میں جاتے ہوئے گھبرا رہے تھے مگر محمد ابن اشعث، عمر بن حجاج اور اسماء نے ضمانت دی کہ تو ابن زیاد کے پاس چل تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور پھر تیرا قبیلہ اتنا بڑا ہے کہ وہ تیرے ساتھ نرمی برتے گا اور تیرے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہو گا تو اب جناب حانی اپنے گھر سے نکلے ابن زیاد کے دربار میں پہنچتے ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ حالات سنگین ہیں حالات خراب ہیں۔ ابن زیاد نے سوال کیا کہ اتنے دن ہو گئے مجھے آئے ہوئے تم نے خبر تک نہیں لی۔ کہا کہ مریض تھا اس لئے ملنے نہیں آسکا ابن زیاد نے کہا کہ اب تو صحت مند ہو پھر پوچھتا ہے کہ مسلم کی کیا خبر ہے مسلم کہاں ہے حانی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم مسلم کہاں ہے۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ میں نے تو سنا ہے کہ وہ تیرے گھر میں پناہ لیئے ہوئے ہیں وہ تیرے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ ہانی کہتے ہیں کہ تیری خبر غلط ہے مسلم میرے گھر میں قطعاً نہیں ہیں۔ ابن زیاد نے فوراً معقل غلام کو بلایا اب معقل کو جب سامنے دیکھا تو اب کوئی چارہ نہیں ہے جناب حانی کے پاس ابن عروہ کہتے ہیں اب جب ظاہر ہو ہی گیا ہے تو سن لے کیونکہ وہ میری پناہ میں ہے لہذا مجھ پر فرض تھا اور شرعی فریضہ تھا کہ میں اس کو پناہ دوں بچاؤں۔ اب جب تجھے معلوم ہو گیا تو مجھے مہلت دے کہ میں گھر جاؤں اور مسلم کو اپنے گھر سے نکال دوں کیا۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ یہ بے وقوفی ہے تو ابن زیاد سے زیاد کے بیٹے سے

توقع رکھتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا۔اس موقع پر بحث مباحثہ ہوااور ابن زیاد نے طیش میں آکر جناب حانی کو زخمی کر دیا زخمی کر کے زندان میں ڈالنے کا حکم دیا ان کے قبیلے کو خبر ہوئی تو یہ سب جمع ہوئے اور ان لوگوں نے دارالامارہ کو گھیر لیا۔اب ایسے موقع پر درباری ملاؤں کا کام شروع ہوتا ہے جن کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ان کے دسترخوان کے ٹکڑوں کا حق ادا کریں اور دین سے خیانت کریں۔ابن زیاد نے قاضی شریح کی ذمہ داری لگائی کہ جاؤ اور بپھرے ہوئے مجمع کو ٹھنڈا کرو۔میں آپ کے سامنے وہ ماضی پیش کر رہا ہوں جس میں آپ حال کو دیکھ سکتے ہیں۔ابن زیاد نے اس ضمیر فروش اور نفس پرست ملا کو حکم دیا کہ تیرا لوگوں میں مقام ہے لوگ تیرے لباس سے دھوکا کھاتے ہیں جا اور جا کر اپنا کمال دکھا اور انہیں مطمئن کر دے۔وہ دروازے پر آیا اور اطمینان دلاتا ہے کہ لوگوں کو کہ کچھ نہیں ہوا غلط خبر ملی ہے ہانی محفوظ ہے اور ابن زیاد سے مذاکرات کر رہے ہیں۔حانی ہمارا مہمان ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ بالکل خیریت سے ہے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے کہ اتنا بڑا عالم دین جب بات کر رہا ہے تو صحیح کہہ رہا ہو گا یہ صحیح کہہ رہا ہو گا جب کہ اتنا بڑا عالم ہے ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ یہ بک چکا ہے حاکم وقت کے ہاتھوں یہ اس کے مفاد کے لئے کام کرے گا۔قوم وملت ومذہب کا سودا کر چکا ہے۔حکمرانوں نے اسے خرید لیا ہے کہ جب ہم پر مشکل وقت پڑے تو ہماری حمایت کرو۔ہمارے لئے فتوے دو اب اس درباری ملا کو قوم سے کیا سروکار یہ تو اپنی نفسانی خواہشات کے سامنے ڈھیر ہو چکا ہے۔جب عوام حکمرانوں کے خلاف بپھرتے ہیں تو انہیں بلایا جاتا ہے کہ آؤ سنبھالو ہم سے کنٹرول نہیں ہو رہا۔یہ مقدس نما، تقدس ماب دین فروش آتے ہیں اور پھر لوگوں کو دوسرے راستے پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے جذبات کو ٹھنڈا کر

دیتے ہیں۔جناب مسلم کو جب یہ خبر ملی جناب حانی گرفتار کر لئے گئے ہیں وہ جانتے تھے بصیرت رکھتے تھے امامؑ نے نائب بنا کر بھیجا تھا جانتے تھے کہ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو بس پھر حالات تبدیل ہو جائیں گے ابھی چند ہزار لوگ میری بیعت میں ہیں فوراً خروج کا حکم دیا کہ دارالامارہ کو گھیر لو حملہ کرو حانی کو رہا کراؤ اور ابن زیاد کا خاتمہ کرو۔دس ہزار لوگ جناب مسلم کے پاس آئے دس ہزار کا لشکر اور ابن زیاد کے ساتھ کتنے پچاس افراد تاریخ کا ستم دیکھئے۔آپ فکر کیجئے دیکھئے کہ ابن زیاد کے ساتھ ہیں پچاس حامی اور جناب مسلم کے پاس ہیں دس ہزار کا لشکر اس دس ہزار کے لشکر نے گھیراؤ کر لیا، دارالامارہ کا حملہ کرنے کا حکم دیا جنگ بھی شروع ہو گئی کچھ سپاہی ابن زیاد کے ساتھ ہیں۔ابن زیاد کے سپاہی پسپا ہوئے اور ابن زیاد کے ساتھ دارالامارہ میں محصور ہو گئے گھبرا گیا ابن زیادہ جب اس کو خبر ملی کہ دس ہزار کے ساتھ مسلم نے محاصرہ کر لیا۔ان کا ایک ہی نعرہ ہے حانی کو ہمارے حوالے کرو، حانی کو ہمارے حوالے کرو اب ابن زیاد نے اپنے گرگوں کو چھوڑا اس دس ہزار کے لشکر میں ان ایجنٹوں نے کیا کیا، جہاں جہاں کمزور حصہ دیکھتے تھے فکری طور پر کمزور۔عقیدتی طور پر کمزور۔یہ وہ محاذ ہوتا ہے کہ جہاں سب سے پہلے حملہ کارگر ہوتا ہے اگر کوئی عقیدتی طور پر کمزور ہے فکری طور پر کمزور ہے اس جگہ پر حملہ کیا جائے گا بنیاد ہل جائے گی دیوار گر جائے گی شگاف پڑ جائے گا لہذا اس شگاف کو تلاش کرو اس شگاف کو بڑا کرو وہ لوگ داخل ہوئے اور ان ہی لوگوں کو بھانا شروع کیا کہ کیا غضب کرتے ہو تم کس جھگڑے میں پڑ گئے بابا دیکھو شام سے لشکر آ رہا ہے اتنا بڑا لشکر کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ تم پر چڑھائی کر دے گا تمہیں تباہ و برباد کر دے گا تم جاؤ گھر تم دیکھو کیا ہوتا ہے جو جیتے گا اس کے ساتھ ہو جانا اور پھر انتظار کرو۔امام حسینؑ یہاں پہنچ جائیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں ارے

جب امام پہنچ جائیں گے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ رہبر پہنچ جائے قائد پہنچ جائے
امام آجائے وہ بھی لشکر لا رہا ہے یہ بھی لشکر لا رہے ہیں ابھی جلد بازی مت کرو جلد بازی
سے کام نہ لو حالات کو دیکھو اگر امام کے لشکر سے پہلے شام کا لشکر پہنچ گیا تو تم ہلاک ہو
جاؤ گے۔ بھلا حکومت کی طاقت سے بھی کوئی لڑ سکتا ہے یعنی اس قسم کے مسائل جو
میں آپ کو یعنی اپنے بچوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ سارے عناصر موقع
پرست عوامل یہ داخل ہوئے۔ مومنین کے لشکر میں اور اب کیا ہوا جناب۔ ہاں کچھ
لوگوں نے گھبرانا شروع کر دیا۔ بیوی بچوں کا مستقبل سامنے آگیا۔ اب صفوں میں چہ
میگوئیاں شروع ہو گئیں تا جب ایک چنگاری بھڑکا دی کسی نے اب اختلاف تو شروع
ہو گیا۔ اب گفتگو میں کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔ اب بیس بیس، تیس
تیس کر کے الگ ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اب تبصرے ہو رہے ہیں کہ ہاں دیکھو شام
تک کیا ہوتا ہے کل تک انتظار کرو وہ بھی پہنچ جائیں اور یہ بھی پہنچ جائیں پھر ہم تو ہیں
ہی ساتھ اور جب ایک کو جاتے دیکھا تو دوسرے قبیلے والوں سے کہا کہ تم بھی جاؤ تم
کیوں خواہ مخواہ اس جھگڑے میں ملوث ہوتے ہو۔ دیکھو یہ بنی فلاں والے چلے گئے ہیں
تم بنی فلاں والے رہ جاؤ گے تو پھر کیا ہوگا تمہارا انجام۔ ہاں بھئی ہمیں بھی جانا چاہیئے۔
ہم کیوں دشمنی لیں۔ لہذا اب یہ تھوڑے تھوڑے کر کے کھسکنا شروع ہوئے۔ جناب
مسلم سب سے کہہ رہے ہیں کیا کر رہے ہو یہ موقع ہاتھ سے نہ گنواؤ لیکن لوگ آہستہ
آہستہ چھٹنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ بس چند لوگ مسلم کے ساتھ رہ گئے ہیں کوئی
بھی نہیں صرف چند لوگ اور پھر جب مسلم نے نماز پڑھی تو نماز کے بعد تو گھروں کے
دروازے بھی بند ہو گئے اور اب مسلم کو جائے پناہ کی تلاش ہے۔ ابن زیاد کامیاب
ہو گیا اپنی کوشش میں، سازش میں، کیسی سازش کی کہ ایک وقت تو وہ خود محاصرے

میں تھا اور اب جب اس نے ایسا کھیل کھیلا کہ پوری قوم کو محاصرے میں لے لیا۔ عزیزو
اگر ماضی قریب میں نظر ڈالو گے تو تمہیں نظر آجائے گا۔ سوچو تھوڑی سی کہیں جھلک نظر
آتی ہے۔ جب ایک ظالم اور سفاک حکمران آپ کے محاصرے میں تھا اسے اپنی جان کے
ایک وقت میں لالے پڑے ہوئے تھے پھر اس نے آپ کی صفوں میں کچھ ضمیر فروشوں
کو تلاش کیا۔ میر جعفر اور میر صادق کی طرح یہاں بھی کچھ درباری ملا اپنی قیمت لگانے
میں پیش پیش اور ان دین فروشوں کی مدد سے اس نے سوچا کہ دراڑ ڈال دی جائے؟ تو
ان کی طاقت ختم یہ خود بکھر جائیں گے پھر یہ ہمارے محتاج ہو جائیں گے ابھی ہم ان کے
محتاج ہیں ابھی یہ جو کہتے ہیں مان لو بعد میں پھر ہم ان سے نمٹ لیں گے جب ان میں
دراڑ ڈال دیں گے پھر ہم جو چاہیں گے وہ سلوک اس قوم کے ساتھ کریں گے۔ عزیزو
بس میں مختصر کر رہا ہوں۔ تفصیلی واقعات آپ کے سامنے مختصر کر کے پیش کر دیئے
ہیں۔ میں جو آپ کے سامنے اتنا خشک موضوع پڑھ رہا ہوں تو یہ جو تجزیہ میں کر رہا
ہوں اسی کے لئے میں نے انتخاب کیا ہے۔ تجزیہ کرتے جایئے اور نتیجہ نکالتے جایئے۔
صرف سننے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے آپ نے تقریر کو سن لیا مصائب کے حصے کو رولئے
ثواب مل گیا میں کہتا ہوں کہ ثواب تو ملتا ہی رہے گا۔ ان اشکوں کا یقیناً آپ کو لیکن
عزیزو اس کے آگے بھی کوئی منزل ہے کہ نہیں ہے اس کے آگے بھی کچھ سمجھنا ہے کہ
نہیں سمجھنا۔ آگے جانا ہے یا نہیں جانا اپنی کشتی کو جو منجدھار میں ہے اس کو نکالنا ہے یا
نہیں نکالنا۔ مشکل سے نکلنا ہے یا نہیں نکلنا یا بس جس حالت میں ہو اسی حالت میں
رہنا ہے تو یہ یقین رکھو کہ اس حالت میں نہیں رہو گے بلکہ اس سے بھی بدتر حالات
میں گھر جاؤ گے۔ یاد رکھنا اگر آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تو اور پیچھے ہوتے چلے جاؤ
گے، گرتے چلے جاؤ گے رسوائی مقدر بنتی چلی جائے گی۔ ہمارا۔ خیر یہ تو تھا درد دل تو

اب جناب مسلم پناہ ڈھونڈ رہے ہیں پناہ نہیں مل رہی پناہ ملی ایک گھر میں لیکن اسی کا بیٹا مخبر ایک مومنہ ہے طوعہ جس کا بیٹا ابن زیاد کا مخبر اور وہاں یہ ہو رہا ہے کہ ڈھونڈو کہاں ہے مسلم اب مسلم کو تلاش کرو اسی نے آگ بھڑکائی تھی اب پہلے اسی کا کام تمام کیا جائے یہ بہت بولتا تھا اس نے ہمارے خلاف بڑی تقریریں کیں، بڑی سازشیں کیں یعنی اب مسلم کو ایسا کر دیا کہ کوئی اس کا ساتھ دینے کا تصور بھی نہ کرے اور مسلم اکیلا رہ گیا یہ جو خدا کے دین کا پرچار کر رہا ہے یہ جو امام کی نصرت کرنے کے لئے نکلا ہے آپ دیکھیں جب مکاریاں سامنے آئیں تو اتنے بڑے شہر میں مسلم تنہا کوئی نہیں جو اس کا ساتھ دے۔ مخبری ہوئی اور تین سو سپاہیوں کو بھیجا جا رہا ہے کہ جاؤ مسلم کو پکڑ کے لاؤ مخبر خوش ہے کہ انعام ملے گا مجھے انعام واکرام عطا ہوگا۔ مسلم کی گرفتاری پر۔ طوعہ کے گھر کا محاصرہ ہوا اور جناب مسلم کو جیسے ہی خبر ملی یعنی اطلاع ہوئی گھوڑوں کی ٹاپوں سے۔ بس کھانا تناول فرماتے ہوئے چھوڑ دیا اپنی زرہ پہنی خود لگایا تلوار نکالی وہ مومنہ کہتی ہے کہ میں آپ کے فرار کا کوئی بندوبست کر دوں مسلم نے کہا کہ نہیں اب میدان پیش آہی گیا ہے تو میں ہاشمی ہوں۔ فرار پر مقابلے کو ترجیح دوں گا۔ ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دوں گا۔ اس کے بعد مسکراتے ہیں کہتے ہیں کہ اے نفس اب موت کے لئے تیار ہو جا۔ طوعہ سے کہتے ہیں مومنہ اب تو دروازہ کھول دے۔ دروازہ کھلا مولا علیؑ کا شیر ٹوٹ پڑا ان بھیڑ بکریوں پر ابن زیاد کے سپاہیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑا کہ ان کو بھاگتے بنی پھر پیغام بھیجا کہ اور مدد بھیجو اور مدد آئی جنگ کو بھی مختصر کئے دیتا ہوں۔ آپ سنتے رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ مسلم مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گیا۔ یہ عقیل کا بیٹا علیؑ کا لال زخموں سے چور ہو گیا پھر بھی قابو نہیں آتا تھا سازش سے گرفتار کر لیا گیا گرفتار کرنے کے بعد سر قلم کر دیا گیا اور لاش کو

بازاروں میں کھینچا گیا اور سر یزید کے پاس بھیجا گیا اور لاش کو حکم دیا کہ الٹا لٹکا دو اور یہی سلوک حانی ابن عروہ کے ساتھ کر دیا گیا اب عزیزوں میں نے عرض کیا کہ جو چند حقیقی شیعہ تھے وہ کوفے سے باہر جن میں سے بعض بعد میں کربلا پہنچ بعض گرفتار کر کے زندانوں میں ڈال دیئے گئے جیسے مسلم بن عوسجہ کہ یہ اپنے آپ کو معاف نہ کر سکے کیونکہ انہیں یہ یقین نہ تھا کہ ہم باہر نکلیں گے اور کوفی اس طرح سے بے وفائی کریں گے اس طرح چھوڑ دیں گے یہ عاشور کے دن کربلا میں حاضر تھے اب جناب مختار کی سنیئے۔ جناب مختار کو یہ خبر ملی تھی کہ کوفے کے حالات بدل رہے ہیں تو انہوں نے جناب مسلم کی نصرت کے لئے واپسی اختیار کی اور مختار تیزی سے کوفے کی طرف روانہ ہو گئے اور دعا کرتے جاتے ہیں پروردگار میں کسی طرح کوفے میں اس حالت میں پہنچ جاؤں کہ مسلم مجھے صحیح وسالم مل جائیں راستے میں خبر ملی کہ جناب مسلم نے خروج کا اعلان کر دیا اور دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور تیز چلنا شروع کیا جتنا ہو سکے جلدی پہنچو۔ مسلم نے خروج کا اعلان کر دیا اور آگے بڑھے خبر ملی کہ کوفہ پلٹ چکا ہے اور مسلم تنہا رہ گئے ہیں ان کی تلاش جاری ہے مسلم چھپے ہوئے ہیں کہیں اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہے اب جو یہ حالات سنے تو زار وقطار رونے لگے اور لوگوں سے کہتے ہیں دیکھو یہ کوفیوں نے کیا کر دیا میں تو بحفاظت چھوڑ کر آیا تھا حانی کی خبر ملی کہ حانی کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے جب کوفے کے بالکل نزدیک پہنچے تو اب ایک بنی اسد کے فرد نے خبر دی جو اشعار پڑھ رہا تھا موت کے جناب مختار نے کہا کہ تو یہ اشعار کیوں پڑھ رہا ہے کہا کہ آج ایک نفس محترم کو آج ایک باتقویٰ شخص کو آج ایک دلیر کو آج ایک خاندان نبوت کے فرد کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا اس کا سر جدا کر دیا گیا اس کی لاش کو کوفے کے بازاروں میں پھرایا گیا اور اب اس کی لاش کو دارالامارہ کے باب پر لٹکا دیا گیا ہے یہ سنا تو سمجھ تو

گئے مختار رو کر کہتے ہیں کہ بس اس کا نام بتا دے مجھے وہ شخص کہتا ہے کہ عقیل کا بیٹا
مسلم حسینؑ کا نائب مسلم جس کے ساتھ یہ سلوک کر دیا گیا بس جناب مختار نے سر و
سینہ پیٹنا شروع کیا جو لوگ مدد کے لئے آئے تھے کہا کہ تمہارا شکریہ لیکن اب ہم جس
کی نصرت کے لئے جانا چاہتے تھے اب وہاں کچھ نہیں مسلم شہید کر دیئے گئے اب تم سب
جاؤ مایوسی کے عالم میں جب کوفے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک سیاہ پرچم نصب
ہے اور عمر ابن حارث کا خیمہ بھی نصب ہے اور نقاروں پہ چوٹ پڑ رہی ہے اور اعلان کیا
جا رہا ہے کہ جو اس جھنڈے تلے آجائے گا اس کو پناہ مل جائے گی یہاں سے جناب امیر
مختار کا تاریخی کردار شروع ہو گیا۔ جناب امیر مختار کچھ دیر رکے کہ کوفے میں جاؤں یا
نہیں پھر کچھ سوچا اور کہا کہ مصلحت یہی ہے کہ میں ابن حارث کی پناہ میں آجاؤں۔ پناہ
میں چلا جاؤں مجھے کچھ مہلت مل جائے میں شیعوں کو جمع کروں چاہنے والوں کو جمع
کروں اور پھر کچھ سبیل نکالوں فوراً اس کا اعلان سنا اور جا کے اس کے جھنڈے کے نیچے
کھڑے ہو گئے عمر ابن حارث دیکھ کے خوش ہوا کہا مختار تو نے بڑا اچھا کام کیا۔ ابن زیاد
تیری طرف سے بڑا بدظن ہے اب مجھے موقع مل گیا میں تجھے بچا لوں گا میں کہہ دوں گا کہ
تو سب سے پہلے جھنڈے تلے آنے والا ہے اور یہ ہی ہوا کہ عمر ابن حارث جس وقت
پہنچا۔ دربار ابن زیاد میں باتوں باتوں میں کہتا ہے کہ تو تو اتنا بدظن تھا امیر مختار سے۔
ارے جو سب سے پہلے جھنڈے تلے آیا وہ امیر مختار تھا اب اس کی طرف سے بدظن
ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ابن زیاد حیرت کا اظہار کرتا ہے۔ پوچھتا ہے کیا واقعی امیر
مختار آیا ہے میرے جھنڈے تلے کہا کہ ہاں وہی آیا ہے تو کہا کہ اس کو بلاؤ۔ عمر ابن
حارث امیر مختار سے کہتے ہیں کہ چلو میرے ساتھ دربار میں ابن زیاد کے جب امیر مختار
وہاں پہنچے سلام کیا۔ حسب دستور ابن زیاد نے جواب نہیں دیا سلام کا تو امیر مختار کو بڑا

ناگوار گزرا اور یہ جا کر ایک جگہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ ابن زیاد غصے میں دیکھتا ہے کہتا ہے
ابھی میں نے تجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں دی تھی تو بیٹھ کیسے گیا اور مختار تو جتنا چاہے
اپنے آپ کو چھپا لے میں جانتا ہوں کہ سب سے پہلے مسلم کو تو نے اپنے گھر میں پناہ
دی تھی۔ جناب مختار خاموش ہیں کچھ بولتے نہیں ابھی چپ بیٹھے ہیں بالکل اور ابن زیاد
نے اسی طرح کی گفتگو جاری رکھی تو عمر ابن حارث سفارش کرتا ہے کہ ابن زیاد اب تو
اپنی بدگمانی دور کر یہ سب سے پہلے تیرے جھنڈے تلے آیا ہے پھر بھی جناب مختار کچھ
بولتے نہیں ہیں اتنے میں ایک واقعہ اور ہو گیا جب یہ کوفے میں آرہے تھے تو کوفے
کے باہر ایک لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی جس کو یہ نہیں پہچانتے تھے اور وہ ان کو نہیں
پہچانتا تھا مختار نے ان سے پوچھا تھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو تو
مختار نے کہا کہ میں مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی ہوں جو مسلم بن عقیل کی نصرت کے لئے
جا رہا ہوں یہ سن کر وہ لشکر ان پر ٹوٹ پڑا تھا وہ ابن زیاد کا لشکر تھا انہی نے بھی حملہ
کر کے قدامہ جو اس کی سربراہی کر رہا تھا۔ اس سمیت بیس پچیس آدمی اس کے قتل کر
دیئے۔ یہ ابھی دربار میں تھے اور ابن زیاد کچھ مطمئن ہوا ہی تھا اور امیر مختار کو امان دی
تھی کہ اب تو امان سے جا اپنے گھر کہ اتنے میں کچھ عورتیں روتی پیٹتی دربار میں داخل
ہوئیں اس میں نوفل کی ماں نوفل کی بیوی اور اس کا بیٹا اور یہ سب کے سب قوامہ کے
گھر والے انہوں نے سر پیٹ کے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ قدامہ اس لشکر کا سربراہ
تھا جس کی گردن اڑا دی تھی۔ جناب مختار نے۔ ابن زیاد پوچھتا ہے کہ کیا ہوا تو یہ
عورتیں بتاتی ہیں کہ قدامہ سمیت امیر مختار نے بیس آدمی ہمارے قتل کر ڈالے۔ اب
ابن زیاد غصے میں کھڑا ہو گیا کہ میں تجھے امان دے رہا تھا تو نے میرے بیس آدمیوں کو
قتل کر ڈالا پھر مختار کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ انہی نے میرا راستہ روکا مجھے کوفے میں

نہیں آنے دیتے تھے جب نہیں داخل ہونے دیتے تھے تو میرا جھگڑا ہو گیا میں نے ان کو مار دیا تو اب ابن زیاد خطاب کرتا ہے جناب امیر مختار کو معاذ اللہ کہتا ہے ملعون تو نے ایک آدمی کو مار دیا ہوتا بیس آدمی میرے قتل کر دیئے اب تو جناب مختار بگڑ گئے تو مجھے ملعون کہتا ہے او ابن مرجانہ تیرے باپ کا پتہ نہیں تو ملعون ابن ملعون تو مجھے ملعون کہتا ہے اور حملہ کیا ابن زیاد پر ایک سپاہی کی تلوار نکالی اور ابن زیاد بھاگ کھڑا ہوا۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے مختار پر حملہ کر دیا۔ عامر ابن طفیل اور دیگر درباریوں نے مختار پر قابو پایا۔ مختار کو زخمی کیا اور زندان میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ کربلا سے پہلے قید ہونے کا واقعہ ہے اس شیر کو زنجیروں میں جکڑ کے ابن زیاد نے زندان میں ڈلوا دیا اور زندان میں پہلے سے سیکڑوں شیعہ قید ہیں۔ اب آپ دیکھئے کوفے کا حال دو طرح کے لوگ ہیں۔ کوفے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ اس زندان میں جس میں جناب امیر مختار کو ڈالا گیا ساڑھے چار ہزار شیعہ قید میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ اب سمجھ میں آگیا آپ کی کہ کیوں کربلا میں نصرت کرنے والے اتنے نہ پہنچ سکے تھے ایک وہ گروہ تھا جس نے دغا کی جس نے بے وفائی کی اور مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرا وہ جس نے بیعت سے ہاتھ نہیں اٹھایا چن چن کر ابن زیاد نے انہیں خاندانوں سمیت زندان میں ڈال دیا یہ ساڑھے چار ہزار وہ تھے کہ جنہوں نے امام سے اپنی بیعت کو نہیں توڑا ایسا نہیں ہے کہ سارے کوفی بے وفا تھے کوفے کے ایسے شیعہ بھی تھے جنہوں نے بیعت نہیں توڑی تھی انہیں میں میثم تمار بھی اسی زندان میں تھے۔ مختار نے زندان میں پہنچ کر رونا شروع کر دیا۔ اگرچہ کہ یہ زندان بدترین زندان تھا لیکن مختار سے یہ توقع نہ تھی۔ ایک دوسرا زندانی شیعہ کہتا ہے مختار تجھے تو ہم بڑا دلیر سمجھتے تھے بڑا بہادر سمجھتے تھے تو قید خانے میں رو رہا ہے عورتوں کی طرح سے۔ تو امیر مختار کہتے ہیں کہ میں اس لئے نہیں رو رہا کہ مجھے

قید کر دیا گیا ہائے میں نے کتنا چاہا مصلحت سے کام لیا کہ میں بچ جاؤں تاکہ اپنے امام کی نصرت کر سکوں جو میں نے بیعت کی ہے اس کو پورا کر دکھاؤں اب میری ایک ہی تمنا ہے کہ کسی طرح میں رہا ہو جاؤں اور اپنے آپ کو امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچا دوں میں نے بیعت کی ہے کہیں امام یہ نہ سمجھیں کہ سارے کوفیوں کی طرح مختار نے بھی بیعت کو توڑ دیا۔ اس لئے روتا رہتا تھا مختار زندان میں دعا کرتا رہتا تھا کہ پروردگار مجھے کسی طرح امامؑ کی خدمت میں پہنچا دے میں رہا ہو جاؤں۔ امام کی نصرت کے لئے پہنچ جاؤں۔ یہ تھا واقعہ کربلا میں مختار کی عدم موجودگی کا سبب اور کچھ لوگ جو باہر تھے کوفے سے حبیب ابن مظاہر مسلم بن عوسجہ عابس ابن ابی شبیب شاکری اور دوسرے جتنے بھی تھے ان تمام نے جس طرح ہوا اپنے آپ کو کربلا پہنچایا جس طرح سے ہو سکا کیونکہ یہ بیعت میں سچے تھے قول میں سچے تھے یہی قرآن کہتا ہے "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ" مومنین میں چند ہی لوگ ساتھ ہیں کچھ مرد ہیں کچھ مرد "من المومنین رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ" سچا کر دکھاتے ہیں خدا سے جو عہد کیا ہے جو خدا سے عہد کیا ہے۔ رسول سے عہد، خدا سے عہد، امام سے عہد، خدا سے عہد تو عزیزوں کوفیوں نے جو عہد کیا تھا جو بیعت کی تھی امام کی بیعت کی امام سے عہد کیا یعنی خدا سے عہد کیا تھا تو سچا کر دکھانے والے کم ہوتے ہیں جو خدا سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ عزیزان محترم کچھ مجالس کے بعد جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے بارے میں بھی آجائے گا کہ وہ کہاں موجود تھے آخر وہ بھی تو جناب مالک اشتر کے بیٹے تھے جبکہ ان کی بہن یعنی جناب مالک اشتر کی بیٹی فرح۔ ایک جملہ میں کہہ کے منزل تک پہنچنا چاہتا ہوں اگرچہ کہ یہ بعد کی منزل تھی مگر یہ جملہ کہہ رہا ہوں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں خواتین کا کردار کہ دمشق سے قیدیوں کا قافلہ گزر رہا تھا بازار

سے اور شامی عورتیں تماشا دیکھ رہی تو کچھ گھر شام میں بھی ایسے تھے کہ جن میں چولہا نہیں جلا تھا اور جہاں ماتم کی صفیں بچھی ہوئی تھیں ان میں ایک گھر تھا جناب مالک اشتر کی بیٹی فرح کا اور جب قریب سے نزدیک سے گزریں ہیں قیدی بیبیاں تو اس نے جھروکے سے امام کو آواز دی تھی بیمار کربلا کو فرزند رسولؐ اس کنیز کا سلام قبول کرلیں۔ امام نے چونک کر دیکھا تھا مڑ کے دیکھا کہ یہ کون ہے کہا کہ اے خدا کی کنیز تو کون ہے جس نے اس عالم غربت میں ہم پر سلام کیا تو فرح کہتی ہے کہ اے فرزند رسول میں مالک اشتر کی بیٹی فرح ہوں اور آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ پر جو ظلم ہوئے ان کا انتقام لوں گی کیوں عزیزوں ذرا تصور تو کرو واقعہ کربلا ہو چکا یہ گھر میں بیٹھ کے روتی رہے بس اس کی ذمہ داری ختم جنت مل جائے گی لیکن جانتی ہے کہ ذمہ داری اس سے بڑھ کر ہے اس سے آگے ہے ذمہ داری یہ عورت ہو کر لڑکی ہو کر کہتی ہے فرزند رسول آپ سے وعدہ کر رہی ہوں کہ آپ کے خون کا انتقام لوں گی ایک عورت لیکن اسکا یقین ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک پر امام کی نصرت فرض ہے۔ شیر خوار ہو امام کی نصرت فرض ہے تو عزیزوں یہ میں آپ کو صرف جھلک دکھانا چاہتا تھا کہ جب ابراہیم بن مالک اشتر کی بیٹی کا یہ عالم ہے نصرت کے جذبہ کا تو خود ابراہیم بن مالک اشتر کو کیسا ہونا چاہئے کہ کل یا پرسوں کی مجلس میں، میں آپ کے سامنے لے آؤں گا کہ جناب ابراہیم بن مالک اشتر اس وقت کہاں تھے کس حال میں تھے اور انہوں نے کتنی حجت تمام کی ہے کس بات پر کہ جب تک امام کی تائید مجھے نہیں مل جائے گی۔ مختار میں تیرے ساتھ قیام نہیں کروں گا اتنا پابند ہے امام کی اطاعت کا ابراہیم بن مالک اشتر کہ جب یہ مجھے یقین ہو جائے گا کہ امام کی تائید مجھے حاصل ہے تو میں تیرا ساتھ دوں گا اور ساتھ دیا اور آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں کہ مختار کے لئے ابراہیم بن

مالک اشتر ایسے تھے جیسے علی کے لئے خود مالک اشتر جیسے رسولؐ کے لئے علیؑ اور ایک منظر مجھے اور یاد ہے کہ جب مختار نے انہیں ابن زیاد کے قتل کے لئے بھیجا ہے موصل کی جانب اور لشکر کو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کی سربراہی میں رخصت کر رہے ہیں تو جناب امیر مختار پاپیادہ کتنی ہی دور ساتھ چلتے گئے۔ ابراہیم کے ساتھ آخر میں ابراہیم اپنے گھوڑے سے اتر گئے کہتے ہیں کہ امیر آپ اس طرح کیوں میرے ساتھ پیدل چلے آرہے ہیں جایئے واپس اور دعائیں بھی دے رہے ہیں ابراہیم کو کہ اے ابراہیم مجھے یقین ہے کہ تو جلد ابن زیاد کا سر میرے پاس بھیجے گا تو جب ابراہیم نے کہا کہ آپ واپس جایئے تو اب سنیئے کہ امیر مختار کیا جواب دیتے ہیں۔ امیر مختار پر الزام لگانے والے سن لیں کہ مختار کا جواب مختار کہتے ہیں ابراہیم میں چاہتا ہوں کہ اہلبیت کی نصرت میں اتنا آگے آجاؤں اتنا پاپیادہ تیرے ساتھ چلوں کہ میرے پیر میرا سر سب گرد آلود ہو جائیں کیونکہ تو اس مشن پہ جارہا ہے تو اہلبیت کے سب سے بڑے دشمن کو تو ابن زیادہ کو قتل کرنے کے لئے جارہا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا پورا جسم خاک آلود ہو جائے اور تو گواہی دے سکے کہ امیر مختار کس طرح سے مجھے چھوڑنے آیا تھا۔ الوداع کرنے آیا تھا تو عزیزوں یہ جانثار تھے یہ شیعہ تھے سمجھ گئے نا آپ اسے کہتے ہیں شیعہ یہ ہے تاریخ میں شیعہ کا کردار۔ یہ ہوتی ہیں شیعہ کی صفات اس کو اپنی جان مال کی پروا نہیں ہوتی اسے یہ پروا ہوتی ہے کہ امام مجھ سے خوش ہوں میرا امام مجھ سے راضی ہو اور دنیا میں کیا کشش ہے یہ فانی ہے ختم ہو جائے گی سب مرجائیں گے کسی نے نہ مارا پھر بھی مرجائیں گے تو موت تو وہ قبول کرو کہ جو عزت کی موت ہو ذلت کے ساتھ تو نہ مارے جاؤ بزدلوں کی طرح سے تو نہ مارے جاؤ جب مرنا ہی مقدر ہے تو پھر عزت کی موت خود سے لو تاکہ دنیا یاد کرے کہ ہاں حسینؑ کے غلام تھے یہ حسینؑ کے چاہنے والے تھے بس عزاداران

حسینؑ میں نے آپ کی زحمتوں کو تمام کر دیا آج چودہ محرم آج کے دن یہ اسیروں کا قافلہ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہو جائے گا ایک دن روکا گیا تھا بارہ کو کربلا سے چلے ایک دن روکا گیا کہ ابھی اہتمام پورا نہیں ہوا آج چودہ محرم ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو اور سروں کو لایا جائے دربار میں عزاداران حسینؑ کتنا سخت وقت ہے سیدانیوں کے لئے کہ اب اس ملعون کے دربار میں اس مجلس کے دربار میں سیدانیوں کو اس عالم میں جانا ہے کہ سروں پر چادریں نہیں ہیں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کسی کی گردن میں رسی ہے کسی کے ہاتھ میں رسی ہے کسی کے پیر میں رسی ہے لباس میلے ہو چکے ہیں ابھی تک زندان میں نہیں گئے ہیں کربلا سے یہاں تک یہی لباس ایک عجیب کیفیت ہے سیدانیوں کی جو کتب مقاتل میں درج ہے۔ جب داخل ہوئے دربار میں تو پہلے سرہانے شہداء۔ نیزوں پر شہداء کے سربلند ہیں صرف ایک سر ایسا ہے جسکو چاندی کے طشت میں رکھ کے ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور یہ ملعون اپنے تخت پر شراب و کباب مشغول ہے اور یہ سر لاکے اس کے قدموں میں رکھ دیا اور سر کس کا ہے فرزند رسول کا حسینؑ کا سر ہے۔ عزاداران حسینؑ یہ پڑھنا بہت آسان ہے سن لینا بہت آسان ہے کوئی حسینؑ اور اولاد حسینؑ سے پوچھے کوئی حسینؑ اور انصار حسینؑ سے پوچھے کوئی حسینؑ اور اس کی بیبیوں اور اس کی بہنوں سے پوچھے کہ اس امتحان کی منزل سے انبیاء بھی نہیں گزر سکتے تھے۔ پیغمبر بھی نہیں گزر سکتے تھے ان منزلوں سے جن امتحان کی منزلوں کو حسینؑ نے طے کیا تھا حسینؑ کا سر ابن زیاد کے قدموں میں رکھا ہوا ہے اور یہ ملعون مسکراتا ہے اور چھڑی سے بے ادبی کرتا ہے توہین کرتا ہے بس عزاداران حسینؑ چند جملے حالانکہ یہ واقعات پڑھنے کے لئے بھی کلیجہ چاہئے لیکن بہرحال کوشش کروں گا کہ آپ کے سامنے پڑھ سکوں کہ بیبیاں جب دربار میں داخل ہوئیں تو سب بیبیاں کھڑی ہیں ایک

بی بی ان کے درمیان میں بیٹھ گئی تھک کے بیٹھ گئی اور سب نے حلقہ کر لیا اس بی بی کے گرد جب ابن زیاد ملعون کی نظر پڑی تو پوچھتا ہے کہ یہ جو بیٹھ گئی ہے یہ بی بی کون ہے تو بتایا گیا کہ یہ زینب بنت علیؑ ہے یہ علی کی بیٹی زینب ہے یہ فاطمہ کی بیٹی زینب ہے حکم دیتا ہے کہ سامنے سے دوسرے قیدیوں کو ہٹاؤ سامنے سے قیدیوں کو ہٹایا گیا اب کہتا ہے کہ اللہ نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا وہ تم نے دیکھا اگر روایت کے الفاظ نہ ہوتے تو میں آپ کے سامنے نقل نہ کرتا کہتا ہے کہ دیکھو اللہ نے کس طرح تمہیں ذلیل کر دیا۔ علیؑ کی بیٹی ثانی زہرا سکون سے جواب دیتی ہیں کہ تو کیا ہمیں ذلیل کرے گا تو کیا ہماری تحقیر کرے گا خدا نے جو شرف ہمیں بخشا ہے خدا نے ہمیں جو عصمت وطہارت کی منزل عطا کی ہے خدا نے ہمیں نبوت کا شرف بخشا ہے ہمارے گھر میں قرآن کو نازل کیا ہے۔ ہمیں اہلبیت رسولؐ کا درجہ دیا ہے تو ہماری تحقیر کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے انجام سے بے خبر ہے تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ عزت کیا ہوتی ہے اور ذلت کیا ہوتی ہے مناظرہ شروع ہوا وہ جو بات شروع کرتا ہے ثانی زہراؑ اس کا جواب دیتی چلی جاتی ہیں اور ایک بار کہتی ہیں کہ او ابن مرجانہ تو سمجھتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ توہین آمیز سلوک کرے گا اور خود تو اس بات سے بے خبر ہے کہ خود تجھ پر کچھ دیر کے بعد کیا بیتنے والی ہے کچھ وقت کے بعد تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اب طیش میں آیا غصے میں آیا ملعون حکم دیتا ہے کہ اس کو قتل کر دو کہ کچھ درباریوں نے کہا کہ کیا غضب کرتا ہے اگر تو نے عورت پر تلوار اٹھا دی تو ابھی سارے حالات بدل جائیں گے اور لوگ بے قابو ہو جائیں گے کیونکہ یہ رسول زادی ہے۔ غمزدہ بھی ہے اور مجبور بھی ہے جو کہہ دیا بھول جا اب اس کے بعد اس کی نظر پڑی۔ جناب سید سجادؑ پر کہتا ہے کہ یہ جوان کون ہے۔ تعارف خود کرواتے ہیں کہ میں علی ابن حسینؑ ہوں۔ ابن زیاد کہتا ہے

مگر علی ابن حسینؑ کو خدا نے کربلا میں قتل نہیں کر ڈالا سید سجادؑ کہتے ہیں کہ وہ میرا بھائی
تھا جسے تیرے سپاہیوں نے کربلا میں قتل کر ڈالا کہا کہ اب بھی تجھ میں اتنی ہمت باقی
ہے اور اس خوف سے بے خطر ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں گا اور ترکی بہ ترکی مجھے جواب
دیتا ہے بس یہ جملہ سننا تھا کہ حسینؑ کا بیٹا کہتا ہے۔(ترجمہ) "مجھے دھمکی دیتا ہے مجھے
ڈراتا ہے موت سے قتل سے کیا اب بھی تجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ قتل ہو جانا ہماری
عادت اور شہادت ہمارے لئے کرامت ہے۔" غصے میں پاگل ہو کے ابن زیاد حکم دیتا
ہے کہ قتل کر دو اس نوجوان کو بس یہ حکم سنا تو ثانی زہرہؑ سامنے آگئیں۔ خبردار کسی
کی مجال ہے میرے بیٹے کو قتل کر دے میرے بھتیجے تک پہنچنے کے لئے پہلے زینب کی
لاش پر سے گزرنا پڑے گا پھر لوگ آڑے آجاتے ہیں کہ اک بیمار ہے لاغر ہے چھوڑ اس
کو اس کے حال پر بس اب ابن زیاد مسکراتا ہے کچھ یاد آتا ہے ابن زیاد کو۔ کہتا ہے کہ
جاؤ ذرا امیر مختار کو تو زندان سے لاؤ۔ عزاداران حسینؑ حکم ابن زیاد پر امیر مختار کو اس
علیؑ کے شیر کو زندان سے لایا گیا سرتاپا زنجیروں سے جکڑا ہوا گلے میں طوق اور پورا جسم
اس شیر کا زنجیروں میں جکڑا ہوا لایا گیا۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ دیکھ یہ کس کا سر ہے مختار
پہچانتا ہے مختار یہ تیرے مولا ابو تراب کے بیٹے حسینؑ کا سر ہے جو میرے قدموں میں
رکھا ہے۔ امیر مختار اطمینان سے سکون سے اک بات کہتا ہے ابن زیادہ ہزار بار قتل ہو
جانے کی تکلیف سے زیادہ تکلیف مجھے اس وقت اپنے مولا کا سر دیکھنے سے ہو رہی ہے میں
ہزار بار قتل کیا جاؤں وہ تکلیف مجھے گوارا ہے جو تکلیف مجھے اپنے مولا کا سر دیکھنے سے
ہوئی ہے ابن زیاد اطمینان رکھ عنقریب تو اپنے انجام کو پہنچے گا۔ ابھی مختار کی نظر
قیدیوں پر نہیں پڑی تھی سیدانیوں پر نہیں پڑی ابن زیاد کہتا ہے مختار ذرا اپنے دائیں
طرف تو دیکھ اب جو مختار نے نظر پھرائی تو بس عزاداران حسینؑ اب مختار بے قابو ہوا اور

انہی زنجیروں سے اس نے اپنے آپ کو پیٹنا شروع کر دیا اور چاہتا ہے حملہ کرے اور بس
فریاد بلند کرتا ہے کہ اے رسول زادیوں سیدانیوں اس غلام کو معاف کر دینا کہ میں
نے نظر اٹھانے کی جرات کر دی تمہاری طرف عزادارو جب دیکھا نا سیدانیاں کس عالم
میں ہیں تو بس اس کے بعد کہتا ہے کہ غلام تم سے وعدہ کر رہا ہے کہ ایک ایک ظالم کو
اس کے انجام تک پہنچائے گا اور ابن زیاد ملعون یہ تو نے مجھے کس منزل پر لا کے کھڑا کر
دیا کاش مختار پیدا ہوتے ہی مر گیا ہوتا لیکن اس نے یہ منظر دربار میں نہ دیکھا ہوتا اپنی
طاقت جمع کی مختار نے اور دوڑ لگائی۔ ابن زیاد کی طرف کہ ابن زیاد پر حملہ کر دے لیکن
عزاداران حسینؑ ایک زنجیروں کا وزن دوسری طرف تمام سپاہی دربار کے ٹوٹ پڑے
مختار پر اور اس زخمی شیر کو کھینچتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور یہ اسی انداز میں فریاد بلند
کرتا جاتا ہے روتا جاتا ہے۔

"الا لعنت اللہ علیٰ القوم الظالمین"

○ ○ ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا
عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى
نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا
تَبْدِيْلًا ؕ (سورۂ احزاب آیتہ ۲۳)

اور مومنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ خدا سے جو عہد کیا ہے خدا سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اس کو نبھاتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ اپنے وعدے کو پورا کرکے جاچکے اور کچھ اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ وہ سنت ہے وہ طریقہ ہے سنت الہیٰ ہے۔ وہ راستہ ہے کہ جس میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے جس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تاریخ جناب امیر مختار کے موضوع پر میں گفتگو کر رہاہوں اور روز بروز جوں جوں آپ کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے میری بھی حیرت میں اضافہ ہو رہا ہے حالانکہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا کہ اگلے دن مجمع کم ہو جائے مگر آپ نے بھی ٹھان لی ہے کہ دیکھیں پڑھنے والے کا حوصلہ زیادہ ہے یا سننے والوں کا بہرحال عزیزان محترم جناب مختار قید میں ہیں اور واقعہ کربلا رونما ہو چکا ہے اب میں بات آگے بڑھاتا ہوں اور جس طرح سے روزانہ آپ میرا ساتھ دے رہے ہیں میں بھی آپ کے شوق کو دیکھتے ہوئے اسی طرح تسلسل کو برقرار رکھوں گا کیونکہ مجھے درس کی طرح سے پڑھنا ہوتا ہے وقت کم ہوتا ہے اور تاریخ اتنی طویل ہے کہ اس کو ۹ یا ۱۰ مجلسوں میں نہیں سمیٹا جاسکتا اگر روایتی انداز کو اختیار کیا جائے۔ لہذا آپ میرا ساتھ دیں گے انشا۔ اللہ میں کم وقت میں آپ کو زیادہ سے زیادہ سنانے کی کوشش کروں گا۔ اپنی طرف سے خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ مواد آپ کو دیتا چلا جاؤں اور وقت ہمارا بچتا چلا جائے اپنی

توجہ رکھئے گا جہاں میں تھک جاؤں گا وہاں ضرور آپ سے تقاضا کروں گا صلوات کا۔ جناب امیر مختار قید خانے میں ہیں واقعہ کربلا رونما ہو چکا واقعہ کربلا تمام ہوا رہا ہوئے قیدی واپس آگئے مدینے میں یہ آپ سلسلے وار مصائب دو مہینے آٹھ دن سنتے رہیں گے میری بھی جہاں تک کوشش ہے مصائب کے حصے میں کچھ پیش کرتا رہوں گا جب یہ قافلہ مدینے میں واپس پہنچا ہے تو اب بشیر کو بھیجا جیسا کہ آپ سنتے ہیں مصائب میں اور یہی تاریخ بھی ہے بھیجا اس نے اعلان کیا اور جناب محمد حنفیہ جن کے ہاتھوں میں رعشہ ہے اس کی وجہ بھی میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں پہلی مجلس میں جناب محمد حنفیہ نے جب یہ سنا کہ قافلہ واپس آچکا ہے اور پوری صورتحال سے آگاہ ہوئے پہنچے۔ امام سجادؑ کی خدمت میں پرسا دیا جناب سید سجادؑ کو جناب سید سجادؑ نے بھائی کا پرسا دیا۔ جناب محمد حنفیہ کو اور غش آگیا۔ محمد حنفیہ کو۔ روتے رہے دیر تک ماتم کرتے رہے۔ اس کے بعد تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ جناب محمد حنفیہ نے زرہ پہنی کمر کسی تلوار حمائل کی اور پھر روپوش ہوگئے ایک سمت میں چلے گئے اور اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلا جناب محمد حنفیہ کا کہ کہاں چلے گئے اور وہ کب ظاہر ہوئے جب جناب مختار نے خروج کیا جب قیام کیا تو اس وقت جناب محمد حنفیہ کا کردار سامنے آتا ہے اس وقت تک یعنی پانچ سال کا عرصہ جناب محمد حنفیہ نے روپوشی میں گزارا۔ مدینہ چھوڑ گئے کہاں چلے گئے کسی کو نہیں معلوم روپوش ہوگئے تو آپ کی روپوشی بتا رہی ہے کہ کچھ مصلحت ہے حالانکہ جناب سید سجادؑ وہاں ہیں مدینے میں واقعہ حرہ بھی پیش آیا۔ مدینے پر مسلم بن عقبہ نے حملہ بھی کیا آگ بھی لگائی تاراج بھی کیا مدینے کو لیکن جناب زین العابدینؑ سے کوئی جھڑپ مول نہ لی کیونکہ یزیدؑ نے لکھ کر بھیج دیا تھا کہ علیؑ ابن حسین اور ان کے خاندان والوں سے کوئی سروکار نہ رکھنا۔ ابھی میں اس واقعہ پر روشنی ڈالوں گا کہ یزیدؑ نے حکم

دے دیا تھا کہ سب کو پورے مدینے کو تاراج کر دینا جو تمہارے مقابلے پر آئے قتل کر دینا لیکن علی ابن حسینؑ کو نہ چھیڑنا ان سے کوئی سروکار نہ رکھنا اور ان کا احترام کرنا تو جب یہ بھی طے ہے کہ خاندان رسالت مآبؐ سے اب کوئی سروکار فی الحال نہیں ہے تو اس موقع پر روپوش ہو جانا یہ خود ایک سوال ہے تاریخ میں کہ کس لئے جناب محمد حنفیہ نے روپوشی اختیار کی کیونکہ جناب محمد حنیفیہ نے ایک خط میں اسی بات کا اظہار کیا کہ اگر ایک غلام بھی تکلیف پہنچائے اہلبیت کو تو تمام مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اہلبیت پر پڑی ہوئی مصیبت کا انتقام لے لیں۔ کیونکہ اب زمین ہموار کرنا ہے جناب محمد حنفیہ کو۔ خون حسینؑ کا انتقام لینا ہے اس لئے محمد حنفیہ روپوش ہوگئے دوچار سال کے لئے۔ کچھ نہیں معلوم ہوا تاریخ میں کہ کہاں چلے گئے اپنے بال بچوں کو چھوڑ دیا مدینے کو چھوڑ دیا کسی کو نہیں معلوم کہ جناب محمد حنفیہ کہاں چلے گئے۔ اب اس کے بعد جناب امیر مختار جو قید خانے میں ہیں زندان میں ہیں اور اس کو ایک سال کی مدت گزر گئی تو رہائی کا وسیلہ کیسے بنا میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ان کی جو بہن ہیں جناب صفیہ یہ زوجہ ہیں عبداللہ ابن عمر کی اور گھر پر حکومت ہے جناب صفیہ کی یعنی حکم چلتا ہے صفیہ کا جناب مختار کی بہن کا عمیر ابن عامر ہمدانی کوفے کا معلم ہے۔ معلم دیکھئے انسانوں کو ایک ہی پیرائے میں مت دیکھیں جیسے اصحاب رسولؐ ہیں جیسے اصحاب علیؑ ہیں جیسے اصحاب جمل ہیں۔ اصحاب نہروان درجہ بندی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ سارے شیعہ یا تو قید خانے میں تھے یا فرار ہوگئے تھے یا کربلا آگئے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو محبت تو کرتے تھے جذبہ بھی رکھتے تھے روتے بھی تھے لیکن قربانی دینے کی ہمت نہیں تھی کہ قربانی دیں یہ ہمت نہیں ہوتی بعض لوگوں میں۔ انہیں میں سے ایک ہے یہ معلم کوفہ عمیر ابن عامر ہمدانی کہ جو تقیہ میں

چلا گیا چھپا لیا اپنے آپ کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک دو کردار ایسے ہیں کہ جن میں قدرت کی مصلحت بھی رہی ہے تو اس نے اپنے آپ کو چھپا لیا تقیہ کر لیا یہ معلم تھا پڑھاتا تھا اور اس کے شاگردوں میں ابن زیاد، حصین ابن نمیر، سنان ابن انس ان سب کے بچے اس کے پاس پڑھا کرتے تھے واقعہ عجیب ہوا کہ یہ ایک دن پڑھا رہا تھا شدید گرمی تھی اور اس نے کسی اپنے شاگرد سے کہا کہ پانی پلاؤ تو اس نے پانی پلایا ٹھنڈا پانی جو اس کے ہاتھ میں آیا تو بہرحال شیعہ تو تھا نا مومن تو تھا واقعہ کربلا اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ پس واقعہ کربلا جو یاد آیا تو فوراً کہتا ہے کہ قاتلان حسینؑ پر لعنت ہو یہ بے ساختہ جملہ اس کے منہ سے نکل گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو کلاس میں سنان ابن انس ملعون کا بیٹا بیٹھا تھا وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا کہ یہ تونے کیا کہا تو جانتا ہے کہ تونے کیا کہا تونے قاتلان حسینؑ پر لعنت بھیجی ہے اور جانتا ہے کہ امیرالمومنین یزید کے حکم سے ابن زیاد نے یہ کام انجام دیا اور میرا باپ ہے کہ جس نے نوک سناں پر حسینؑ کے سر کو بلند کیا تھا اب عمیر ابن عامر ڈر گیا کانپ گیا اور کہتا ہے کہ تونے کچھ غلط سنا میں نے کچھ اور کہا۔ بہرحال سنان کے بیٹے کو عمیر نے وقتی طور پر راضی کر لیا گو کہ ظاہر ہے آپ جانتے ہیں کہ ان سب کی نسلوں میں کھوٹ ہے سب دشمنان اہلبیت ہیں تو اب اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ استاد محب اہلبیت ہے یہ جاکے اپنے باپ سے اس انداز سے شکایت کرتا ہے کہ اپنے کپڑے پھاڑ لئے پتھر سے اپنے آپ کو خود ہی زخمی کیا روتا پیٹتا چلا گیا اور اپنے باپ سنان بن انس سے کہتا ہے کہ مجھے میرے معلم نے مارا ہے۔ باپ نے پوچھا کہ کیوں مارا تو کہتا ہے کہ وہ قاتلان حسینؑ پر لعنت بھیج رہا تھا اس نے تجھ پر لعنت بھیجی اس نے ابن زیاد پر لعنت بھیجی اس نے یزیدؑ پر لعنت بھیجی جب میں نے اس کو منع کیا تو وہ مجھے ایک کونے میں لے گیا اور

اس نے میری یہ درگت بنا ڈالی تو اب یہ سنان ابن انس غصے میں آیا اور ابن زیاد کے
دربار میں دارالامارۃ پہنچا اور وہاں جا کر اس نے ابن زیاد کو یہ واقعہ سنایا ابن زیاد نے
اس معلم کو گھر سے اٹھوالیا اور پھر اس کی تازیانوں سے پٹائی شروع ہوئی قتل کا حکم
دینے والا تھا کہ عمیر نے کہا کہ تو مجھے بات تو بتا میرا گناہ کیا ہے۔ ابن زیاد نے جب جرم
بتایا تو عمیر نے کہا کہ ایک گواہ آجائے کہ جس کے سامنے یہ واقعہ ہوا ہو جو گواہی دے
دے یہ مجھ پر بہتان لگا رہا ہے اور تو اس بچے کی بات پر میرے قتل کا حکم دے رہا ہے تو
خیر اس نے وقتی طور پر عمیر کو زندان میں بھیج دیا اس زندان میں جہاں ساڑھے چار ہزار
پانچ ہزار مومنین قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں میں بار بار تکرار کرتا ہوں کہ یہ
مثل تو مشہور ہوگئی ہے کہ "کوفیوں سے وفا نہیں" کوفیوں نے بے وفائی کی کوفیوں
نے دغا کی لیکن جو کوفے کے شیعہ تھے وہ تمام کے تمام زندانوں میں ڈال دیئے گئے تھے
قید کر دیئے گئے تھے اور جعلی مال سامنے تھا اور یہ ہر زمانے میں آپ پہچان رکھا کریں،
ایک اصلی مال ہوتا ہے اور ایک نقلی ایک جان لٹانے والے ہوتے ہیں اور ایک شور
مچانے والے تو جنہوں نے امام کو تنہا چھوڑ دیا تھا وہ آزاد تھے اور جو خالص شیعہ تھے اور
جنہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی وہ ابن زیاد کی بدترین قید میں تھے جو زمین کی تہہ میں
تھی۔ شیعوں کے لئے جو قید خانہ ابن زیاد نے بنایا تھا تاریخ میں ہے کہ پچاس ۵۰
سیڑھیاں اتر کے نیچے جانا پڑتا تھا جہاں روشنی کا گزر نہیں تھا۔ جب عمیر ابن عامر کو یہاں
پھینکا گیا اس قید خانے میں تو یہ بیچارہ تو ویسے ہی ڈرپوک آدمی تھا بس ہر وقت رونے
جاتا تھا تو جناب مختار جو ایک کونے میں پڑے تھے زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور سب
سے سخت قید جو تھی وہ جناب مختار کی تھی۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ زنجیروں میں جکڑا ہوا
تھا اور ہاتھ پشت سے جناب مختار کے باندھ دیئے گئے تھے۔ مختار نے عمیر کو اپنے پاس

بلایا عمیر جناب مختار سے پوچھتا ہے کہ جس حالت میں آپ ہیں اس حالت میں، میں
کسی قیدی کو نہیں دیکھا آپ اپنا تعارف کرائیے تو کہا کہ میں مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی
ہوں خوش ہوتا ہے قدموں میں سر رکھ دیا کہ میں نے آپ کے بارے میں بہت سنا
ہے۔ مختار نے کہا کہ تو استارو مت میں تجھے بتا رہا ہوں کہ تو عنقریب رہا کر دیا جائے گا
تو آزاد ہو جائے گا عمیر بہت حیران ہوا۔ تو یہ الزامات جو لگائے جاتے تھے کہ مختار خدائی
کا دعویٰ کرتا تھا یعنی اس نے مشرکانہ دعوے کئے تو ایسے ہی واقعات ہیں جن کو بنیاد بنا
کے کہا جاتا ہے کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا نبوت کا دعویٰ کیا اگرچہ میں کل واضح کر
چکا کہ یہ علوم اہلبیت کا فیض ہے اور یقین ہے مختار کا۔ کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں
زنجیروں میں جکڑا ہوا اس کے منہ پر کہہ رہا ہے کہ تیرا قاتل میں ہوں میں تجھے قتل
کروں گا تو مجھے قتل نہیں کرے گا میں تجھ سے بدلہ لوں گا کیونکہ اس کو یقین ہے اپنے
مولا کے قول پر مولائے کائنات کے قول پر۔ تو اب یہ جانتا ہے کہ عمیر جو آیا ہے یہ میرا
وسیلہ بن کے آیا ہے رہائی کا لہذا پہلے اس کو اطمینان دلایا کہ تو رہا ہو جائے گا اطمینان
رکھ اور کوئی غم نہ کر پس جب رہا ہو جائے تو میرا ایک کام کر دینا کہ کسی طرح سے مجھے
قلم اور دوات پہنچا دینا روشنائی اور قلم مجھے زندان میں پہنچا دینا میں تجھے خبر دے رہا ہوں
کہ تو رہا ہو جائے گا اور وہ رہا ہو گیا وہ بھی ایک تفصیلی قصہ ہے میں مختصراً عرض کئے دیتا
ہوں۔ ہوا یہ قصہ کہ اس کی بھتیجی جو، دایہ ہے ابن زیاد کی بیٹی کی اس نے روپیٹ کے
اس کی بیٹی سے سفارش کی ایک وسیلہ بنتا چلا گیا ابن زیاد نے اس کی رہائی کا حکم دے
دیا جب ایک دن در زندان کھلا تو مختار نے خبر دی کہ جا یہ در تیرے لئے کھلا ہے تیری
رہائی کی خبر آگئی اور یہ ہی ہوا کہ اندر آ کے اس نے عمیر کی رہائی کا اعلان کیا یہ مختار کے
قدموں پر سر رکھ کے کہتا ہے کہ مختار اب چاہے مجھے جان بھی دینی پڑے لیکن یقین رکھ

کہ میں تیرے لئے جو تو نے کہا ہے اس وعدے کو ضرور پورا کروں گا اور تیرے لئے قلم اور دوات کا انتظام ضرور کروں گا اب یہ عمیر جب نکلا زندان سے تو اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ اب اس کا دل بڑھ گیا تھا خوف دور ہو گیا تھا۔ جب تک جیل نہیں جاتا آدمی ڈرتا رہتا ہے جب جیل دیکھ لیتا ہے نا تو پھر اس کا خوف نکل جاتا ہے اگر واقعی مومن ہو ورنہ دوبارہ جلوس مجلس کا بھی رخ نہیں کرتا کہ کہیں مجھے ہی نہیں پکڑ لیں، کہیں مار نہ دیا جاؤں تو عزیزان محترم اس زندان کی تاریخ جانتے ہیں آپ مختار زندان میں رہا عمیر زندان میں رہا میثم تمار زندان میں ابراہیم بن مالک اشتر زندان میں عبداللہ ابن حارث ابن عبدالمطلب زندان میں یہ زندان خود ایک تربیت گاہ ہوتی ہے اگر واقعی مومن میں وہ ضمیر اور خمیر ہے اگر وہ واقعی سچا محب اہلبیت ہے تو زندان اس کی تربیت گاہ ہے۔ ضروری ہوتا ہے اس کا زندان کے حالات سے آگاہ ہونا تاکہ اس کی تربیت مکمل ہو جائے تو یہ تربیت گاہ ہے جو تربیت کرتی ہے جو مومنین کی تربیت کے لئے بنائی گئی ہے تو عزیزو اس سے کبھی نہ گھبراؤ نہ اس کے لئے پریشان ہو اگر کوئی مومن ہے تو اس کی تربیت گاہ ہے اس مرحلے سے گزر کی اس کا ایمان پختہ ہوتا چلا جائے گا اور اگر ایمان کمزور ہو گا تو دور سے دیکھا کرے گا جہاں کوئی خطرے کی بات ہو قریب نہیں جائے گا پہلے ایک بار بھگت چکا اب دوبار ہمت نہیں۔ عزادارو! سنت ہے یہ زنجیریں یہ ہتھکڑیاں یہ بیڑیاں آپ منت کے طور پر پہنتے ہیں نا کیوں پہنتے ہیں اس لئے کہ آپ کے امامؑ کو پہنایا گیا آپ شبیہ بناتے ہیں، طوق پہنتے ہیں اس کو میں لاکٹ نہیں کہتا لوگ لاکٹ کہتے ہیں طوق ہے یہ۔ کڑے نہیں ہیں ہتھکڑیاں ہیں۔ گزشتہ سال ہی تو مسئلہ ہو گیا تھا کہ میں نے کہا تھا کہ مرد کے لئے لاکٹ اور یہ کڑے اور یہ پازیب حرام ہے کیونکہ مجھ سے فقہی مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ مگر بعض افراد نے عمداً یا سہواً یہ پروپیگنڈہ شروع

کر دیا تھا کہ میں نے منت کی چیزوں کو حرام قرار دے دیا تو نہیں عزیزوں جو منت کے لئے پہنتے ہیں ان کو کہا جاتا ہے طوق، ہتھکڑی اور بیڑی انہیں اگر لاکٹ کڑے یا پازیب کا نام دے دیا گیا ہے تو مجھے نہیں پتہ میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ تو اب یہ طوق، ہتھکڑی اور بیڑی کس لئے پہنتے ہیں شبیہ بنتے ہیں دو، چار دن کے لئے بچوں کو اپنے پہناتے ہیں کیوں؟ کیونکہ امامؑ کو زندان میں رکھا گیا امام کو قیدی بنایا گیا امام کو طوق پہنایا گیا۔ اب آیئے میں اس کا بھی فلسفہ آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں کہ کیوں ضروری ہے کس لئے ہونا چاہئے یہ سب کچھ۔ تاکہ یاد رہے کہ اہلبیت رسول پر کیا کیا ستم ٹوٹے۔ ان کی یاد منائی جائے یہ بھی بتا دیا جائے کہ وقت پڑنے پر ہم بھی انصار حسینؑ کی طرح حسینؑ اور حسینیت پر قربان ہو جائیں گے۔ زندانوں کو بھر دیں گے۔ اگر امام کے نام پر مذہب کے نام پر کوئی قیدی ہو پروا نہیں۔ ہاں چوری کر کے، ڈاکہ ڈال کے تو نہیں گیا نا اگر مذہب کے نام پر گیا تو کوئی بات نہیں۔ مختار کی سنت ہے اماموں کی سنت ہے ان سب نے زندان کی صعوبتیں اٹھائیں لیکن سنت تازہ کرنے میں ایک ذرا سا فرق ہے اکثر آپ نے دیکھا ہو گا ہمارے ہاں محبت کرنے والے ہیں بہت سارے کہ جن کو ملنگ بھی کہا جاتا ہے اور یقیناً یہ اہلبیت سے سچی محبت بھی کرتے ہیں ان ملنگوں میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ جو چوبیس گھنٹے زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑے رہتے ہیں سر سے پیر تک زنجیروں میں۔ ہتھکڑیاں، بیڑیاں ڈالی ہوئی ہیں اب ان سے پوچھا جائے کہ بھئی آپ یہ کیوں کر رہے ہیں ہمارے استاد محترم نے سوال کیا کسی ایسے ہی ملنگ سے کہ کیوں آپ نے ایسا کیا ہے جواب ملا آپ عجیب آدمی ہیں آپ مومن نہیں ہیں آپ شیعہ نہیں ہیں۔ آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ یہ امام کی سنت ہے اس لئے ہم ان زنجیروں کو پہنے رکھتے ہیں ہر وقت۔ تو سرکار اب وہ کہتا ہے کہ سنت

ہے ارے بھئی کیسی سنت ہے کس بات کی سنت ہے بھئی امامؑ ۱۴ سال زندان میں
رہا۔ کوئی امامؑ ۲۰ سال زندان میں رہا کوئی امام پچیس سال زندان میں رہا یہ امام کی
سنت ہے اس لئے پہنتے ہیں زنجیریں۔ استاد محترم نے کہا کہ نہیں امام کی سنت یہ نہیں
ہے امام کو جو یہ ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنائیں گئیں۔ یہ جو امام کو لوہے کا زیور پہنایا تھا یہ
ظالموں نے پہنایا تھا بنو امیہ اور بنو عباس کے ظالم اور سفاک حکمرانوں نے پہنایا تھا
اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ اگر انہیں آزاد رکھا گیا تو یہ انقلاب برپا کر دیں گے۔ لہذا
وہ قید میں رکھتے تھے زنجیریں ڈال کے رکھتے تھے تاکہ لوگوں سے ان کا رابطہ نہ ہو یہ قید
ہو کر رہ جائیں اور تم خود اپنے آپ کو قیدی بنائے ہوئے ہو تو اب تو خوش ہیں۔ یہ ظالم
حکمران کہ چلو ہمیں زحمت ہی نہیں کرنی پڑی یہ ساری قوم زنجیریں ڈال کے پڑ جائے تو
کتنا اچھا ہو۔ اب بتایئے عقل کیا کہتی ہے دشمن تو خوش ہے کہ آپ خود ہی زنجیریں
پہن لیں وہ تو یہی چاہتے تھے تو عزیزو یہ سنت امام نہیں سنت امام کیا ہے۔ سنت امام
یہ ہے کہ ان ظالموں کے خلاف کلمہ حق بلند کرو، ان ظالموں کے خلاف اعلان جہاد کرو
ان کفر وشرک اور الحاد کی طاقتوں کے مقابل ڈٹ جاؤ حق کی پیروی کرتے رہو۔
حسینیت کا پرچار کرتے رہو اور پھر جب یہ مجبور ہو کر تمہیں زنجیروں میں جکڑ کے
زندانوں میں ڈال دیں اور پھر کوئی پوچھے کہ کس جرم میں یہ زیور پہنا تو اب کہو کہ
سنت امام ادا کر رہا ہوں۔ یہ ظالم اور جابر حکمران ہم سے ڈرتے ہیں اس لئے ہمیں
زنجیروں میں جکڑ کے زندانوں میں ڈال دیا تو عزیزو کونسا راستہ صحیح، کونسی سنت
میں زیادہ ثواب، کونسی سنت زیادہ عبادت والی اور درست ہے میں منع نہیں کرتا اس
پہلی سنت کو۔ میں کہتا ہوں اس کا بھی ثواب ہو گا مگر یہ بلندی اور یہ معراج تو نہیں پا
سکتا۔ تو یہ معراج اور مقام جو پالے گا وہ مختار بن جائے گا وہ مختار کی صف میں شامل ہو

جائے گا تو اب مختار میں اور دوسروں میں فرق ہو گیا نا تو عزیزان محترم سنت ادا کرنے
میں فرق ہے اسی لئے میں مختار کی تاریخ آپ کے سامنے پڑھ رہا ہو اب عمیر نے ایک
منصوبہ بنایا جب رات ہوئی تو مال ودولت والا تو تھا کوفے کا معلم۔ بڑے بڑے
سرداروں کے بچوں کو پڑھانے والا تو جو بڑے بڑے لوگوں کو پڑھائے تو مال بھی بڑا بڑا
ملتا ہے تو اب جناب اس کے پاس مال ودولت کی کمی تو تھی نہیں پانچ سو درہم تحفے
تحائف، کھانے پینے کا سامان جمع کیا یہ سارا سامان لے کر رات کو زندان بان کے گھر
پہنچا وہ تو ڈیوٹی پر تھا اس کو معلوم تھا کہ وہ گھر پر نہیں ہو گا زوجہ کو دے دیا اور کہا کہ
کہنا کہ عمیر آیا تھا معلم کوفہ منت کی تھی نذر کی تھی کہ رہا ہو جاؤں گا تو یہ سب مال تجھے
دوں گا جب داروغہ صبح گھر آیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون لایا۔ زوجہ نے جواب دیا کہ یہ
عمیر دے کے گیا ہے داروغہ زندان نے کہا کہ نذر نہیں ہے میں سمجھ رہا ہوں اس کے
پیچھے اس کی کوئی ضرورت ہے دوسرے دن پھر عمیر نے یہ حرکت کی اب زندان بان کچھ
کچھ سمجھنے لگا کہ عمیر کیا چاہتا ہے۔ اب زندان بان نے عمیر پر اپنے عقیدے کا اظہار
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ داروغہ جو تقیہ میں ہے۔ حسینؑ کا چاہنے والا ہے۔ اس لئے
کوفے کی تاریخ پڑھ رہا ہوں تاکہ آپ کے سامنے آجائے کہ بدترین حالات میں بھی
مومنین نے ہمت نہیں ہاری تھی اور موقع کا انتظار کر رہے تھے۔ اب یہ بیچارہ بھی چھپا
ہوا تھا ہوتا یہ ہے کہ جب ایک نکلتا ہے تو دوسرے بھی نکلتے ہیں اب یہ دل ہی دل میں
کہتا ہے کہ عمیر کوئی نہ کوئی حاجت رکھتا ہے یہ قسم کھاتا ہے کہ اگر یہ مجھ سے مختار کی
رہائی کی بھی بات کرے گا تو میں رہا کر دوں گا کیونکہ جانتا ہے کہ عمیر مختار کا آدمی ہے خود
بھی تقیہ میں ہے اب تیسرے دن اس نے چھٹی کی جیسے ہی عمیر یہ سارا سامان لے کے
پہنچا کہنے لگا کہ دیکھ عمیر بات یہ ہے کہ نذر وزر کا قصہ تو تو چھوڑ دے۔ اس زمانے میں

بھی یہ ہوتا تھا کہ نذر کی آڑ میں بھی بہت سارے کام ہوئے تھے کہا کہ بھئی تو یہ قصہ تو
چھوڑ یہ بتا کہ چاہتا کیا ہے اپنی حاجت بیان کر اور میں جانتا ہوں کہ تو محب اہلبیت ہے
میں تجھے علیؑ کی اور حسینؑ کی قسم دیتا ہوں اپنے دل کی حاجت بیان کر اب عمیر بے
خوف ہو کر کہتا ہے کہ بات یہ ہے بھائی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مختار تک بس تو یہ قلم
اور دوات کسی طرح پہنچا دے کہا کہ دیکھ عمیر کام تو بہت سخت ہے لیکن میں کوشش
کروں گا کہ کسی ترکیب سے یہ پہنچ جائے۔ زندان بان نے سبزی میں قلم چھپایا اور
دوات کو چھپایا اور بہانہ بنایا کہ ایک قیدی رہا ہوا تو اس نے منت کی تھی کہ قیدیوں
کو کچھ کھلاؤں پلاؤں گا اس طرح یہ قلم دوات جناب مختار کے پاس پہنچ گیا جبکہ اس کی
بھی خبر ابن زیاد کو ہو گئی لیکن جناب مختار نے اس کو ایسا چھپایا کہ تلاشی کے باوجود کچھ
نہ ملا اور اس بیچارے داروغہ کی جان بھی بچ گئی جس کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا
ابن زیاد نے۔ یہ اشارے کرتا جا رہا ہوں جب آپ پڑھیں گے تو سارے چیزیں آپ کے
سامنے تفصیل سے آجائیں گی تاریخوں میں۔ اب جب قلم اور دوات ملا تو جناب مختار نے
ایک خط لکھا عبداللہ ابن عمر کے نام اور ایک خط لکھا اپنی بہن صفیہ کے نام کہ میں
بدترین قید کے دن گزار رہا ہوں اور میری رہائی کا بندوبست کرو یہ زندان بان نے عمیر
کو خط دیئے اب یہ کوفے سے نکلے کیسے۔ ابن زیاد کی حکومت ہے اور عمیر معلم کوفہ ہے
اگر کوفہ سے نکلے گا تو ابن زیاد کو معلوم ہو جائے گا اور وہ پہلے ہی مشکوک ہے تو ایک
قول ہے مجاہد انقلابی کا اس نے کہا کہ اگر واقعی کوئی سچا انقلابی ہو تو اس کا ایک راستہ
بند کر دیا جائے تو وہ ۱۰۰ راستے خود کھول لیتا ہے سو راستے بنا لیتا ہے اپنے راستے خود
بناتا ہوا جاتا ہے اسے ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کے لئے پہلے سے راستے بنائے جائیں تو
پھر کچھ کام کرے یہ ہوتا ہے طریقہ۔ مختار اور اس کے ساتھیوں نے یہ طریقے سکھائے

تھے شیعوں کو کہ اپنے راستے خود بناؤ تو عمیر اب یہ ترکیب نکالتا ہے کوفہ سے باہر نکلنے کی
کہ اس نے احرام کا حج کا سامان لیا اور تلبیہ پڑھنا شروع کی۔ دار الامارہ میں اس زمانے
میں دستور تھا کہ جب کوئی عمرے یا حج کے لئے جاتا تھا تو امیر کو ضرور اطلاع دیتا تھا ابن
زیاد نے بلوا کر پوچھا کیا ارادہ ہے تیرا کہا کہ میں حج کرنے جانا چاہتا ہوں تو اجازت دے
دے میں نے منت کی تھی قید خانے سے رہا ہوں گا تو حج کروں گا اچھا بھئی معقول بات
ہے جا چلا جا مدینے جائے گا پہلے۔ عمیر نے جواب دیا کہ حج کامل کروں گا پہلے مدینے جاؤں
گا پھر مکے جاؤں گا ابن زیاد سے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار درہم بھی لے لئے مال بھی
اس سے لے لیا عمیر نے۔ وہ تولا کے بانٹ دیا فقیر فقرا۔ کو اپنے حلال کی کمائی سے سفر کا
بندوبست کیا اور چل پڑا بتا بھی دیا کہ دیکھو اگر مال غنیمت کہیں سے مل بھی جائے اس
طرح کا مال لے تو لو لیکن اپنے اوپر مت خرچ کرنا اپنے بچوں پر نہیں غریبوں پر فقرا۔ پر۔
بہت خاص مواقع پر اس قسم کے مال کی اجازت ہے ہر وقت تو ہے بھی نہیں جیسے عمیر
نے کیا لے لو چھوڑو نہیں لیکن اپنے اوپر نہیں خرچ کرو بلکہ جو غریب مسکین ہیں ان پر
خرچ کر دو عمیر مدینے پہنچا اور مدینے اس وقت پہنچا جب عبداللہ ابن عمر بیٹھے ہیں کھانے
پر اور قسم قسم کی کھانے پکوائے ہیں کھانے کا بہت شوق تھا انہیں اور کیوں نہ ہوتا
ورثے میں آیا تھا۔ زوجہ کو آواز دی کہ صفیہ آؤ کھانے پر تو اب وہ رو رہی ہے بیٹھی ہوئی
کہ جب تک مجھے مختار کی خبر نہیں ملتی جب تک مجھے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ میرا بھائی
کوفہ میں کس حال میں ہے میں اچھے کھانے نہیں کھاؤں گی اتنے میں دق الباب ہوا کہا
کہ میں کوفے سے آیا ہوں عمیر ابن عامر ہمدانی معلم کوفہ دوڑے دروازے کی طرف
عبداللہ ابن عمر دیکھا کہ معلم کوفہ ہے ابن عمر سے کہتے ہیں کہ یہ آپ کے لئے خط اور یہ
آپ کی زوجہ کے لئے خط۔ بہن نے جو یہ خط پڑھا تو رونا شروع کر دیا عبداللہ پوچھتے ہیں

کیا بات ہے صفیہ نے کہا کہ اپنا خط پڑھ لے۔ خط پڑھا خط میں مختار نے اپنی قید کا حال
لکھا تھا کہ میں بدترین حالت میں پڑا ہوا ہوں اور تو میرا بہنوئی ہے میرے لئے کچھ نہیں
کر سکتا جبکہ امیر تیری ہر بات مانتا ہے اب تو جناب یہاں رونا پیٹنا مچ گیا اور جناب مختار
کی بہن کے ساتھ ساتھ ان کی بھانجیوں نے بھی اپنے بال نوچنے شروع کر دیئے ایک
مصیبت بپا ہو گئی۔ عبداللہ ابن عمر سے صفیہ نے کہا کہ ابھی ابھی خط لکھو امیر کو
عبداللہ ابن عمر گھبرا گئے اور یزید لع کو فوراً خط لکھا کہ میرا حق ہے تجھ پر اور کیوں نہ ہو
بہرحال تو ہمارے بڑوں کی وجہ سے یہاں تک پہنچا تو حق ہے تجھ پر لہٰذا میرا خط پہنچتے ہی
تو مختار کی آزادی کا سامان کر یہ میرا رشتہ دار ہے یہ میرا برادر نسبتی ہے۔ دیکھا آپ نے
کہیں کہیں رشتے کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔ یہ قدرت کی مشیت ہوتی ہے اس طرح
انتظامات کئے جاتے ہیں ابن عمر کہتے ہیں کہ عمیر تو خود خط لے کر یزید لع کے دربار میں جا
عمیر کے دربار یزید لع پہنچنے کا بھی ایک طویل قصہ ہے خیر پہنچا۔ یہ یزید لع کے دربار میں
ملاقات ہوئی یزید لع کو خط دیا یزید کہتا ہے تو بھی مجھے محب اہلبیت لگتا ہے شیعہ لگتا ہے عمیر
بولا کہ میں تو کرائے کا آدمی ہوں۔ عبداللہ نے مجھے کرایہ دیا خط دیا میں یہاں آگیا یہاں
پہنچ گیا اچھا اب یزید لع عبداللہ کو ٹال بھی نہیں سکتا یزید کہتا کہ ابن عمر تو نے مجھ سے بہت
سخت سفارش کر دی ہے مختار کے لئے لیکن مجبور ہوں کہ تیرا حق ہے اب آپ دیکھئے کہ
ان کا حق ہے مگر اہلبیت کا حق نہیں ہے کتنا ایک دوسرے کا خیال کرتے تھے یہ نسلوں
کے بعد بھی انہیں یاد ہے کہ اس کا ایک احسان ہے اس کے باپ دادا کا احسان ہے
یہاں تک پہنچانے میں۔ ان کا اتنا خیال ہے لیکن جو گمراہی سے ہدایت کی طرف لائے
ان کے حقوق کو کس طرح پامال کیا لوگوں نے۔ تو عزیزو یہ دنیا میں صبح شام آپ
دیکھا کرتے ہیں اس طرح کی باتیں۔ اب یزید لع نے ابن زیاد کو مختار کی آزادی کے لئے

لکھا اور عمیر ابن عامر ہمدانی کو بھی انعام واکرام اور زادراہ دیا اور کہا کہ تو خود یہ خط لے
کر جا ابن زیاد کے پاس عمیر نے یہ چالاکی کی کہ یزید سے یہ بھی لکھوا لیا کہ ابن زیاد میری
گردن نہ اڑا دے یزید لع نے لکھ دیا کہ یہ جو آرہا ہے خط لے کے اس کا بھی خیال کرنا اس
کو نہ مارنا تو جناب عمیر خط لے کے جلدی جلدی کوفہ پہنچے اور پھر جب ابن زیاد کے دربار
میں پہنچے تو چادر ڈال لی منہ پہ ورنہ لوگ پہچان لیں گے کہا کہ کون ہے کہا میں یزید لع کا
قاصد ہوں دمشق سے آرہا ہوں فوراً دروازے کھول دیئے گئے ابن زیاد بھی آگیا کہ یزید لع کا
قاصد ہے وہاں پہنچ کے اس نے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ ابن زیاد بولا عمیر تو۔ کہا کہ
امیر کا خط تیرے لئے لایا ہوں ابن زیاد نے جو خط پڑھا تو غضبناک ہو گیا۔ آپ سوچیں
اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی ابن زیاد نے کہا کہ تو نے یہ سب کیا۔ کہا کہ امیر کیا کرتا
اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا یہ میں کرنا چاہتا تھا میں نے کیا اب تیرے
امیر کا حکم ہے تیرے نام اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ خلعت فاخرہ بھی دے امیر مختار کو
اور فوراً رہا کر اور مدینے کی طرف عزت سے روانہ کر دے اور جو یہ خط لے کر آرہا ہے اس
کو بھی انعام واکرام دے اور اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرنا اب یہ بے چارہ مجبور
ہو گیا ارے بے چارہ کاہے کا یہ ملعون مجبور ہوا اس نے فوراً حکم دیا کہ مختار کو رہا کیا
جائے مختار رہا ہوئے آئے دربار میں عزت سے اپنے پاس بھی بٹھا رہا ہے انعام واکرام
بھی دے رہا ہے لیکن ایک بات کہتا ہے کہ مختار تین دن میں کوفہ چھوڑ دینا بس تین دن
میں کوفہ چھوڑ دے ورنہ پھر میں مجبور ہو جاؤں گا اور تجھے قتل کر ڈالوں گا جناب مختار
آئے کوفے کے حالات تو دیکھ ہی رہے تھے کیا ہیں عمیر کے گھر میں آکے اب اس سے
اجازت چاہی تو عمیر کہنے لگے کہ آپ چلے جائیں گے تو میرا کیا حشر کرے گا ابن زیاد۔ اب
تو میں آپ ہی کے ساتھ ہوں جہاں جہاں آپ جائیں گے میں آپ کے ساتھ ہوں تو عمیر

ابن عامر ہمدانی ساتھ آیا مدینے پہنچ مدینے میں اپنی بہن کے گھر آئے کچھ دنوں تک یہاں پر آپ نے قیام کیا اور پھر واپس کوفے کیونکہ دماغ میں تو وہی ہے ناں اور ایک زخم بھی لگا ہے۔ابن زیاد نے دوات کھینچ کر ماری تھی اس زخم کا کوئی پوچھتا ہے تو کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے یہ زخم لگایا ہے اور میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں کہ ابن زیاد میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا یہ اعلان ہر جگہ کرتے ہیں۔ پھر دوبارہ کوفے گئے تاکہ لوگوں کو منظم کر دیں لوگوں کو جمع کریں قیام کے لئے آمادہ کریں اتنا آسان تو نہیں ہے لوگوں کو قیام کے لئے حقیقی قیام کے لئے آمادہ کرنا کیونکہ لوگوں کے سامنے ماضی ہوتا ہے۔ ماضی میں یہ ہوا اس نے یہ کیا اس نے یہ کیا اب سب ڈرے ہوتے ہیں سہمے ہوتے ہیں لہذا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔قیام کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا لیکن مختار کوفے پہنچ ابھی کام شروع ہی کیا تھا کہ مخبروں نے ابن زیاد کو پھر خبر دے دی کہ مختار پھر مصیبت بن کر آگیا ہے اور اس نے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔اس نے لوگوں کو بہکانے کا کام شروع کر دیا وہ لوگوں میں جاتا ہے لوگوں میں پروپیگنڈہ کرتا ہے تیرے خلاف اور تیرے کارندوں کے۔ابن زیاد نے پھر گرفتار کر لیا لیکن اب کے مختار نے پہلے سے انتظام کیا ہوا ہے پھر بہن کو اطلاع بجھوائی پھر خبر ہوئی بہنوئی صاحب کو اور انہوں نے پھر یزیدؑ کے پاس دہائی دی اب کی دو مہینے میں رہا ہو گئے اس شرط پر کہ اب دوبارہ نہیں آؤ گے کوفہ میں دوبارہ یہاں پر نہیں آؤ گے اب جناب مختار دوبارہ مدینے پہنچے اور ڈھونڈنا شروع کیا تلاش کرنا شروع کیا جناب محمد حنفیہ کو تاکہ امام سے اجازت کے لئے وسیلہ بنایا جائے کیونکہ اب قیام کرنا ہے چند اپنے خاص جانثاروں سے عہد بھی لے لیا لیکن کہا کہ پہلے امام کی اجازت ضروری ہے۔اب یہاں سے نیت دیکھئے مختار کی، مختار کہتا ہے نہیں قیام تو کرنا ہے لیکن جب تک امام زمانہ کی تائید نہ ہو ہم قیام نہیں کریں

گے۔اب دیکھئے میں دو باتیں آپ کے سامنے لاؤں گا آج یا امام کی تائید حاصل ہو جائے یا نائب امام کی تائید حاصل ہو جائے یا امام کی تائید یا نائب امام کی تائید پوری تاریخ سند کے ساتھ آپ کے سامنے بات پیش کروں گا تو اب مختار ڈھونڈ رہا ہے کہ کوئی ایسا مل جائے جو امام کی بارگاہ میں میرا وسیلہ بن جائے تو مختار یہ سمجھتا ہے امامؑ تحریری طور پر اجازت نامہ نہیں دے سکتے جس ماحول میں اور جس طرح سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مختار مکے پہنچا یہاں عبداللہ ابن زبیر کی حکومت ہے بس یہ مکے تک محدود ہیں لوگ اس کی بیعت کئے ہوئے ہیں اور یزیدؑ کے خلاف ہیں مدینے میں واقعہ کربلا کے بعد بغاوت پھیل گئی حنظلہ غسیل الملائکہ کا نام سنا ہے ناآپ نے جنگ احد میں جس کو ملائکہ نے غسل دیا تھا اس کے بیٹے عبداللہ ابن حنظلہ کے ہاتھ پر مدینے والے بیعت کرتے ہیں اور عبداللہ ابن مطیع کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یزیدؑ سے نجات حاصل کرنا چاہئے کہ جس نے اہلبیت رسولؐ کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ نواسہ رسول کو ذبح کر ڈالا لیکن مختار یہاں سے نکل جاتے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں حالات کہ مدینے والے زیادہ دیر مقابلہ کرنے والے نہیں نکل جاتے ہیں مکے کی طرف اب عبداللہ ابن زبیر کو جا کے پکڑا اور عبداللہ ابن زبیر سے کہتے ہیں کہ دیکھ میں تیری اس شرط پر بیعت کرنے کو تیار ہوں کہ جب تجھے حکومت ملے گی تو مجھ سے مشورہ کرے گا دوسرے جب تو یزیدؑپر غلبہ پالے گا تو قاتلان حسینؑ کو میرے حوالے کرے گا عبداللہ ابن زبیر جو مختار کو پہلے منع بھی کر چکا تھا لیکن اب وہ جانتا ہے کہ مختار کی قوت کیا ہے راستے میں مجھے اس کی ضرورت پڑے گی لہذا اب بیعت کو قبول کر لیتا ہے کہتا ہے ٹھیک ہے قاتلان حسینؑ کے بارے میں تیرا ساتھ دوں گا اور تجھے ان پر مسلط کر دوں گا اس طرح جناب مختار کی حمایت عبداللہ ابن زبیر کو حاصل ہو گئی اس

کا نتیجہ کیا نکلا نتیجہ یہ نکلا۔ عزیزان محترم کہ مدینے میں جب مسلم بن عقبہ نے حملہ کیا
مدینے کو تاراج کیا تمام تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ مدینے کی بربادی سے تاریخ میں مدینے
کی تباہی وبربادی واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ بڑے ہی خوبصورت الفاظ میں لکھتے
ہیں کربلا کو دو شہزادوں کی جنگ۔ اب ان مورخین سے پوچھو کہ یہاں جو جھگڑا ہوا
مدینے میں تو یہاں تو شہزادہ الگ ہے نا مدینے سے باہر چلے گئے جناب سید سجادؑ اپنے اہل
وعیال کو لے کے اور مدینے میں یہ جنگ ہوئی اور نو ہزار مدینے کی خواتین کی بے حرمتی
کی گئی گلیوں میں سڑکوں پر یزیدؑ کا سالار مسلم بن عقبہ جو بغاوت کچلنے آیا ہے ۷۰۰
اصحاب کرام کو تہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ یہ ۷۰۰ اصحاب کے قاتلوں پر لعنت بھیجنا ثواب
ہوگا یا عقاب ہوگا کبھی ان اصحاب کی یاد بھی منالی جائے کہ جو ۷۰۰ اصحاب رسولؑ تہہ
تیغ کر دیئے مسلم بن عقبہ نے۔ کبھی ان کا بھی ذکر کر لیا کیجئے کہ یزیدؑ نے اصحاب
رسول کتنے قتل کرائے تھے اور آگے چلئے عزیزان محترم تاریخ ہے اس لئے غور سے سنیئے
خاص طور پر جوان کہ جنھیں روز کالجوں میں دفتروں میں ہر جگہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا
ہے صرف اس وجہ سے کہ تاریخ بیان نہیں کی جاتی تسلسل سے واقعات بیان نہیں کئے
جاتے۔ تاریخ کا تجزیہ نہیں کیا جاتا۔ ان کو تو چند نکتے سنا دیئے جاتے ہیں وہی یاد ہوتے
ہیں تو یہ ۷۰۰ اصحاب کو قتل کر دیا گیا مدینے میں اور ان کا قاتل یزیدؑ اور اس کا سالار
مسلم بن عقبہ مدینے کو تاراج کرنے کے بعد پھر مکے کی طرف چلا مگر راستے میں سخت
بیمار ہو کر مر گیا۔ مرنے سے پہلے حصین ابن نمیر کو سالار بنایا ابن نمیر نے محاصرہ کیا
مکے میں مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی عبداللہ ابن زبیر کا ساتھ دے رہا ہے مسلسل مقابلہ کر
رہا ہے حصین ابن نمیر نے یہ کیا کہ اس نے کعبے پر منجیقوں سے پہلے پتھر برسوائے اور پھر
اس کے بعد آگ پھنکوائی ہر تاریخ میں پڑھ لیجئے کعبہ کو آگ لگوائی کعبے پر پتھر برسائے

صفا اور مروہ کے درمیان سیکڑوں سعی کرنے والوں کو ہلاک کر دیا ان میں کچھ یقیناً شہید
ہیں شہادت کے درجے پر بھی پہنچے ہوں گے کچھ مومنین بھی ہوں گے کچھ کو شہید کیا اس
حصین ابن نمیر نے یہ اس کا کارنامہ جو مدینے اور مکے میں اس نے انجام دیا اور مختار وہیں
پر ہیں مکے میں اور ابن زبیر کا ساتھ دے رہے ہیں صرف اس امید پر کہ ابن زبیر کا غلبہ ہو
جائے گا تو میں کوفے میں قاتلان حسینؑ پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں گا لیکن معاملہ
اس کے برعکس تھا۔ عبداللہ ابن زبیر جنگ جمل سے فتنے کھڑے کر رہا تھا عبداللہ ابن
زبیر کا اتنا تعارف آپ کو کرائے دیتا ہوں۔ عزیزان محترم یہ عبداللہ ابن زبیر وہ ہے کہ
جنگ جمل میں جب زبیر بن عوام کو یعنی اس کے باپ کو مولائے کائناتؑ نے یہ یاد
دلایا تھا کہ زبیر یاد کرو رسولؐ نے کہا تھا کہ ایک دن تم میرے مقابلے پر آجاؤ گے اور
اس وقت تم باطل پر ہو گے۔ اور زبیر کو یاد آگیا سر جھکایا اور میدان سے واپس چلے گئے
تو یہ نازک صورتحال دیکھ کر عبداللہ ابن زبیر نے اپنے والد سے کہا کہ یہ کیا ہوا زبیر
بولے کہ علیؑ نے مجھے وہ بات یاد دلا دی، رسولؐ کی حدیث یاد دلا دی اب میں علیؑ کے
مقابلے میں جنگ نہیں کروں گا تو آپ جانتے ہیں عبداللہ ابن زبیر کیا فتنہ کرتا ہے کہتا
ہے کہ میں جانتا ہوں بابا تم کو۔ یہ تو سب بہانے ہیں تم علیؑ کی تلوار سے ڈر گئے۔ زبیر
کچھ بھی تھا لیکن دلیر آدمی تھا۔ بہادر انسان تھا ابن زبیر چاہ رہا تھا کہ کسی طرح جوش
دلائے زبیر کو اور علی کے مقابلے پر لے آئے اپنے باپ کو کیونکہ زبیر کے پیچھے ہٹنے سے
فوج کے جذبے میں کمی آتی ہے تو یہ عبداللہ ابن زبیر تھے جس کے لئے مورخین کا تبصرہ
کہ بخیل اور بہت ہی مکار اب اس کا تعارف ہو گیا اب یہاں سے دیکھئے بازی کیسے پلٹتا
ہے ابھی مکہ محاصرے میں تھا۔ ۶۴ ہجری میں کہ یزیدؑ ملعون واصل جہنم ہوا بلکہ روزانہ
صبح شام ہو رہا ہے، روایات کے مطابق کہ اس پر روز عذاب نازل ہوتا ہے جس حالت

میں یہ مرا ہے یعنی جس طرح سے اس کی ہلاکت ہوئی ہے کہ روز اس پر صبح شام قیامت
تک یہ عذاب رہے گا اس کے بعد جو عذاب پروردگار اس کو دے گا اس کے بارے میں
ہم تصور بھی نہیں کر سکتے یہ خبر پہنچی کے میں جبکہ حصین ابن نمیر کے کا محاصرہ کئے
ہوئے ہے خبر پہنچی کہ یزید لعنون واصل جہنم ہوا پس اس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور
عبداللہ ابن زبیر کا مورال بڑھ گیا لوگ جمع ہو گئے اس کے ساتھ اور جناب مختار سمجھ گئے
کہ بازی پلٹ گئی اور اب عبداللہ ابن زبیر کی بیعت ہونے لگی بصرے میں کوفے میں
اور دیگر شہروں میں اب جناب مختار یہ چاہتے ہیں کہ اس کی رائے لیں کہ یہ چاہتا کیا ہے
لیکن جب اس کے پاس گئے تو اس نے آنکھیں پھیر لیں، جناب مختار سے اور معاہدہ توڑ
دیا۔ ذرا ذہن پر زور ڈالئے ایسا ہی ہوتا ہے نا۔ جب حکمران مشکل میں ہوتے ہیں تو
معاہدے کرتے ہیں اور مشکل ختم ہوتے ہی کیسا وعدہ۔ جب تم نے گھیراؤ کیا تھا ہمارا
جب ہم کمزور تھے اب وہ وقت گیا اب کوئی وعدہ کوئی معاہدہ نہیں جب تم طاقتور تھے
متحد تھے تو ہم نے تم سے معاہدہ کر لیا اب ہماری ضرورت نکل گئی اب جوتے کھاؤ کبھی
اس کے جوتے کھاؤ، کبھی اس کے جوتے کھاؤ، کبھی اس سے ملتے ہیں معاہدہ کرتے ہیں
کبھی اس سے ملتے ہیں معاہدہ کرتے ہیں اور پھر گلہ بھی کرتے ہیں کہ ہم حکومت کی
حمایت بھی کر رہے ہیں پھر بھی ہمیں کوئی عہدہ نہیں دیا جا رہا ہے۔ جب حکمرانوں کا کام
نکل جاتا ہے جب ان کی حکومت آجاتی ہے پھر وہ انہیں کی جوتی انہیں کے سر پر برسانا
شروع کر دیتے ہیں یہ صبح شام آپ اس شہر میں بھی اس ملک میں بھی تماشا دیکھا کرتے
ہیں کہ نہیں دیکھا کرتے ہیں تو جناب مختار فوراً سمجھ گئے کہ یہ میرے ساتھ دھوکہ کر گیا
اس نے آنکھیں پھیر لیں اور جناب مختار نے بھی یاد نہیں دلایا اس کو اور یہ وہاں سے
غصے میں پھر مدینے آئے یہاں سے پھر محمد حنفیہ کو تلاش کرنا شروع کیا یہاں میں آج کا

واقعہ لا کے ختم کرنا چاہوں گا تو عزیزان محترم آخر پھر کے میں جا کے تلاش کرنے میں
کامیاب ہو گئے محمد حنفیہ کو۔ ملاقات ہوئی اور جناب محمد حنفیہ گلے ملتے ہیں اور جناب
مختار ارادے کا اظہار کرتے ہیں کہ اے فرزند علیؑ میں چاہتا ہوں کہ انتقام لوں خون
حسینؑ کا لیکن مجھے امامؑ کی اجازت کی ضرورت ہے جناب محمد حنفیہ گلے سے لگاتے ہیں
اور کہتے ہیں مختار تو اطمینان رکھ میں تیرے لئے اجازت حاصل کروں گا میں تو خود اس
وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ کب تیری اور میری ملاقات ہو اور فرزند رسولؐ کا انتقام لیا
جائے۔ یہ جناب محمد حنفیہ کا کارنامہ ہے ساتھ لے کے امام زین العابدینؑ کی خدمت
میں آئے۔ اپنے ساتھ لے کر آئے جناب مختار کو جناب سجادؑ کی خدمت میں اور مدعا بیان
کیا۔ اب دیکھئے جو امام کی نیابت کے منکر ہو جاتے ہیں یہ لوگ اپنے مسائل اپنے
مفادات کی بنا پر ہوتے ہیں ورنہ امامؑ نے اپنی زندگی میں بھی اپنی نیابت دی ہے بس
ایک جملہ کہا حکمت عملی اسی میں پوشیدہ کہ اے میرے چچا محمد حنفیہ میں اس امر میں
آپ کو ولی بناتا ہوں آپ کو اختیار دیتا ہوں نہ تحریر دی نہ زبان سے مختار سے کچھ کہا بلکہ
اپنے نائب سے کہہ دیا کہ اے میرے چچا محمد حنفیہ اس امر میں یعنی اس انتقام کے امر
میں آپ کو اپنا ولی بناتا ہوں آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں جناب محمد حنفیہ خوشی
خوشی اٹھے جناب مختار خوش ہوئے اور آنے کے بعد چالیس خط جناب محمد حنفیہ نے لکھے
کوفے کے جو مشہور مشہور افراد تھے ان کے نام جن میں ابراہیم بن مالک اشتر بھی ہیں
کہ ابراہیم بن مالک اشتر کی شرط یہ تھی کہ جب تک امام کی تائید نہیں ہوگی میں قیام
نہیں کروں گا۔ خط لکھے اور جناب حنفیہ کی مہر کے ساتھ کہ میں نے اختیار دیا ہے
مختار کو یہ میری طرف سے آ رہا ہے اس کا ساتھ دو اور اس کی بیعت کرو وہاں پہنچ لیکن
لوگ ابھی بھی تحقیق چاہتے ہیں۔ ۵۰ آدمی پھر کوفے سے کے آئے اور جناب محمد حنفیہ

سے ملاقات کی پہاڑوں کے دامن میں طائف اور مکے کے درمیان جہاں روپوش جناب
محمد حنفیہ چھپ کے رہے سارا وقت وہیں گزارا جب تک انتقام پورا نہیں ہو گیا۔ ۵۰
افراد ملاقات کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں امام کی تحریر چاہئے، جناب محمد حنفیہ
پھر وہی بات کرتے ہیں کہ دیکھو میں تمہیں زبانی تائید دلوا سکتا ہوں لیکن مصلحت
نہیں ہے کہ امام تحریری طور پر اس دور میں سند دیں اور مجھے امام نے اس امر کا ولی بنایا
ہے میں امام کی طرف سے اختیار رکھتا ہوں پھر وہ امام سے جا کے ملے امام پھر وہی جملہ
دہراتے ہیں کہ دیکھو میں نے اس امر کا اختیار اپنے چچا محمد حنفیہ کو دے دیا اور پھر اس
جملے کی تکرار تاریخ میں موجود ہے امام کہتے ہیں کہ اگر ہم اہلبیت کو کوئی غلام بھی اذیت
پہنچائے تو سارے مسلمانوں پر اس کا بدلہ لینا واجب ہے۔ میں نے ختم کر دی آج کی
مجلس یہاں تک مسئلہ نازک تھا میں یہاں تک پہنچانا چاہتا تھا اب کل سے انشاء اللہ
شاید مضمون اتنا خشک نہ ہو مگر آپ نے بھی کمر کسی ہوئی ہے کہ آنا ہے انشاء اللہ
زندگی رہی تو میں بھی آؤں گا اور آپ بھی آئیں گے کل سے پھر ہم قیام مختار کے حالات کو
شروع کریں گے یہ وہ حالات جن میں جناب مختار نے تائید لی ہے اجازت لی ہے امامؑ
سے اور اس کے بعد کوفے میں جا کے منظم کیا ہے لوگوں کو اور خروج کا اعلان کیا اور
پھر سب سے بڑی بات جب مختار کوفے کی طرف گیا ہے۔ امامؑ کے پاس لوگ بیٹھے ہیں
مدینے میں اور امام کہہ رہے ہیں کہ عنقریب مختار میرے پاس عمر سعد اور ابن زیاد کے
سر بھیجے گا امام کو منع کر دینا چاہئے امام کو حکم نہیں دینا چاہئے سوگ بڑھانے کا
سیدانیوں کو کہ جنہوں نے ۵ سال سر میں تیل نہیں ڈالا ہے چولہا نہیں جلا گھر میں۔
امامؑ کہتے ہیں کہ آج اپنا سوگ بڑھاؤ آج خوشی کا دن ہے آج قاتلان حسینؑ ظاہری طور پر
اپنے انجام کو پہنچ گئے اور عزیزو! یہ یزید پلید کی بھی جو جہنم واصل ہونے کی تاریخ ہے وہ یہ

ہی ہے ۱۰ ربیع الاول ۹ ربیع الاول کو عمر سعد اور ابن زیاد کے سر امام کی خدمت میں پہنچے
اور یہ ۶۷ ہجری کا واقعہ ہے اور جب یزید ملعون واصل جہنم ہوا ہے تو دس ربیع الاول ۶۴
ہجری تھی تو ہمارے ہاں اسی لئے ان تاریخوں میں عید زہرا اور عید شجاع منائی جاتی ہے۔
عزیزان محترم میرے پاس وہ زبان نہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں میں نے اس چیلنج
کو قبول کیا تھا کہ لوگ یہ کہتے تھے کہ روایتی انداز سے ہٹ کر اگر کوئی بیان کرے یا
مجلس پڑھے گا تو وہ ناکام ہو جائے گا اور لوگ اسے قطعاً نہیں سنتے۔
میں نے اس چیلنج کو قبول کیا تھا اور پروردگار کی تائید سے مولا کی تائید سے نتیجہ
آپ کے سامنے ہے۔ اگر آپ اور ہم مخلص ہیں تو انشاء اللہ اس مخصوص مزاج کے
دھارے کو موڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے ہوا کے رخ پر چلنا آسان ہوتا ہے ہوا کے
رخ کو موڑنا ذرا مشکل کام ہوتا ہے۔ عزاداران حسینؑ بس چند دن کوفے کے زندان
میں رہے قیدی اس کے بعد یزید کا پیغام پہنچا کہ سرہائے شہداء کو اور قیدیوں کو شام
میرے پاس روانہ کر دیا جائے دمشق بھیجا جائے اور اس ملعون ابن زیاد نے کس طرح
سے روانہ کیا بے کجاوہ اونٹوں پر سر برہنہ پابرہنہ سیدانیاں اور ان اونٹوں کی مہار سید
سجادؑ کے ہاتھ میں ساربان کا فریضہ سید سجادؑ انجام دے رہا ہے کوفے سے یہ قافلہ نکلا ۱۵،۱۶
یا ۱۷ محرم بہرحال یہ ہی ایام ہیں کہ جب کوفے سے ان قیدیوں کا قافلہ شام کے لئے
روانہ ہوا چند منزلیں طے کیں اس قافلے نے رات کی تاریکی ہوئی کوفے سے کچھ دور یہ
قافلہ نکل چکا ہے کہ اب رات کو ٹھہرنے کا انتظام کیا جائے۔ ایک قلعہ پر نظر پڑی
سپاہیوں نے جا کے تفتیش کی معلوم ہوا کہ یہ شیریں کا قلعہ ہے اور عزیزان محترم
محققین بتاتے ہیں کہ اس کے آثار حلب کے قریب اب بھی موجود ہے کہ جہاں یہ قلعہ
شیریں تھا عزیزان محترم تو قلعہ شیریں کے پاس پہنچے اس سے اجازت طلب کی کہ ہم امیر

کے آدمی ہیں دمشق جارہے ہیں۔امیر کی خدمت میں اور ہمارے ساتھ کچھ قیدی ہیں کچھ
سر ہیں اجازت دے کہ رات کو تیرے قلعے میں ٹھہر جائیں شیریں نے اجازت دی قلعے
کے دروازے کھول دیئے گئے قیدی بھی اندر گئے شہداء کے سر بھی گئے وہ سپاہی بھی
گئے۔شیریں کی جو نظر پڑی کہ قیدیوں میں عورتیں ہیں بچے ہیں تو ان کے سردار سے کہتی
ہے کہ تم اگر اجازت دو تو یہ ستم رسیدہ عورتیں، بچے ان کو صحن کے بجائے میں کسی
کمرے میں اپنے قلعے میں جگہ دے دوں سپاہی بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی غرض نہیں ان
کو جہاں دل چاہے ٹھہرا دو یہ سہمی ہوئی عورتیں یہ سہمے ہوئے بچے۔عزاداران حسینؑ
شیریں آتی ہے ان کے پاس کہ مت گھبراؤ تم میرے قلعے میں امان سے ہو تم جو کوئی
بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں اور انہیں ایک کمرے میں بٹھا دیا ان کے کھانے پینے کا
انتظام کیا جب قیدیوں نے اتنا مہربان دیکھا تو کہتی ہیں کہ شیریں جب تو اتنی مہربانی
کر رہی ہے تو دیکھ یہ جو ہمارے وارثوں کے سر ہیں نیزوں پر اگر تو ان سپاہیوں سے کہے
گی تو یہ رات بھر کے لئے ہمارے حوالے کر دیں گے شیریں گئی سپاہیوں کو انعام
واکرام کا لالچ دیا اجازت ملی کہ یہ قیدی اپنے ورثاء کے سر اپنے پاس رکھ لیں سرلا کے
انہیں دیئے کہ تمہاری تسکین ہوجائے گی اب ایک بی بی نے کہا کہ جب تو اتنی مہربانی
ہمارے ساتھ کر رہی ہے تو اچھا ہمیں اتنی اجازت دیتی ہے کہ ہم اپنے ان شہیدوں کو
رولیں۔تعجب سے کہتی ہے شیریں کیوں نہیں ہو تمہارے مقتول ہیں کہا کہ نہیں
شیریں بات یہ ہے کہ جب سے ہمارے وارث قتل کئے گئے ہیں شہید کئے گئے ہیں ہمیں
رونے کی اجازت نہیں ہے تو اجازت دیتی ہے کہا کہ تم دل کھول کے رو خوب پرسہ دو
اپنے مقتولوں کا جہاں تم پر کوئی پابندی نہیں بس عزاداران حسینؑ شیریں واپس پلٹی۔
ابھی دروازے تک پہنچی بھی نہ تھی کہ کانوں میں ایک آواز آئی ہائے حسینؑ بس یہ جو

آواز آئی تو گھبرا کے پلٹی کہتی ہے کہ یہ آواز کس نے دی تھی یہ نام کس نے لیا تھا سر
جھکائے ایک بی بی بیٹھی ہے کہتی ہے کہ بی بی میں نے اپنے بھائی کو پکارا تھا۔شیریں
نے کہا کہ دیکھو بی بی سب روئیں تجھے رونے کی اجازت نہیں ہے اور اگر تو رونا ہی
چاہتی ہے تو یہ نام لے کے نہ رو بلکہ اگر تیرے مقتول کا کوئی اور بھائی ہے تو اس کا نام
لے کے رولے وہ بی بی سر جھکائے جھکائے کہتی ہے کہ تیری یہ شرط قبول ہے شیریں۔
شیریں ادھر پلٹی ادھر اس نے آواز دی۔عباسؑ کے بھائی حسینؑ بس شیریں پھر تڑپ کر
پلٹی کہا کہ بی بی دیکھو یہ نام بھی نہ لے کیا تیرے مقتول کا کوئی بیٹا نہیں ہے اگر تیرے
مقتول کا کوئی بیٹا ہے تو اس کا نام لے کے رولے کہا کہ شیریں یہ بھی قبول ہے اب یہ
بی بی کہتی ہے ہائے علی اکبرؑ کا بابا بس یہ جو کہا تو بیٹھ گئی زمین پر شیریں۔اور دونوں ہاتھ
جوڑ کر کہتی ہے بی بی دیکھ جب سے تو میرے قلعے میں داخل ہوئی ہے میرا دل قابو میں
نہیں ہے یہ بتا کہ تو ہے کون اور یہ جتنے نام تو لے رہی ہے یہ تو میرے مولاؑ کے گھر
والوں کے نام ہیں اور میں نے تو کہا تھا کہ جب تم اپنے مقتولوں کو روؤ گے تو دعا کرنا
کہ میرے مولاؑ نے آنے کا وعدہ کیا ہے میں انتظار کر رہی ہوں کہ میرا مولاؑ آجائے بس
عزاداران حسینؑ شیریں سے کہتی ہے وہ بی بی اور شیریں مولاؑ نے یہ بھی تو کہا تھا تجھ
سے کہ دیکھ اگر ہم آئیں گے تو ایسا نہ ہو کہ تو پہچان نہ سکے۔شیریں دیکھ تیرے مہمان
آگئے اور تو نے نہیں پہچانا بس عزاداروں اب شیریں کے سامنے مسئلہ واضح ہو چکا تھا منہ
پیٹتی ہے سر پیٹتی ہے قدموں پر سر رکھ کے چلاتی ہے اے ثانی زہراؑ میں آج کے دن کے
لئے زندہ رہ گئی تھی ارے میں کیا دیکھ رہی ہوں میرا مولا حسینؑ کہاں ہے میرا آقا عباسؑ
کہاں ہے میرا شہزادہ علی اکبرؑ کہاں ہے بس عزاداران حسینؑ ثانی زہراؑ کہتی ہے شیریں یہ
دیکھ رہی ہے زنجیروں میں جکڑا ہوا بیمار یہ تیرے وقت کا امامؑ ہے بس مردوں میں اس

کے سوا کوئی باقی نہیں بچا اور شیریں وہ نوک نیزہ پر جو سربلند ہے وہ ہی تیرے مولاؑ حسینؑ کا سر ہے عزادار وں شیریں سر وسینہ پیٹتی ہوئی چلی نیزے کی طرف اے میرے مولاؑ خوب وعدہ نبھایا خوب مہمانی کا شرف بخشا۔ارے شیریں آج ہی کے دن کے لئے زندہ رہ گئی تھی کہ زینب وام کلثوم بے پردہ بے مقنع وچادر اس کے گھر میں مہمان بنیں۔

الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین O

O O O

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب آیۃ ۲۳)

اور مومنین میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ جو خدا سے کئے ہوئے اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ اپنا وعدہ پورا کر کے جا چکے، کچھ اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ آغاز ایک شعر سے کروں جو آج کے ماحول میں بہت ہی سادہ لیکن ایک انقلاب سمیٹے ہوئے ہے۔ شاعری دو طرح کی ہے ایک بار ایک شعر انسان کے عقائد کو متزلزل کر دیتا ہے اور ایک شعر یہ بھی ہوتا جو عقیدے کو جلا بخشتا ہے جیسے خطابت میں دو کمال موجود ہیں ایسے شاعری میں بھی دو کمال موجود ہیں خطابت کا بھی کمال یہ ہے کہ وہ چاہے گمراہی کی طرف لے جائے چاہے ہدایت کی طرف لے جائے شاعری میں بھی یہ کمال موجود ہے ایک شعر انسان کے عقیدے کو الٹ کے رکھ دیتا ہے اور کبھی مجلسوں میں انسان کوشش کرتا ہے کہ اس پیغام کو دینے کی اور شاعر ایک شعر میں اس پیغام کو دے جاتا ہے اور ابھی میرے بھائی ریحان نے جو کلام پڑھا اس کا تو ہر شعر خیر اپنی جگہ لیکن آپ دیکھیں ایک شعر۔وہی پیغام میں دینے کی کوشش کر رہا ہوں مگر ریحان کمال دکھا گئے ایک شعر میں وہ پیغام دے گئے کہ

ظالم سے بغاوت ہے عزاداریٔ شبیرؑ
مظلوم کی طاقت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اگر سمجھ لیں عزادار کہ بغاوت کے بغیر عزاداری کا مطلب ہی باطل ہے عزیزو جہاں ظالم

سے بغاوت نہیں ہے وہاں عزاداری ہی نہیں ہے اگر ظالم کے ظلم سے بغاوت کا تصور نہیں ہے پھر کیسی عزاداری شبیرؑ پھر کیسی عزاداری حسینؑ دراصل ماتم ہے ہی ظلم سے بغاوت کا اعلان یہ اعلان ہی نہ ہو اور انسان کہے کہ میں عزادار ہوں۔ تو پھر اس کو پتہ ہی نہیں کہ عزاداری کیا ہے اسی لئے تو ظالم گھبراتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ عزاداری کو روک دیا جائے، اس ماتم کو روک دیا جائے مجلس کو روک دیا جائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ عزاداروں کے سینے پر پڑنے والے ہاتھ دراصل ظالم کے منہ پر طمانچہ ہیں۔

عزیزان محترم۔آج قیام کا آغاز ہے لیکن آج وہ پہلا قیام کہ جس نے بنیاد فراہم کر دی۔ مختار کے قیام کی اور جو صرف اسی لئے اٹھے تھے کہ ہمیں قاتلان حسینؑ سے لڑنا ہے اور شہید ہو کے حسینؑ کی بارگاہ میں پہنچ جانا ہے یہ پہلا قیام جو جناب سلیمان بن صرد خزاعی اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے برپا کیا تھا اور یالثارات الحسینؑ کا نعرہ لگایا تھا اے خون حسینؑ کا انتقام لینے والوں یہ وہ لوگ ہیں کہ جو میں نے کل عرض کیا تھا کہ ساڑھے چار ہزار شیعہ جو قید میں تھے اور قید میں روتے تھے کہ ہمیں امامؑ کی نصرت کا موقع نہیں ملا۔آج پہلا حصہ مجلس کا اس طرف ہے دوسرے حصے میں پھر جناب مختار کے قیام کا جدوجہد کا آغاز۔عزیزان محترم کل میں نے عرض کیا کہ یہ یزیدؒ ملعون واصل جہنم ہوا اور ایک افراتفری ایک انتشار کی سی کیفیت ہر جگہ پیدا ہو گئی۔ابن زیاد جو بصرے اور کوفے دونوں کا والی تھا کوفے میں اس کا نائب تھا عمرو بن حریث جیسے ہی یزیدؒ کے موت کی خبر پہنچی ہے کوفے کے شیعوں نے گھروں سے نکل کر حملہ کر دیا اور عمرو بن حریث کو بے دخل کر دیا اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساڑھے چار ہزار شیعوں کو جو کئی برس سے بدترین قید کی زندگی گزار رہے تھے ان کو رہا کرایا ان ہی قیدیوں میں جناب سلیمان بن صرد خزاعی، جناب مسیب، جناب عبداللہ بن سعید، جناب

عبداللہ ابن والی، جناب ابراہیم بن مالک اشتر اور جناب سعید ابن صفوان یحییٰ بن عوف یہ وہ لوگ تھے جو انتظار کر رہے تھے کہ امام کوفے تشریف لائیں گے ہم ان کی نصرت کریں گے لیکن اس سے پہلے ہی ان کو قید میں ڈال دیا گیا قید خانے کو توڑ دیا گیا اور ساڑھے چار ہزار قیدی رہا ہو گئے اور جناب سلیمان کے گھر پر اجتماعات پھر شروع ہوئے ان کا ایک ہی نعرہ ہے بس کہ ہم نے نصرت نہیں کی کربلا میں تو ہمارا ایک کام ہے کہ قاتلان حسینؑ سے جا ٹکرائیں گے اور جب تک شہادت کے درجے پر فائز نہیں ہو جاتے ہم ان کو قتل کریں گے۔ادھر عبداللہ ابن زبیر سے مایوس ہو کر جناب مختار واپس چلے راستے میں خبر ملی کہ شیعان کوفہ نے زندان کو توڑ دیا ہے قیدی رہا ہو گئے ہیں اور جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پر اجتماعات ہو رہے ہیں اور خروج ہونے والا ہے تو بہت خوش ہوئے۔جناب مختار کہ اب میں سلیمان کے ساتھ مل کر قاتلان حسینؑ سے لڑوں گا اور سلیمان بن صرد خزاعی عمر میں بہت زیادہ ہیں بتا چکا کہ ۹۰ سے ۹۳ سال تاریخوں میں ملتی ہے آپ ہی کی عمر یہ دیکھیں کہ نصرت امام کا جذبہ ہو تو پھر عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔جناب مختار جا رہے ہیں کوفے کی طرف کہ اب ہم ملیں گے اور قیام کریں گے۔لیکن کوفے جانے سے پہلے اپنی سواری کا رخ موڑا کربلا کی طرف جناب مختار نے۔کربلا پہنچے زیارت کے لئے امامؑ کو سلام کیا اور قبر مبارک سے لپٹ کر بے پناہ گریہ کیا۔اور قسم کھائی کہ "اے میرے سید و سردار اے میرے آقا میں قسم کھاتا ہوں آپ کے نانا کی آپ کی ماں زہراؑ کی عصمت کی آپ کے بابا حیدرؑ کی ولایت کی آپ کے بھائی حسنؑ کی مظلومیت کی اور آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک آپ کے قاتلوں سے انتقام نہ لے لوں گا نہ اچھا کھانا کھاؤں گا، نہ اچھے کپڑے پہنوں گا، نہ نرم بستر پر سوؤں گا، نہ یہ چادر جو اوڑھے ہوں اتاروں گا۔اے مولا آپ کے بعد زندگی

بہت بری زندگی ہے۔ اب یا تو انتقام لوں گا یا اسی طرح قتل ہو جاؤں گا جس طرح آپ شہید ہو گئے ہیں۔

ادھر کوفے میں جناب سلیمان کے گھر پر یہ ساڑھے چار پانچ ہزار مومنین کا اجتماع ہے لیکن جناب ابراہیم بن مالک اشتران سے الگ ہو گئے یہ اپنے گھر جا کے بیٹھ گئے ان کا موقف یہ ہے کہ جب تک امامؑ کی رضا مجھے نہ مل جائے گی اس وقت تک میں قیام نہیں کروں گا اور جناب سلیمان کیونکہ خط لکھنے والوں میں شامل تھے۔ لہٰذا اب جناب سلیمان بن صرد خزاعی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں کہ ہم نے خط لکھا تھا۔ امامؑ کو اور ہم نصرت نہ کر سکے ہم زندان میں تھے لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم خون حسینؑ کے انتقام میں حملہ کریں بصرے کی طرف چلیں کیونکہ ابن زیاد ملعون بصرے میں ہے۔ رفاعہ ابن شداد، جناب عبداللہ ابن سعید اور مسیب یہ کوفے کے بڑے بڑے نامور شیعہ ایک ایک کر کے تقریر کرتے ہیں اور سب مل کر جناب سلیمان بن صرد خزاعی کو اپنا سردار بناتے ہیں کہ آپ ہماری سرداری کریں گے آپ ہمارے علمدار ہیں اور جناب سلیمان بن صرد خزاعی کہ بڑھاپے میں جن کا جذبہ استاجوان ہے کہ کوفے کے ہزاروں مومنین جو قید سے رہا ہوتے ہیں اپنا سردار بناتے ہیں۔ ادھر جناب مختار داخل ہوئے کوفہ میں اور جناب سلیمان سے اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ قیام کے بارے میں جناب مختار کا موقف ہے کہ ان ساڑھے چار ہزار سپاہیوں کو لے کر ہم شامیوں سے نہیں ٹکرا سکتے ان کے پاس لاکھوں کا لشکر ہے لہٰذا کچھ انتظار کیا جائے قوت کو بڑھا لیا جائے اور پھر ایک ایسا حملہ کیا جائے کہ ہم سب سے انتقام لے لیں جبکہ جناب سلیمان کا موقف یہ ہے کہ ہم زندگی چاہتے ہی نہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے عہد کو وفا کریں اور کربلا والوں کے ساتھ ملحق ہو جائیں سات آٹھ دن ابھی مذاکرات جاری تھے ان

دونوں کے کہ عبداللہ ابن یزید انصاری جس کو عبداللہ بن زبیر نے اپنا سردار بنایا ہے کوفہ میں۔ عمرو ابن حریث کے فرار ہونے کے بعد جناب مختار کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمر بن سعد شیث ابن ربعی ابراہیم بن محمد اور عبداللہ ابن یزید وغیرہ جو کوفے میں بڑے بڑے قاتلان حسینؑ تھے یہ گھبرائے مختار سے۔ یہ پہنچے فوراً عبداللہ ابن یزید انصاری کے پاس کہ دیکھ سلیمان کا مسئلہ نہیں ہے سلیمان تو امویوں کے پیچھے جا رہا ہے ابن زیاد کے پیچھے جا رہا ہے لیکن مختار برملا ہر ایک سے کہہ رہا ہے کہ میں قاتلان حسینؑ کو جو کربلا میں شریک تھے ان کو قتل کروں گا۔ تو ان کو کسی طرح سے قابو کر لے تو ابھی ۹ ہی دن ہوئے تھے کوفہ میں کہ ایک بار پھر گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ جناب مختار کو۔ اور جناب سلیمان نے اپنے مجاہدین کو لیا جن کا نعرہ یا لثارات الحسینؑ جن کو بعض مورخین نے توابین کا گروہ لکھا جبکہ غلط ہے انہیں توابین کہنا۔ یہ واقعہ کربلا کے وقت زندان میں ہیں ان افراد میں نہیں ہیں جو امام کو کربلا میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ توابین نہیں ہیں بلکہ انہی نے نعرہ لگایا تھا کہ اے خون حسینؑ کا انتقام لینے والو آؤ ہم چل کے خون حسینؑ کا انتقام لیں تو یہ توابین کا گروہ نہیں ہے توابین کا گروہ وہ ہے کہ جس نے معافی مانگی، توبہ کی یعنی یہ گروہ تھا کوفے میں اور کربلا میں شرکت نہ کر سکا مگر یہ لوگ تو قید میں تھے یہ تو زندان میں تھے یہ نکلے بصرے کی طرف ادھر بصرے میں ابن زیاد ملعون کو خبر ملی یزیدؒ کے مرنے کی۔ آج بھی ایسے ہی سلسلہ جائے گا اسپیڈ کے ساتھ آپ اپنی سماعتوں کو بھی تیز رکھئے گا کیونکہ مجلسیں کم ہیں آٹھ یا نو جن میں سے آج پانچویں ہے اور مواد جو ہے وہ زیادہ ہے میرے پاس۔ ادھر ابن زیاد گھبرا گیا جب اس نے دیکھا کہ افراتفری مچ گئی انارکی پھیل گئی بلاد اسلامیہ میں عبداللہ ابن زبیر کی تیزی سے بیعت ہو رہی ہے اور ادھر سلمان بن صرد خزاعی میری تلاش میں

بصرے کی طرف چل پڑا ہے اب یہ گھبرا گیا لیکن اس نے اپنی گھبراہٹ بصرے والوں پر ظاہر نہیں کی۔ کوفہ بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا عثمان ابن زیاد اپنے بھائی کو نائب بنایا اور خاص حواریوں کو جمع کر کے کہا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو بچا کر مجھے دمشق پہنچا دے کیونکہ حالات خراب ہیں اس نے ابھی اعلان نہیں کیا کہ یزید مر چکا ہے کہ لوگ اس کو یہیں پکڑ کے قتل کر دیں گے تو عمر ابن جاروت تیار ہوتا ہے اس وعدہ پر کہ تیرے وزن کے دو برابر تجھے سونا دوں گا اتنی دولت تھی اس کے پاس جو اس نے لوٹی تھی لوٹ مار کر کے جمع کی تھی مسلمانوں کی۔

عمر ابن جاروت کے ۱۲ بیٹے تھے اپنے لاؤ لشکر کی ساتھ لے کر نکلا رات کی تاریکی میں عبیداللہ ابن زیاد کو ادھر سے جناب سلیمان بن صرد خزاعی کو مخبروں نے اطلاع دی کہ وہ فرار اختیار کر رہا ہے شام کی طرف راستے میں کمین گاہ میں بیٹھ گئے یہ بصرے اور شام کے راستے میں اور وہاں جب یہ پہنچا ہے تو گھیر لیا انہوں نے لشکر کو مگر سلیمان کے پہنچنے سے پہلے ابن جاروت کے بیٹے نے اسے اطلاع دے دی اس زمانے میں لوگوں کی کچھ خصوصیات ہوا کرتی تھیں مثلاً کان زمین پر لگا کے بتا دیتے تھے کہ ۱۰ کلو میٹر پر لشکر آ گیا۔ ۲۰ کلو میٹر پر لشکر آ گیا ہوا کو سونگ کے بتا دیتے تھے کہ گھوڑوں کی کتنی تعداد ہے اونٹوں کی کتنی تعداد ہے۔ اس قسم کے خواص تھے لوگوں کے تو اس کا ایک بیٹا جو تھا اس نے بتایا کہ یہاں سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر کمین گاہ میں ایک لشکر موجود ہے جس کی تعداد ۴ سے ۶ ہزار کے درمیان ہے یہ حس تھی علم ہے یہ بھی۔ اس زمانے میں یہ علم حاصل کیا کرتے تھے۔ آج کل آلات ایسے ہو گئے کہ آلات کی مدد سے سٹیلائٹ کے ذریعے سے جاسوسی کر کے بتا دیتے ہیں کہ اس شہر میں کتنے گڑھیں کتنے نالے ہیں یہ سب بتا دیا جاتا ہے سیٹلائٹ کے ذریعے سے۔ تو عزیزان محترم اب ابن جاروت اور اس کے

بیٹے گھبرا گئے اور ابن زیاد کو یہ خبر دی اس کے ہاتھ پیر پھول گئے کہ اب تو مجھے قتل کر ڈالے گا اگر یہ لشکر کوفے سے آ رہا ہے تو۔ عمر ابن جاروت نے کہا کہ پہلے تو مجھے صحیح بات بتا کہ صحیح بات کیا ہے مسئلہ کیا ہے پھر کوئی ترکیب کرتا ہوں پھر اس نے بتایا کہ دیکھ یزید مر چکا ہے اور کوفے کے قیدی جیل توڑ کر رہا ہو چکے ہیں اور وہ میری تلاش میں ہیں لہٰذا میری جان بچا لے۔ ابن جاروت نے ابن زیاد کو ناقے کے پیٹ پر باندھا یعنی پیٹ کے نیچے باندھا اور مشکیں اس کے چاروں طرف کس دیں بیچ میں چھپا لیا اس کو ڈھونڈا مگر جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے ساتھی ناکام رہے اس کو نکالنے میں اس ترکیب سے یہ اپنی جان بچا کے پہنچ گیا دمشق۔ دمشق میں مروان بھی پہنچ گیا مدینے سے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے کس کی بیعت کی جائے ابھی تک مروان کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی کہ میں امیر بن جاؤں کیونکہ یزید لعین کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹا تو جا چکا۔ معاویہ ابن یزید محب اہلبیت آپ لوگوں میں سے جو لوگ زیارات کر کے آتے ہیں یقیناً کی ہو گی اور اگر نہیں کی تو میں کہتا ہوں کہ اس کی بد قسمتی کہ شام گئے اور اس محب اہلبیت کے مزار کی زیارت نہیں کی۔ آپ دیکھئے کہ یہ اہلبیت کی محبت کا اعجاز اور یہ کرشمہ اور یہ معجزہ کہ کسی کی قبر کا نشان نہیں ہے ایک ہی اس خاندان میں محب اہلبیت نکلا اس کا مزار دمشق میں بنا ہوا ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے کہ معاویہ ابن یزید محب اہلبیت یہ لکھا ہے اس کی قبر پر۔ امویوں میں سے کسی کی قبر کا نشان نہیں ہے یا تو وہاں بھٹی ہے یا وہاں سارے شہر کا کوڑا پھینکا جاتا ہے لیکن یزید لعین کے بیٹے کی قبر پر لکھا ہے معاویہ ابن یزید محب اہلبیت تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ وہ دشمن علیؑ نہیں ہے تو اس پر مومنین جاتے ہیں درود و سلام بھیجتے ہیں زیارت کرتے ہیں تو بھائی ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہماری دشمنی کسی خاندان سے نہیں ہے اگر اس خاندان میں بھی اہلبیت کا چاہنے

والا ہے تو ہم اس کے نوکر ہیں تم نہیں جاتے ہم زیارت کرنے جاتے ہیں اس لئے زیارت کرنے جاتے ہیں کہ اس نے تخت کو ٹھوکر ماردی تھی یہ کہہ کر کہ اس تخت پر خون حسینؑ ہے جس تخت سے خون حسینؑ کی بو آتی ہو جس کی بنیاد اہلبیت کے خون پر ہو میں اس تخت پر نہیں بیٹھوں گا۔ اس کی ماں نے کہا تھا کہ کاش تو پیدا ہوتے ہی مر گیا ہوتا اور ٹھوکر مار کے چلا گیا تاج و تخت کو اور اس کو قتل بھی کر دیا گیا زہر دے کے۔ روتا ہوا چلا گیا اس نے کہا کہ میں اس تخت پر نہیں بیٹھوں گا اور دوسرا بیٹا خالد ابن یزید وہ ہے کمسن اب جب پہنچا ہے ابن زیاد یہاں شام میں دیکھا کہ افراتفری مچی ہوئی ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کرو کوئی کہہ رہا ہے نعمان ابن شبیر کی بیعت کرو، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، کوئی کچھ۔ تو اب اس نے مروان کے دماغ میں ڈال دیا او مروان کیا غضب کر دیا اپنی بیعت کیوں نہیں کراتا اپنا ہاتھ لا میں تیری بیعت کرتا ہوں اور دیکھ میں یہ اپنے ساتھ بہت مال لے کر آیا ہوں جتنا یزیدؑ دیتا تھا تو اس سے ۱۰ گنا ابھی ان فوجیوں کو دے دے یہ سب تیرے ساتھ ہو جائیں گے تیری بیعت کرلیں گے اور خالد ابن یزید کمسن بھی ہے اور یزید کا بیٹا ہے جھوٹا بھی ہے، دغا باز بھی، پھر ابن زیاد نے کہا کہ دیکھو یزیدؑ کے حکم پر میں نے سب کچھ کیا اور بعد میں یزید نے سب میرے اوپر ڈال دیا کہ قتل حسینؑ تو ابن زیاد نے کیا تھا میرا حکم تھوڑی تھا۔ اے مروان یہ خالد اس کا بیٹا ہے لہذا تو اپنی بیعت کرالے اور ایک راستہ اور بتاتا ہوں کہ یزیدؑ کی ماں سے خالد ابن یزید کی ماں سے عقد کر لے تو اور پکی ہو جائے گی تیری خلافت۔ اب یہ لالچی تو تھا اس کو کسی نے یہ راستہ دکھایا ہی نہیں تھا لیکن اب یہ راہ جو ملی تو اس نے ڈھیر لگا دیا اشرفیوں کا جب مروان کے سامنے اور کہا یہ سب تیرا ہے تو خلیفہ بن جا باقی میں سنبھال لوں گا کوفے کے شیعوں کو میں دیکھ لوں گا لیکن اس وقت تو

سنبھال یہ تخت۔ تو یہاں مروان بن حکم نے خلافت کو سنبھالا خالد ابن یزید کی ماں سے عقد کیا ادھر جناب سلیمان بن صرد خزاعی واپس کوفے پہنچ اور پھر اعلان کیا کہ جمع ہو جاؤ ابن زیاد کے مقابلے کے لئے۔ ادھر سے ابن زیاد تین لاکھ کا لشکر لے کے چلا ہے کوفے کی سرکوبی کے لئے ادھر کوفے سے باہر نخیلہ کے مقام پر چھاؤنی بنا دی جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے لشکر تیار ہوا اور جناب مختار زندان میں پڑے ہیں اور یہ لشکر وہ ہے جو قید سے رہا ہوئے ہیں۔ زندان سے رہا ہوئے ہیں پانچ سے چھ ہزار کے درمیان ان مجاہدوں کی تعداد جنہوں نے شہادت پر بیعت کی شہادت پر کہ ہم شہید ہونے جارہے ہیں جب لشکر تیار ہوا تو خطبہ دیا۔ جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے اس مجاہد نے کھڑے ہو کر کہا کہ دیکھو ہم اپنے عہد کو پورا کرنے جارہے ہیں ہمیں کربلا والوں سے ملحق ہونا ہے اور دیکھو اب ہم جارہے ہیں شام کی طرف لوگوں نے منع کیا کہ لاکھوں کے لشکر کا مقابلہ کیسے کریں گے کہا ہمیں مقابلے سے غرض نہیں ہے ہم تو موت سے ملاقات کرنے جارہے ہیں موت کو پکڑنے کے لئے جارہے ہیں ہم تو اس بات پر شرمندہ ہیں۔ آج تک ہمیں اس بات کا غم ہے کہ ہم زندہ کیوں رہے۔ کربلا کا واقعہ ہو گیا ہم کربلا میں کیوں نہ پہنچ سکے۔ سلیمان نے خطبہ دیا دیکھو میں اگر شہید کر دیا جاؤں تو میرے بعد مسیب ان کے بعد عبداللہ ابن سعید اس کے بعد عبداللہ ابن والی اور اس کے بعد یہ رفاعہ ابن شداد علمدار ہوگا اس طرح یہ لشکر چلا پہلے پہنچا کربلا عزیزو تاریخ میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد کربلا کی زمین پر ایسا گریہ ہوا جیسا سلیمان بن صرد خزاعی کے مجاہدوں نے جانثاروں نے وہاں تین دن ماتم اور گریہ کیا تھا۔ کربلا کوفے سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر ہے مگر کوفے کے ہر گھر میں اس گریہ اور ماتم کی آواز جاتی تھی اس کے بعد یہ قافلہ چلا، لشکر چلا، راستے میں "قریسا" کا شہر آیا جہاں زفر ابن

حارث عبداللہ ابن زبیر کا والی ہے اس کو پیغام بھیجا۔ جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے کہ ہمیں راستہ دیدے وہ ڈر گیا اس نے قلعہ بندی کر لی پھر پیغام بھیجا کہ ہمیں، تجھ سے کوئی سروکار نہیں، ہم شام جارہے ہیں، ہمیں رستہ دیدے۔ ابن حارث سمجھ گیا جب اسے ارادہ معلوم ہوا اپنے بیٹے کو بھیجا صحیح حالات معلوم ہونے کے بعد اس نے راستہ کھول دیا اور پھر اعلان کرا دیا کہ یہ لشکر جو بھی خرید و فروخت کرے سب میرے ذمہ ہے کیونکہ یہ عبداللہ ابن زبیر کا آدمی تھا۔ شام والوں سے تو اس کی بھی دشمنی تھی اور یہ چاہ رہا تھا کہ جتنا بھی شام والوں کا نقصان ہو ہمارے لئے بہتر ہے اسی لئے اس نے سلیمان کی حمایت کی اور کہا کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔ مہمان نوازی بھی کی اور پھر ان کو آگے کا راستہ دے دیا اب یہ مجاہدین کا لشکر چلا اور عین الورد کے مقام پر پہنچا، خبر ملی کہ ادھر سے ابن زیاد کا لشکر بھی چل پڑا ایک لاکھ یا تین لاکھ کا لشکر یہ جنگ عین الورد کے مقام پر ہوئی اس لئے جنگ عین الورد مشہور ہوئی۔ جناب سلیمان بن صرد خزاعی یکم محرم کو کوفے سے چلے تھے اور جنگ شروع ہوتی ہے جمادی الاول میں ۶۵ واں سال ہے۔ ہجری ۶۴ میں یزید ملعون واصل جہنم ہوا تھا۔ سلیمان نے ہجری ۶۵ یکم محرم کو تحریک کا آغاز کیا محرم ہی کی کسی تاریخ میں یہ پہنچے تھے کربلا اور عین الورد میں جب جنگ کا آغاز ہوا ہے تو جمادی الاول کا مہینہ شروع ہو چکا تھا سلیمان بن صرد خزاعی نے وہاں کیمپ لگا دیئے اور انتظار کرنے لگے ابن زیاد کا۔ جناب مسیب کو ایک لشکر دے کے بھیجا کہ آگے کی خبر لاؤ اور جو بھی امویوں میں سے ملتا ہے اس کو قتل کر دو ادھر سے ابن زیاد نے طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے شرجیل بن ذوالکلاع کو دس ہزار سپاہی دے کر بھیجا کہ راستے میں اگر مڈبھیڑ ہو جائے تو بھڑ جانا اور جناب مسیب کے ساتھ پانچ سو سے لے کر ہزار تک جانباز۔ لیکن جب انسان موت کے لئے تیار ہو جاتا ہے تاں

عزیزو تو پھر یاد رکھنا کہ موت اس سے گھبراتی ہے موت اس سے ڈرتی ہے۔ آپ نے لبنان میں بارہا اس کے مظاہرے دیکھے اور سنے ہیں تا کہ جب امریکی، برطانوی اور فرانسیسی سورما طاقت کے زعم میں لبنان پہنچ گئے تھے اور اٹلی نے بھی اپنے فوجی بھیجے تھے جیسے ان کے ابا نے ان کے لئے زمین خرید کے چھوڑ دی تھی سمجھے تھے کہ جیسے اور زمینوں پر جب دل چاہتا ہے لشکر کشی کر لیتے ہیں یہ بھی ویسی ہی زمین ہو گی جیسے اور آس پاس کے ممالک ہیں یہ لوگ بھی وہی ہوں گے کچھ عرصے رہے مزے کئے اور پھر جب وہ لوگ کہ جو موت کی تلاش میں تھے جو موت کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے جب بیروت کی گلیوں میں ان سے سامنا ہوا تو عزیزو آپ نے شاید سنا بھی ہو اور پڑھا بھی ہو اخباروں میں۔ مگر پھر بھی مصلحتوں کا شکار یہ اخبارات اتنی تفصیل بیان نہ کر سکے جو کچھ وہاں ہوا تھا ان فرعونیوں کے ساتھ۔ ان طاقت کے نشے میں ڈوبی ہوئی طاقتوں کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملا تھا لبنان میں۔ فرار ہونے کی راہ نہیں ملتی تھی ہر گلی میں بیروت کی ان کے لئے موت کھڑی تھی انہیں فرار کرانے کے لئے ہیلی کاپٹر اڑائے گئے تھے اور ان کو جیپوں اور گاڑیوں سمیت فضا میں اٹھا کر لے جاتے تھے کیونکہ مجاہدین اسلام نے ان پر زمین تنگ کر دی تھی۔ ان کے لئے فرار کے راستے حزب اللہ کے مجاہدوں نے مسدود کر دیتے تھے جب حزب اللہ کا ایک ایک جوان نکلتا تھا سلیمان اور مختار کی پیروی کرتا ہوا تو وہ لوگ جو انہیں موت سے ڈرانے آئے تھے خوف و دہشت کے عالم میں فرار ہونے لگے۔ امریکی اور یورپی سورماؤں کو سمجھ میں آگیا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تو خود موت کی تلاش میں نکل آئے۔ یہ تو موت کو ڈھونڈ رہے ہیں کہ کہاں ہے موت لاؤ تو سہی اس کو باہر۔ تو کیا ہوا سب کو بھاگتے بنی اور آج تک وہ مٹھی بھر مجاہد ان طاقتوں کو للکار رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں اتنی بڑی طاقت سپر طاقت کیا، کیا اس کے

ساتھ وہ ذلیل کیا کہ اتنی بڑی لڑائی کسی نے نہیں کی ان استعماریوں کے ساتھ جتنی بڑی لڑائی ان حسینؑ کے غلاموں نے کی جنہیں حزب اللہ کے نام سے دنیا جانتی ہے۔ اب یہ لشکر تو نکلا ہی تھا مرنے کے لئے اس کو کاہے کا خوف یہ ان دس ہزار پر جا کے ٹوٹ پڑے پانچ سو سے ہزار تک اور اتنا زبردست حملہ کیا کہ ان میں سے جو بچے تھے وہ ایسے بھاگے کہ ان کو راستہ ہی نہ ملا کہ کہاں جائیں اور کچھ لوگ جو ابن زیاد کے لشکر میں پہنچے تو ابن زیاد کہتا ہے کہ بدبختوں تمہیں ہوا کیا؟ کس سے تم بھڑ گئے کتنا بڑا لشکر تھا۔ یہ حواس باختہ بولے کہ یہ تو ہمیں نہیں پتہ کہ کتنا بڑا لشکر ہے لیکن ان میں سے ایک ایک ہمارے بیس بیس، پچیس پچیس پر بھاری ہے وہ تو نکلے ہیں مرنے کے لئے بیس یا پچیس مجاہد شہید ہوئے اور ابن زیاد کے تین چار ہزار کا پتہ ہی نہیں چلا کہ وہیں قتل ہو گئے غرق ہو گئے دریا میں۔ بھاگ گئے کیا ہوا کچھ پتہ نہیں چلا جذبہ ایسا تھا ناں اس کے بعد اس نے دوسرا لشکر بھیجا اس سے مڈبھیڑ ہوئی مسیب کے لشکر کی اس ۲۰ ہزار کے لشکر کو بھی مسیب نے چوتھائی کو یا آدھے کو واپس بھیجا اب ابن زیاد نے کہا کہ میں خود چلتا ہوں اب یہاں مقابلوں کے بعد چار ہزار مجاہد باقی بچے ہیں اور وہاں سے جو آ رہے ہیں دو لاکھ ۶۵ ہزار عین الورد کا مقام بیچ میں نہر کو لیا ہوا ہے دریا کو لیا ہوا ہے دریائے فرات پتہ نہیں کہاں کہاں سے بہتا ہوا نکلتا ہے۔ ایران، عراق کے اگر آپ نقشے میں دیکھیں گے تو عین الورد کے پاس سے بھی گزر رہا ہے۔ فرات کے اس طرف سلیمان کے مورچے فرات کے سامنے ابن زیاد نے آگے اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ سلیمان کے مجاہد دریا پار کر کے آئے اور وہاں آخری خطبہ دیا۔ جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا کہ ہم مرنے کے لئے نکلے ہیں۔ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے نکلے ہیں اور جب جنگ شروع ہوئی تو پہلے دن ایک ہزار ان کے جاں باز اور ۵ سے لے کر ۳۵ ہزار ابن

زیاد کے سپاہی واصل جہنم ہوئے۔ ایسا حملہ ایک دن کی جنگ میں لیکن عزیزو ادھر تو ۳ ہزار رہ گئے ادھر پھر بھی سوا دو لاکھ دوسرے دن کی لڑائی میں ۴ ہزار ادھر ۵ سو ادھر کے شہید ہوئے۔ اب اس طرح جب آٹھ دن کی جنگ ہوئی تو ۲، ۷ مجاہد زخمی حالت میں باقی بچے اور ابن زیاد کا لشکر پھر بھی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ باقی ہے جب یہ ۲، ۷ یا ۳، ۷ رہ گئے آٹھ دن کی لڑائی کے بعد تو ان میں سے کچھ دلیروں نے آگے بڑھ کر مشورہ دیا کہ سلیمان اگر تو اس مشورے کو قبول کرے کہ اب ہم پیچھے ہٹ جائیں واپس چلے جائیں اور پھر مزید قوت جمع کر کے لائیں اور پھر حملہ کریں تو جناب سلیمان کہتے ہیں کہ نہیں میں واپس جانے کے لئے آیا ہی نہیں جب تک یہ اموی میرے سامنے ہیں میں واپس جانے کے لئے نہیں آیا میں لڑنے کے لئے آیا ہوں اور شہادت کے درجے پر فائز ہونے کے لئے آیا ہوں اور وہ جتنے مجاہد تھے زخمی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ سلیمان کے ساتھ کہ سلیمان ہم سب تیرے ساتھ ہیں۔ رات کو سویا سلیمان اور خواب دیکھا۔ سلیمان بن صرد خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں ایسا حسین باغ کہ جس کا میں تصور نہیں کر سکتا، خوبصورت باغ جس میں نہریں بہہ رہی ہیں طرح طرح کی۔ ابھی میں حیران ہوں کہ میں نے ایک مخدرہ کو دیکھا کہ حجاب میں ملبوس ہے لیکن ان کا جلال دیکھ کر کپکپی طاری ہو گئی مجھ پر، ہیبت طاری ہو گئی اور ان مخدرہ نے دھیمے لہجے میں مجھ سے کہا سلیمان کیوں گھبرا رہا ہے کیوں پریشان ہو رہا ہے میں کوئی اور نہیں تیرے رسول کی زوجہ خدیجہ ہوں اور دیکھ یہ جو میرے ساتھ دوسری مخدرہ ہیں یہ تیرے رسولؐ کی بیٹی میری بیٹی فاطمہ زہرا ہے مکمل حجاب اور سبز نقابوں میں ملبوس۔ اور پھر مجھے ایک کوزہ دیا کہ سلیمان یہ پانی اپنے زخموں پر ڈال لے اور بس کچھ دیر میں تو ہمارے پاس آنے والا ہے۔ سلیمان تجھے مبارک ہو تو نے ہماری محبت کا حق ادا کر دیا

اور کل زوال کے وقت تو ہمارے پاس پہنچ جائے گا بس عزیزو! یہ بشارت ہوئی اور ایک دم سے جناب سلیمان خواب میں چلاتے ہیں "**لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ علیاً ولی اللہ**" یہ نعرہ بلند کیا تو سارے دلاور اٹھ بیٹھے آنکھ کھلی تو دیکھا سرہانے ایک ظرف رکھا ہوا ہے جس میں پانی ہے اپنا خواب بیان کیا اور فوراً اس پانی کے چھینٹے اپنے بدن پر اپنے ساتھیوں کے بدن پر ڈالے، زخم بھر گئے اور اب جو دیکھا تو وہ ظرف غائب تمام جاں نثاروں کو یقین ہو گیا کہ ہم کربلا والوں سے ملحق ہونے جا رہے ہیں تو سوچئے کہ اب ان کا حملہ کیسا ہو گا جب ان کو بشارت دے دی سیدہ نے اور خدیجہ نے تو اب ان کے حملے کا کیا عالم ہو گا اب جو صبح حملہ کیا ہے تو زوال تک ہزاروں کو ان ۲۷ نے کاٹ کر رکھ دیا اور زوال کا جو وقت تھا جس وقت کا جناب سلیمان بن صرد خزاعی انتظار کر رہے تھے وہ وقت آیا اور ان پر تیروں کا منہ برسا شہید ہو گئے سلیمان ان کے بعد علم سنبھالا مسیب نے وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے عبداللہ ابن سعد نے علم سنبھالا وہ شہید ہوئے۔ ان کے بعد عبداللہ ابن وال نے۔ وہ بھی شہید ہوئے ایک ایک کر کے جانثار شام تک شہادت کے درجوں پر فائز ہوتے رہے آخر میں رفاعہ ابن شداد ۹ جانثاروں کے ساتھ زخموں سے چور باقی بچے رات کی تاریکی تھی جنگ رک گئی جب جنگ رکی تو یہ ۹ جانثار باقی ہیں سارا دن یہ ۶۲ یا ۶۳ افراد مقابلہ کرتے رہے اب اس کے بعد ایک مشورہ دیتا ہے رفاعہ کو کہ رفاعہ دیکھ ہم نے اپنے عہد کو پورا کیا ہے اب ہم مقابلہ کر بھی نہیں سکتے اور میرا مشورہ یہ ہے کہ اب اس دین کو بچا لیں اس جنگ کو جو ہم نے لڑی ہے اس کو بچا لیں تاریخ میں۔ اور ہم منتشر ہو جاتے ہیں صبح ہونے سے پہلے الگ الگ ہو جاتے ہیں رفاعہ سب سے مشورہ کرتے ہیں اور بعض جگہوں پر ہے کہ یہ فال بھی لیتا ہے آیات الہیٰ سے رفاعہ ابن شداد اور اس کے بعد

یہ طے کرتے ہیں کہ جب رات تاریک ہو جائے گی تو ہم ۹ افراد مختلف سمتوں میں نکل جائیں تاکہ یہ جو جنگ جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے کی ہے اور یہ جہاد باقی رہ جائے یہ زندہ رہ جائے۔ عزیزان محترم ادھر یہ ۹ افراد پراگندہ ہوئے دوسرے دن سعد ابن حذیفہ یمانی کمک لے کر پہنچا کوفے سے لیکن جنگ ختم ہو چکی تھی۔

عزیزان محترم یہ وہ پہلا گروہ واقعہ کربلا کے بعد ہے جس نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا، ذمہ داری ہے فریضہ ہے۔ واقعہ کربلا ہو گیا نا اب ایک فکر جو ہمارے ہاں ہے اس فکر کو جرات کر رہا ہوں آپ کے سامنے پیش کرنے کی پہلے بھی پیش کر چکا ہوں آج اس واقعہ کو خاص طور پر سامنے رکھ کے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ نظریہ کہاں سے آگیا کہ اب ہمارا کوئی کام نہیں ہے بس ہمیں تو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ماتم مجلس کرو اور چلے جاؤ۔ درست ہے یہ تو ہے فریضہ ہے اگر کسی زمانے میں سنت تھا تو اس زمانے میں فرائض میں داخل ہو گیا ہے فرائض میں شامل ہو چکا ہے یہ میرا بھی عقیدہ ہے لیکن عزیزو سلیمان بن صرد خزاعی اور مختار کا کردار کیا رہا ہے۔ واقعہ کربلا کے بعد کہ جب تک یزیدیت باقی ہے حسینیوں کو اپنی ذمہ داری ادا کرنا پڑے گی جب تک ظالم ہے مقابلہ جاری ہے تو آج ظلم بھی ہے یزیدیت بھی ہے۔ طغیان بھی ہے طاغوت بھی ہے۔ اسلام دشمن بھی ہے اور شریعت کے خلاف ایک بہت بڑا محاذ بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ ہائے کیسا جملہ میں نے کہہ دیا کیا قصہ لے کے بیٹھ گیا یہ تو ایک مذاق بن گیا ہے شریعت احکام یہ کیا فضول چیزیں لے کے بیٹھ گئے ہیں ہمارے سامنے۔ نہیں عزیزو! یہی شریعت ہے جس کی بقاء کی ذمہ داری آپ پر ہے مجھے بتایئے کہ حقیقی اسلام کس کے پاس ہے۔ حقیقی دین کا وارث کون ہے۔ دین محمدیؐ کس کے پاس ہے شریعت محمدیؐ کا وارث کون ہے یہ ہمارا افتخار ہے، یہ ہمارا فخر ہے کہ ہم دین محمدؐ کے حقیقی وارث ہیں تو جب وارث

ہیں دنیا کہیں بھی جائے اشاروں میں ایک بات کہتا ہوں آپ سے اس ماں سے تو سبق
لے لیا کیجئے کہ جب آپ کے مولاؑ نے فیصلہ کیا اس بچے کے دو ٹکڑے کر دو، دو مائیں
تھیں ناں دو مائیں تھیں ایک کہتی تھی میرا ہے ایک کہتی تھی میرا ہے مولاؑ نے کہا دو
ٹکڑے کر دو آدھا اس کو دے دو آدھا اس کو دے دو تو ایک نے بڑھ کر کہا تھا کہ میرا
نہیں ہے اسی کو دے دو اس نے دیکھا کہ میرا بچہ کٹ جائے گا مر جائے گا اس کو بچانے
کے لئے کچھ دیر کے لئے دے دو مہلت تو مل جائے گی موقع تو مل جائے گا جوان ہو گا اس
کا خون جوش مارے گا موقع مل سکتا ہے بتا سکتی ہوں سمجھا سکتی ہوں کہ تو میرا بیٹا ہے تو
جو اصل ہوتا ہے عزیزوں اس کو حفاظت کی ذمہ داری ہے، بچانے کی ذمہ داری ہے۔
اصلی بھی موجود ہے نقلی بھی موجود ہے۔ ہم پر کتنے ہی ظلم و ستم ہوں، ہم کتنی ہی
مصیبتوں کا شکار ہوں، ہم کتنے ہی مظالم کا شکار ہوں لیکن شریعت کا دفاع کیسے کرنا ہے
ہمیں کرنا ہے اس دور میں بھی اور اہلبیت نے بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں بھی
جب بطور کلی اسلام کے دفاع کی بات آئی تھی تو سینہ سپر ہو جاتے تھے اور مومنین کو
بھی یہ ہی سبق دیا کرتے تھے تو عزیزان محترم جب آپ حقیقی وارث ہیں تو دفاع بھی پھر
آپ ہی کو کرنا ہے جعلی مال کتنا ہی بازار میں پھیلا ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں
ہے، ہمیں حقیقی شریعت سے سروکار ہے دنیا کو دفاع کر کے بتانا ہے کہ ہم وارث ہیں
ہمارے پاس اسلام ہے باقی کچھ نہیں ہے۔ یہ ہی ہے اسلام جو ہمارے پاس ہے۔ اب
آپ سمجھ گئے اس کے بغیر عہد وفا پورا نہیں ہو گا وہ عہد وفا جو سلیمان بن صرد خزاعی اور
ان کے ساتھیوں نے پورا کر دیا اس عہد کو مختار اور اس کے جاں نثاروں نے زیدؑ شہید
نے تاریخ سرخ ہے ان مجاہدوں کے خون کی سرخی سے کہ جنہوں نے اس انقلاب کو
زندہ رکھا سینہ بہ سینہ پہنچا کے رہے لوگوں تک پیغام کہ دیکھو یہ ہے حقیقی دین یہ

ہے حقیقی حسینیت اس راستے پر چلتے رہو گے بظاہر ختم بھی ہو جاؤ گے لیکن تمہارا ذکر
انقلاب بن کر زندہ رہے گا زمانے میں۔ عزیزان محترم یہ تمام ہوا جناب سلیمان کا
انقلاب اور جناب مختار کو زندان میں یہ اطلاع ملی خط لکھا شیعیان کوفہ کے نام پرسے کا
تعزیت کا۔ کہ اس رسولؐ کے صحابی اس حسینؑ کے غلام اور اس مجاہد کا پرسہ قبول کرو
میری طرف سے میں تم تمام شیعیان کوفہ کو تعزیت دیتا ہوں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں
کہ میں عنقریب قید سے رہا ہو جاؤں گا اور انتقام لوں گا ایک ایک قاتلان حسینؑ سے۔
اطمینان رکھو اب جب شیعیان کوفہ کو یہ خط پہنچا جناب مختار کا تو پھر جوابی خط لکھا کہ
مختار ہم تو مایوس ہو گئے تھے تھوڑے سے ڈر گئے تھے۔ دوستو سوچو یہ زندگی ہے اس میں
ہوتا رہتا ہے وقتی شکستوں سے انسان مایوس تھوڑی ہوا کرتا ہے یہ تو قیامت تک کا
معرکہ ہے اس میں تو ایسے ہوتا ہی رہتا ہے۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

یہ معمولی معمولی حادثوں سے قومیں ختم نہیں ہوتیں جنگ جاری ہے ختم نہیں ہوئی تو
جناب سلیمان کا جہاد ختم ہوا۔ پھر تھوڑی سی مایوسی چھائی کہ دیکھو اتنا بڑا قیام ہوا تھا مگر
کوئی نتیجہ نہیں نکلا کوئی فائدہ نہیں ہوا ادھر سے مختار کا پیغام پہنچا مت گھبراؤ جنگ ختم
نہیں ہوئی ابھی مختار باقی ہے آ رہا ہے۔ مومنین کا حوصلہ پھر بڑھ گیا کہ نہیں ابھی مختار
باقی ہے۔ خط لکھ کر بھیجا کہ مختار ہمیں تیری بات پر یقین ہے اور ہم سب اب تیری
بیعت میں ہیں۔ عزیزان محترم پھر جناب مختار نے کیونکہ اب کی قید اتنی سخت نہیں ہے
حالات جب دگرگوں ہوتے ہیں۔ حکومتوں کے تو ہر چیز دگرگوں ہو جاتی ہے پھر خط
بھیجا اپنے بہنوئی کو کہ میں تیرا سالہ ہوں قید میں پڑا ہوں اور بے جرم و خطا میرا کوئی جرم

نہیں ہے مجھے زندان میں ڈال دیا ہے ابن عمر نے فوراً پھر عبداللہ ابن یزید انصاری جو عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا والی ہے اس کو خط لکھا کہ میری قربت کا خیال کہ وہ میرا سالا ہے اور اس نے کیا جرم کیا ہے کہ جو تو نے اسے پکڑ کر پھر ڈال دیا قید خانے میں۔ یہ خط پہنچا تو پھر انہیں مجبور ہوکے کیونکہ احترام باقی ہے ناں ان لوگوں کا احترام ہے اور جو لائق احترام ہستیاں تھیں ان کا خون بہانا مباح، ان کا خون بہانا جائز، لیکن ابن عمر کے کون سے احسانات ہیں ان پر ان کے باپ دادا پر کہیں ایسا تو نہیں کہ مملکتیں ان کو دے دیں جاگیریں دے دیں کہ پلتے رہیں کھاتے رہیں قیامت تک لہذا ان کے حقوق کا احترام باقی ہے۔ بہرحال میرے حق کا احترام کرو۔ مختار کو چھوڑ دیا گیا پھر رہا کر دیا گیا مگر شرط لگادی گئی کہ گھر سے باہر نہیں نکلو گے گھر میں مقید رہو گے۔ جناب مختار نے کہا ٹھیک ہے گھر میں مقید رہیں گے گھر میں مقید ہیں۔ جناب مختار۔ اور یہاں سے تحریک چلائی اب پیغام بھیجا ابراہیم بن مالک اشتر کو وہ جو خط لکھوایا تھا جناب محمد حنفیہ سے اب بھیجا ان کے پاس کہ دیکھو میرے پاس امامؑ کا اجازہ موجود ہے امام کی رضا موجود ہے ابراہیم تمہارے والد مولائے کائناتؑ کے سالار تھے تمہارا پورا خاندان محب اہلبیت ہے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ قاتلان حسینؑ سے انتقام کے لئے جناب ابراہیم نے جو قاصد آئے تھے ان کا عزت و احترام کیا لیکن کوئی جواب نہیں دیا رخصت کر دیا کہا کہ میں سوچوں گا پھر جناب مختار خود گئے تین دن کے بعد جناب مختار، جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے گھر پہنچے بڑے عزت و احترام سے اپنے پاس بٹھایا اور جناب مختار کہتے ہیں دیکھو ابراہیم میں کسی کے پاس نہیں گیا لیکن تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے مقام کی وجہ سے اور تمہارے والد کی وجہ سے کہ وہ مالک اشتر مولائے کائناتؑ کے ایک بازو تھے۔ لہذا میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم محب

اہلبیت ہو اسی جرم کی سزا آج تک بھگت رہے ہو لہذا میرا ساتھ دو۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کہتے ہیں کہ جب تک امام کی رضا معلوم نہ ہو جائے میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گا یہ بھی ضروری ہے۔ ابراہیم جیسے لوگ بتا رہے ہیں کہ امام کی اطاعت پہلی شرط ہے۔ جناب امیر مختار نے خط نکالا جناب محمد حنفیہ کا سامنے کر دیا کہ دیکھو میں امامؑ کی رضا لے کے آیا ہوں جناب محمد حنفیہ کا خط جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے نام ابراہیم میرا خط تمہیں ملے تو اپنے بابا کی طرح تم ہماری نصرت کے لئے تیار ہو جانا۔ قاتلان حسینؑ سے انتقام لینا ہر مسلمان پر واجب ہے اور ابراہیم مختار کو میں نے اس امر کا ولی بنایا ہے یہ میری طرف سے وکیل ہے اور پھر جناب مختار بتاتے ہیں کہ میں امامؑ کی خدمت میں بھی گیا تھا اور تم دیکھ رہے ہو کہ اس وقت مصلحت نہیں ہے کہ امام خود تحریری طور پر اجازت دیں اس لئے ولی بنایا ہے اپنے چچا کو محمد حنفیہ کو اور ان کی یہ تحریر ہے اب جو یہ تحریر دیکھی تو ابراہیم بن مالک اشتر کہتے ہیں کہ اس تحریر کا انداز نہیں ہے محمد حنفیہ کا۔ پھر جناب مختار سمجھاتے ہیں جناب ابراہیم کو کہ حالات ایسے ہیں کہ جناب محمد حنفیہ نے اسی انداز میں تحریر کی ہے تم اس کی تصدیق کر سکتے ہو میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں پندرہ گواہ کوفے کے شیعوں میں سے حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے جناب محمد حنفیہ نے یہ خط تحریر کیا ہے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے ابراہیم کہا کہ مختار اپنا ہاتھ لاؤ جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے بیعت کی کہ آخری دم تک تمہاری نصرت کرنے کی بیعت کرتا ہوں۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی سنت پر اور قاتلان سے انتقام پر میں تمہاری بیعت کرتا ہوں اب اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے ابراہیم اور جناب مختار کو اپنی کرسی پر بٹھا دیا کہ آپ یہاں پر بیٹھئے اور جناب مختار نے بڑھ کر سینے سے لگایا کہا کہ ابراہیم بس مجھے تمہاری ضرورت تھی اور اس کے بعد کھڑے ہوتے

ہیں کہ انشاء اللہ اب میں اس وعدے کو پورا کروں گا کہ جو میری گردن پر ہے میں اس
عہد کو پورا کروں گا کہ جو میری گردن پر ہے میں چن چن کر جس طرح بخت نصر نے
قتل عام کیا تھا۔ بخت نصر ایک انتہائی سفاک حکمران گزرا ہے۔ تاریخ میں موضوع
نہیں ہے ورنہ پڑھ دیتا اس کے بارے میں کہ یحییٰ ابن زکریا کو جب قتل کیا ہے بنی
اسرائیل نے تو اس کے بعد خدا نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا تھا کہ اس نے ان کا وہ
حشر کیا تھا کہ اَلْاَمَانُ الْحَفِیظ وہ قتل عام کیا تھا کہ تاریخ میں بخت نصر کا نام
معروف ہو گیا۔ انتقام لینے والوں میں تو اب یہ کہتے ہیں کہ جناب مختار کہ میں اس طرح
سے ان سے انتقام لوں گا جس طرح بخت نصر کو خدا نے مسلط کر دیا تھا بنی اسرائیل پر
میں اس طرح مسلط ہو جاؤں گا بنو امیہ پر اور ان کو چن چن کر قتل کروں گا یہ چھپ
جائیں گے اور ان کو نکالوں گا ان کے بلوں سے اور قتل کروں گا۔ خوشی خوشی اپنے گھر
آئے لیکن جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے پھر بھی اطمینان قلب کے لئے لئی ۵۰ معتبر
افراد کو بھیجا طائف اور مکے کے درمیان جہاں محمد حنفیہ روپوش ہیں۔ ابھی تک اس
لئے روپوش ہیں کہ یہ کام اپنے انجام تک پہنچ جائے قیام ہو جائے خروج ہو جائے مختار کا
ایک بار۔ محمد حنفیہ روپوش تحریک چلا رہے ہیں اپنی ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں۔
حسینؑ انہیں اس لئے تو چھوڑ کر گئے تھے کہ میرے بعد سید سجادؑ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں
گے۔ محمد حنفیہ کی ذمہ داری کچھ اور ہو گی۔ یہ ۵۰ معتبر کوفی پہنچے جناب محمد حنفیہ کی
خدمت میں تلاش کیا آج کا زمانہ ہے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا کہا کہ مختار آپ کی نیابت میں
بیعت لے رہے ہیں کہا کہ پہلے تو یہ سن لو کہ حسینؑ کے قتل کا انتقام ہر مسلمان پر
واجب ہے اس کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن مختار کو میں نے اس
امر میں اپنا تحریری ولی بنایا ہے۔ محمد حنفیہ نے یہ تحریر کیوں دی اس لئے کہ بعد میں بنو

عباس بھی حکومت لینے کے لئے انتقام خون حسینؑ کا نعرہ لگائیں گے۔ ابن زبیر نے بھی
مکے میں یہ فتنہ کھڑا کیا تھا کہ اہلبیت کو قتل کر دیا گیا کہ حالانکہ خود مولائے کائنات کا
سب سے بڑا دشمن تھا اس کو کوئی محبت نہیں تھی اہلبیت سے تو اس لئے محمد حنفیہ نے
تحریری اجازت نامہ دیا ہے کہ یہ میری طرف سے ولی ہے اس امر کا میں نے اس کو اپنا
نائب بنایا ہے۔ یہ ۵۰ افراد مطمئن ہو کر واپس پہنچے۔ جناب مختار کو خبر ہوئی کہ ابراہیم
نے ۵۰ افراد کو بھیجا ہے اب انہیں بے چینی ہو رہی ہے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ خبر لاؤ
پچاس آدمیوں کی کہ کیا خبر لائے ہیں۔ اور خوشی خوشی واپس آئے خبر دی مختار کو کہ مختار
مبارک ہو وہ ابراہیم بن مالک اشتر کے جو ۵۰ افراد آئے ہیں وہ کوفے میں پھیل گئے ہیں
اور تیرے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ مختار کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ اس طرح کئی
ہزار کا لشکر جناب مختار نے جمع کر لیا خون حسینؑ کے انتقام کے لئے۔ عزیزان محترم یہاں
کچھ باتیں میں نے عمداً چھوڑ دی ہیں وقت کی کمی کی وجہ سے آپ یقیناً کتابوں کا مطالعہ
کرتے ہیں تو یہ اعتراض نہ ہو کہ میں نے وہ واقعہ چھوڑ دیا یا یہ واقعہ چھوڑ دیا۔ اب میں
ایک ایک واقعہ بیان کرنا شروع کروں گا تو پھر مشکل ہو جائے گی کہ جیسے حجاج بن
یوسف کا قتل مختار کی کوششیں کرنا مگر ناکام رہنا۔ مروان ۹ مہینے میں ختم ہو گیا تھا اس
کی بیوی نے یعنی خالد بن یزید کی ماں نے تکیے سے اس کا گلا گھونٹ کے اس کو مار دیا اس
کے بعد بیٹھ گئے عبدالملک ابن مروان خلیفہ بن کر یہ بھی ۶۵ ہجری کا دور ہے جب جناب
سلمان بن صرد خزاعی کے جاں نثار شہید ہوتے ہیں ان کے سر کاٹ کے بھیجے گئے ہیں۔
دمشق تو اس کے ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد ہی عبدالملک بن مروان مسلط ہو گیا۔
مسلمانوں پر سفاک ترین حکمران کہ جس نے خلافت ملتے ہی قرآن سے کہا تھا کہ بس
اب آج سے تیرے میرے درمیان جدائی ہے۔ اب میں خلیفہ بن گیا۔ اب تیرا میرا

راستہ جدا۔ ایسا ہوتا ہے ناں کہ پہلے جب تک حکومت نہیں ملتی دین داری اور تقدس کا لبادہ برقرار رہتا ہے اور جب حکومت مل جائے یا حکومت سے کچھ مل جائے تو یہی مقدس ننانتگ ملت، ننگ دین، ننگ وطن بن جاتے ہیں۔

لہذا اس کے بعد کیا ہوا عبدالملک بن مروان نے عراق کا گورنر بنایا۔ حجاج بن یوسف ثقفی کو یہاں سے حجاج تاریخ میں داخل ہوا یہ خبیث ترین انسان۔ تاریخ کے جو آٹھ خبیث ترین انسان ہیں ان میں سے ایک ہے۔ ایک کتاب یونس حسرت کی لکھی ہوئی میں نے پڑھی تھی بچپن میں اس کتاب کا نام تھا "دنیا کے آٹھ خبیث ترین انسان" جس میں روم کے بادشاہ نیرو کا ذکر تھا، چنگیز خان، راسپوتین کے ساتھ ساتھ حجاج بن یوسف کا بھی ذکر تھا یہ کتاب فیروز سنز نے چھاپی تھی۔ اب میں نے دوبارہ جب لاہور سے جا کر تلاش کیا کہ وہ کتاب مل جائے تو اب اس کا نام ہے "دنیا کی سات خبیث ترین انسان" حجاج بن یوسف کو نکال دیا گیا ہے۔ یہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے میں نے آپ کو سن بھی بتا دیا کہ یہ ۶۸، ۶۹ کی یہ کتاب ہے ڈھونڈ لیجئے آپ فیروز سنز کی چھپی ہوئی ہے۔ پرانے ایڈیشن میں تو آٹھ نام تھے۔ اور اب ہیں، تو اب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اس کا خبیثوں میں نام نہیں آنا چاہئے اس کو ہیرو بنانا چاہئے۔ اب اس کو ٹی وی پر ڈراموں میں پیش کرنا چاہئے تو جناب "جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے" جو چاہے آپ کریں کہ اس خبیث کو ہیرو بنا کے پیش کیا جا رہا ہے ٹی پر، اخباروں میں رسالوں میں بڑا مجاہد تھا وہ تو اسلام کا۔ یقیناً آپ کے لئے مجاہد اسلام ہوگا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ایسے خبیثوں میں سے کسی کو ہم نے اپنی تاریخ میں ہیرو نہیں بنایا میں صرف اشارہ کر رہا ہوں کہ یہی حجاج ہے کہ جس نے دوبارہ مدینہ کو تاراج کیا۔ دوبارہ جس نے کعبے کو تاراج کیا۔ عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور کعبے کو عبدالملک بن مروان کی

سلطنت میں لے آیا۔ یہی حجاج ہے جس نے عبداللہ ابن زبیر کو قتل کرنے کے بعد اس کی والدہ یعنی اسماء بنت ابو بکر کو نکاح کا پیغام بھجوایا تھا۔ نکاح ہوا نہیں ہوا اس کا نہیں معلوم تو حجاج نے بھی امیر مختار کو قتل کرنا چاہا تھا ۲ بار مگر دونوں بار یہ ہی ہوا کہ جب قتل کرنا چاہتا ہے کبھی تلوار گر جاتی ہے کبھی وہ اندھا ہو جاتا ہے، کبھی جلاد آگے بڑھتا ہے اور لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ کبھی سانپ نے ڈس لیا اور مختار مسکرا کے کہتے ہیں کہ ایسا ہے کہ حجاج تو خود آگے بڑھ جا مجھے قتل کرنے کے لئے مختار اس سے کہہ رہے ہیں کہ تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ میں قاتلان حسینؑ سے انتقام نہ لے لوں جب دو تین جلادوں کا یہ حشر ہوا تو مختار نے کہا کہ حجاج تو خود کیوں نہیں آجاتا آگے تو آ کے مجھے قتل کر اور پھر اپنا انجام دیکھ کیونکہ مجھے رسولؐ سے خبر ملی ہے مجھے میرے مولاؑ سے خبر ملی ہے کہ مجھے قتل ہی نہیں کر سکتا تو جب تک میں قاتلان حسینؑ کو ان کے انجام تک نہ پہنچا دوں اور آخر میں یہ ہوا کہ عبدالملک بن مروان کا خط پہنچا اس کے پاس جس کا مفہوم یہ تھا کہ حجاج ہمارے بڑے کے صدقے میں چھوڑ دے اس کو رہا کر دے اس کو فوراً۔ اس سے سروکار نہ رکھ تو "بڑے" نے کہیں کہیں یہ کام بھی دکھایا یہ بھی خدا کی مصلحت۔ میں ان کا نام یوں ہی نہیں لیتا بار بار روز روز آپ سمجھ رہے ہیں تین دن سے میں نام لئے جا رہا ہوں پھر ان بڑے کی درخواست پر چھوڑ دیا گیا۔ جناب امیر مختار کو پھر رہا ہو گئے جناب امیر مختار یہ حجاج بن یوسف کو میں اشارتاً لایا ہوں کہ کہیں آپ تاریخ میں پڑھیں ذکر آجائے تو آپ کہیں کہ مولانا نے ذکر ہی نہیں کیا۔ میں نے اس لئے ذکر کر دیا کہ یہاں سے عبدالملک بن مروان کا زمانہ شروع اور اس کے بعد جناب ابراہیم بن مالک اشتر کی بیعت اور جناب مختار اب منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ ہمیں کس تاریخ کو خروج کرنا ہے، کس تاریخ کو کوفے پر قبضہ کرنا ہے اور کس انداز میں ہمیں

قاتلان حسینؑ کو ڈھونڈنا ہے بعض دفعہ کچھ قاتلان حسینؑ کو انعام بھی دیا ہے۔ان کی خدمت بھی کی ہے تاریخ نے الزام لگادیا کہ قاتلان حسینؑ کا دشمن ہوتا تو ان کی خاطر تواضع کیوں کرتا یہ ابتدائی حکمت عملی تھی جناب مختار کی کہ آگے میں بیان کروں گا کہ کیوں ان کے ساتھ نیکیاں کیں اور بعد میں پکڑ کر انہیں انجام تک پہنچا دیا کیونکہ سفارشیں آجاتی تھیں جیسے ان کی سفارش آتی تھی ایسے ہی عبداللہ ابن عباس کسی کی سفارش بھیج رہے ہیں مثلاً عمر سعد کی اب جناب مختار پریشان کہ کیا کروں تو پھر اس کے لئے وہ دوسرا چکر چلاتے تھے وہ قتل ہو جاتا تھا اپنے انجام کو پہنچ جاتا تھا۔اور جب قاتلان حسینؑ میں سے ایسے افراد ختم ہوتے تھے تو مختار کہتے بھئی مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا سپاہیوں نے ختم کر دیا اس کو ہمیں تو بعد میں پتہ چلا بہت افسوس ہوا کہ وہ قتل ہو گیا اگر پہلے پتہ چل جاتا ہم اسے مرنے ہی نہ دیتے۔بچالیتے چھوڑ دیتے۔عزیزان محترم اقبال کے چند مصرعے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اپنی اس تقریر کے بارے میں جو آپ سن رہے ہیں چار پانچ دن سے۔اس انداز کو سن رہے ہیں اور برداشت کر رہے ہیں۔ لیکن اس میں بھی ایک میسج یا پیغام ہے میں نے کسی مجلس میں کہا تھا کہ کبھی کبھی شاعر اپنے چار، پانچ مصرعوں میں وہ بات کہہ جاتا ہے کہ انسان زندگی بھر وہ پیغام پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات
یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خو، آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

یہ پیغام یاد رہے دوستو جو تکبیریں بلند کرتے رہتے ہیں وہی شیر ہوتے ہیں اپنے دور کے انہی کو خدا وہ مرتبہ دیتا ہے ان ہی مجاہدوں کو زندہ رکھتا ہے۔تاریخ میں۔کہ افلاک میں جن کی تکبیریں گونجتی رہتی ہیں ظلم کے خلاف استعمار کے خلاف سامراج کے خلاف سمجھ گئے آپ

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل

وہ مذہب بتا رہا ہے اقبال

یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات

ایک تسبیح و مناجات اپنے لئے کر رہا ہے اس کو اپنی فکر ہے اس عابد کو اس زاہد کو اس کو صرف اپنی فکر ہے کہ میری نجات ہو جائے بغل میں دبائی مناجات کی کتاب چلا گیا کسی گوشے میں،قبرستان کے یا کسی مزار پر جاکے بیٹھ گئے اس کو اپنی فکر ہے اور جو افلاک کی وسعتوں میں تکبیر بلند کر رہا ہے اس کو انسانیت کی فکر ہے تو کس کا مرتبہ بلند ہوا جو صرف اپنی نجات کی فکر کر رہا ہے یا پورے معاشرہ کو ظلم و ستم سے نجات دلانا چاہتا ہے۔یہ پیغام دیا ہے اقبال نے

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

عزیزان محترم بس اس پیغام کو سمجھ لیجئے کربلا کے۔کیا مقصد ہے کیوں عزاداری کو زندہ رکھا جائے۔اس لئے کہ ایک تازیانہ ہے عزاداری ظلم پر، سامراج پر، استعمار پر ضرب کاری ہے ایسی ضرب جو صدیوں سے مسلسل لگ رہی ہے یزیدیت اور استعمار

اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اس کا پیچھا نہیں چھٹتا اور جب تک ایک حسینی بھی زمین پر باقی ہے یہ ضرب کاری اس کے بوسیدہ پیکر پر لگاتار رہے گا۔ بس اس پیغام کو لئے ہوئے بظاہر اسیروں اور ستم رسیدوں اور مظلوموں کا قافلہ اور اگر بباطن دیکھو تو کربلا کے بعد پہلا لشکر حسینیوں کا جارہا ہے۔ شام کو فتح کرنے ۔ جس کی قیادت جس کی علمداری زینب کے ہاتھ میں ہے جس کا سالار سید سجادؑ اور علمدار زینب کبریٰ ہے۔ ایک مختصر سا لشکر ہے۔ چند بیبیاں چند بچے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار۔ ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے صحرا کا سفر جاری ہے۔ ظالم سمجھ رہے ہیں کہ ہم انہیں قیدی بنا کر لے جارہے ہیں فتح کا لشکر لے کر جارہے ہیں انہیں کیا معلوم کہ یہ چند بیبیاں شام کو فتح کرنے جارہی ہیں یہ حسینؑ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے جارہی ہیں۔ عزادارانِ حسینؑ آپ نے اکثر سنا ہوگا، پڑھا ہوگا اور شاید مشاہدہ بھی کیا ہو بعض لوگوں نے ۔ کہ کربلا سے شام تک کا جو راستہ ہے ناں قیدیوں کا۔ اس راستے میں کئی کئی کلو میٹر کے فاصلے پر کچھ قبریں ہیں چھوٹی چھوٹی سی اور ان قبروں پر کوئی نام پتہ نہیں ہے بس لکھا ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ جارہا تھا یہ ملعون تیزی سے دوڑاتے تھے اپنے ناقوں کو اور جب کوئی گر جاتا تھا تو یہ قافلے کو روکتے نہیں تھے اور وہ صحرا میں تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا تھا اور پھر جب کوئی گزرتا تھا وہاں سے قبر بنا دیتا تھا یا کوئی قریب کی بستی کا آتا قبر بنا دیتا تھا عزادارانِ حسینؑ جب یہ اسیروں کا قافلہ کربلا سے چلا ہے ۱۱۲ سے ۲۵۰ تک کی روایت ہے کہ بی بیاں اور بچے اس قافلے میں تھے میں کم والی روایت لیتا ہوں۔ ۱۱۲ اور جب یزید کے دربار میں پہنچے ہیں تو کتنے تھے صرف اور صرف ۱۲ اسیر تھے۔ بارہ اسیر تھے پڑھ لیجئے گا آپ صرف بارہ اسیر سو اسیروں کے ساتھ کیا ہوا عزیزوں یہ جو کربلا سے شام تک کے راستے میں قبریں بچھی ہیں یہ ان مظلوم بچوں اور سیدانیوں کی قبریں ہیں کہ جو ناقوں سے گر

جاتے تھے اور یہ ملعون قافلے کو نہیں روکتے تھے اور یہ صحرا میں تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے تھے اور اس کا ثبوت وہ واقعہ ہے کہ جب راہ شام میں وہ نیزہ کہ جس پر سر حسینؑ نصب ہے اس شقی کے ہاتھ سے چھٹا اور ریت میں گڑ گیا کتنے جتن کئے جاتے ہیں لیکن سر حسینؑ آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا شمرؒ نے تازیانہ اٹھایا بڑھا سید سجاد کی طرف شمرؒ کا تازیانہ سید سجاد کی پشت مبارک ۔ پوچھو اپنے بابا سے کیوں آگے نہیں بڑھتے بیمار کربلا نے زنجیروں کا لنگر سمیٹا آئے بابا کے پاس بابا کربلا سے کوفہ اور کوفے سے یہاں تک اب میری پشت میں طاقت نہیں رہی تازیانے سہنے کی۔ بابا آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے میرا دل کہتا ہے عزادارو! حالانکہ پڑھتے ہیں علماء ذاکرین لیکن کیونکہ میں نے روایت میں نہیں پڑھا میں کہتا ہوں کہ میرا دل کہتا ہے کوئی بعید نہیں ہے کہ حسینؑ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے ہوں گے۔ اپنے بیٹے کا حال دیکھ کر بیٹا سید سجاد میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے لیکن بیٹا میں کیا کروں میرے سینے پر سونے والی سکینہ قافلہ سے بچھڑ گئی ہے جب تک میری بچی واپس نہیں آئے گی میں آگے نہیں بڑھوں گا۔ عزادارو سمجھ میں آگیا سکینہ اونٹ کی پشت سے گر گئی تھی ان ملعونوں نے قافلے کو روکا نہیں تھا یہ حسینؑ تھا جس نے قافلے کو رکوا دیا تھا کہ میری بچی کو لاؤ قافلہ روکا گیا پشت ناقہ سے سیدانیاں نیچے اتریں اور مخالف سمت میں یہ بی بیاں جارہی ہیں آوازیں دیتی ہوئی سکینہ سکینہ، سکینہ۔ زینب وام کلثوم بھی ایک سمت میں جارہی ہیں جب کچھ دور گئیں تو بچی کے رونے کی آواز کانوں میں آئی تیزی سے آواز کی سمت میں بڑھیں ایک نشیب میں دیکھا کہ کوئی بی بی بیٹھی ہے اور گود میں سکینہ ہے سکینہ فریاد کررہی ہے اور وہ بی بی تسلی دے رہی ہے کہ میری بچی نہ رو میری بچی اطمینان رکھو ابھی تیری ماں بہنیں پہنچ جائیں گی ابھی تیری پھوپھیاں پہنچ جائیں گی تجھے لے جائیں گی اس کو پیار کرتی جاتی ہے

اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی جاتی ہے نہ رو میری بچی نہ رو عزاداران حسینؑ دوڑتی ہوئی آگے بڑھیں۔ ثانی زہرا آواز دی میری بچی سکینہ میرے پاس آجا سکینہ نے پھوپھی کی آواز سنی دوڑ کر سینے سے لپٹ گئی۔ پھوپھی اماں مجھے چھوڑ کر کہاں جارہی تھیں عزاداران حسینؑ تسلی دی سکینہ کو ام کلثوم کے حوالے کیا اس بی بی سے کہا بی بی تو نے بڑا احسان کیا۔ تیرا بہت شکریہ ارے اس زمانے میں کہ جب دشنام دینے والے ہیں پتھر برسانے والے ہیں تماشا دیکھنے والے ہیں تو نے اس یتیم بچی کے سر پر ہاتھ رکھا اسے پیار کیا اسے گود میں لیا شکریہ ادا کر رہی ہے ثانی زہرا کہ اک بار اس بی بی نے نقاب ہٹا دی چہرے سے اے میری بچی زینب ارے کس کا شکریہ ادا کر رہی ہے میں کوئی اور نہیں تیری ماں فاطمہ زہرا ہوں۔ عزادارو بس مدتوں سے ماں سے بچھڑی ہوئی زینب...... اپنے آپ کو گرا دیا ماں کی گود میں ماں کے سینے سے لگ کر بلک بلک کر رو رہی ہے۔ فریاد کر رہی ہے، اماں اب آئی ہو۔ جب بھرا گھر اجڑ گیا۔ جب تیرا حسینؑ بھوکا پیاسا قتل کر دیا گیا۔ بعید نہیں ماں نے بھی کہہ دیا ہو کہ کسے بتا رہی ہے میری بچی۔ جب سیکڑوں زخم کھا کر میرا حسین گھوڑے سے گرا تھا تو میں جلتی زمین پر گود پھیلائے بیٹھی تھی۔

الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب آیتہ ۲۳)

عزیزان محترم آج کی مجلس چھٹی مجلس ہے میری کوشش یہ ہے کہ آخری مجلس تک یعنی ۲۰ محرم کو جو مجلس ہوگی انشاء اللہ اگر زندہ رہا تو پورے موضوع کو سمیٹ دوں گا کوئی تشنگی نہ رہ جائے یہ جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ بھی ایک نچوڑ ہے خلاصہ ہے کتنی چیزیں ایسی ہیں کتنے واقعات کتنی اہم باتیں ایسی ہیں کہ جن کو میں چھوڑ گیا ہوں صرف وقت کی کمی کی وجہ سے لیکن چاہتا ہوں کہ ایک مرکزی خیال آپ کے سامنے آجائے اور جب آپ جناب مختار کے بارے میں سوچیں تو ذرا سی ہسٹری آپ کے ذہن میں آجائے کہ یہ تھے جناب مختار یہ تھے جناب ابراہیم بن مالک اشتر اور بہت ساری باتیں کہ جو آپ کے ہاں آج شامل ہیں یعنی حصہ ہیں آپ کی دینیات کا آپ کے ایمان کا جزو ہیں اس کی بنیاد جناب مختار کے قیام کے دوران پڑی ہے اس کو نہیں جانتے لوگ ہمارے۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی نہیں جانتے اور وہ اعتراض کر بیٹھے ہیں کہ جناب یہ کب سے آگیا دین میں یہ کہاں سے آگیا وہ کہاں سے آگیا تو میں نے اس لئے اس موضوع کا انتخاب کیا کہ وہ باتیں بھی صاف ہوتی چلی جائیں لوگوں کو معلوم ہوتا چلا جائے کہ اذان میں علیاً ولی اللہ کہاں سے آیا یا علی مدد کا نعرہ کہاں سے آیا اس کی تاریخ ہے دلیل ہے ایسے اچانک تھوڑی ہم لوگ لے آئے بیچ میں کہ کسی نے ایک بار شوق میں کوئی نعرہ لگا دیا وہ آگیا۔ نہین اس کی تاریخ ہے اس کا پس منظر ہے اور آج انشاء اللہ

ان دونوں چیزوں کی دلیل آپ کے سامنے تاریخی پیش کر دوں گا تو عزیزان محترم خروج کی تاریخ طے کی۔جناب مختار اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے مل کر ۱۵ ربیع الثانی ہجری ۶۶ بروز پنجشنبہ ہمیں خروج کرنا ہے کیونکہ کل میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ معاہدہ ہو گیا سارے معاملات طے ہوئے روزانہ جناب ابراہیم کی ڈیوٹی یہ ہے کہ رات کو اپنے ۵۰ ، ۶۰ افراد کو لے کر جاتے ہیں نئے نئے محلوں کو اوز جو ورقا۔ ابن غارب رفاعہ ابن شداد یا جو جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے ساتھیوں میں سے باقی بچے تھے ان تمام کو ساتھ لے کر آتے ہیں اور پھر عہد وپیمان اور پھر کوفے کے باہر کی بستیوں میں جانا یہ طے ہوا کہ طبل جنگ جو بجے گا وہ پندرہ ربیع الثانی کو بجے گا۔بروز پنجشنبہ اگر ایک دن پہلے بج جائے تو سمجھ لو یہ شیطنت ہے۔عبداللہ ابن مطیع کی عبداللہ ابن مطیع کہ جو عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے اب حاکم بنا ہے اس کوفے کا ابراہیم تمام مومنین سے کہتے ہیں اگر اس سے پہلے طبل جنگ بج جائے تو سمجھ جانا کہ یہ اس کی سازش ہے ہماری طرف سے اعلان نہیں ہوا یہ بڑا نازک مقام آگیا تھا خروج کے دوران تمام مومنین کی شیعوں کی بستی میں یہ اعلان ہو گیا کہ طبل جنگ پنجشنبہ کو بجے گا۔پندرہ ربیع الثانی کو اس سے پہلے بجے تو سمجھ لینا کہ دھوکہ دیا جارہا ہے تاکہ شیعوں کو باہر نکال لیا جائے کون کون ہیں اور قیام کو ناکام بنا دیا جائے۔لیکن اس سے پہلے ایک واقعہ ایسا عجیب ہو گیا کہ طبل جنگ پہلے بجانا پڑ گیا۔جناب مختار کو اعلان کرنا پڑ گیا اور تھوڑی سی گڑ بڑ ہو گئی لیکن بہر حال بعد میں سنبھال لیا۔ہوا یہ کہ ابراہیم روزانہ جاتے ہیں۔مختار کے پاس اس آنے جانے سے ایاس ابن مضارب جو کوفہ کا کوتوال ہے مشکوک ہو جاتا ہے آپ کے ہاں ہوتا ہے ناں ایک ایس پی ، آئی جی ، ڈی آئی جی ایک ہوتا ہے کمشنر تو اس طرح عبداللہ ابن مطیع کوتوال ہے کوفے کا یعنی سول انتظامیہ کا سربراہ اور جو پولیس

اور فوج کا سربراہ ہے وہ ہے ایاس ابن مضارب یہ روزانہ گشت کرتا ہے اور یہ تو ویسے ہی ہوشیار لوگ ہوتے ہیں ناں ناک ، کان ، بہت تیز ہوتے ہیں ۶ حِسّیوں والوں کے یہ لوگ کان ، ناک سب سے سونگھ لیتے ہیں ان کی سماعت بصارت بہت تیز ہوتی ہے یہ سمجھ گئے کہ کچھ گڑ بڑ ہو رہی ہے کچھ معاملہ گڑ بڑ ہے اور یہ ابراہیم بن مالک اشتر کا روزانہ رات کو نصف شب کے بعد جانا مختار کے پاس معاملہ کچھ سنگین نظر آرہا ہے اور شیعوں کا مستقل مختار کے گھر پر آنا جانا یہ عبداللہ ابن مطیع سے ملتا ہے کہ اپنی آنکھیں کھلی رکھ مجھے کچھ گڑ بڑ نظر آرہی ہے اور فوراً مختار کو گرفتار کر لے اور اگر تو نے گرفتار نہیں کیا تو کچھ ضرور ہو جائے گا میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ کوفے کے لوگ سرکشی پر آمادہ ہیں۔اچھا کوفہ ایک بات میں اور بھی مشہور ہے کوفہ سرکشی میں بھی بڑا مشہور ہے اس نے صرف ائمہ کے ساتھ ہی خیانت نہیں کی اس نے ہر ایک کے ساتھ خیانت کی تھی ہر ایک کے ساتھ آپ یقین جانیں کہ ابن زیاد بھی روتا تھا آخر میں جب یہ پاگل ہو گیا تھا ابن زیاد کہتا تھا کوفیوں کو خطاب کر کے یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم کو کس حساب مین ڈالوں تم نہ امام برحق کا ساتھ دیتے ہو نا امام باطل کا ساتھ دیتے ہو تم کسی کا ساتھ ہی نہیں دیتے ہو تم ہر ایک کے ساتھ ہو اور ہر ایک کے خلاف ان کی فطرت تھی۔تو ایاس ابن مضارب کہتا ہے کہ تو جانتا ہے کوفے کی فطرت کو اگر کوئی فتنہ کھڑا ہو گیا تو سب تیرے خلاف کھڑے ہو جائیں گے تو اس نے کہا کہ تو دھیان رکھ اور کل یعنی ۱۵ ربیع الثانی پنجشنبہ کوشش کر کہ مختار کو گرفتار کرے لیکن ہوا یہ کہ چہار شنبے کو یعنی بدھ کے دن جناب ابراہیم بن مالک اشتر اپنے کچھ خاندان کے بڑے بڑے جو شیعہ ہیں ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔جناب مختار کے پاس راستے میں ایاس ابن مضارب کوتوال کوفہ گشت پر ہے۔پہرہ دے رہا ہے پہرے پر ہے اس کے ساتھ

بھی پانچ سو اس کے سپاہی ہیں اس نے روک لیا پوچھا کہاں جارہے ہو رات کے اس وقت۔ ابراہیم نے کہا تجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں تو اپنا راستہ پکڑ ہم اپنا راستہ پکڑیں ہمارا تیرا کیا واسطہ۔ اس نے ضد کی کہ میں کوتوال شہر ہوں تمہیں بتانا پڑے گا تو جناب ابراہیم کہتے ہیں کہ دیکھ میں تجھے ہوشیار کرتا ہوں چلا جا اس وقت مجھ سے مت ٹکرا کسی اور وقت کے لئے رکھ اس نے کہا کہ یا تو مقابلے کے لئے تیار ہو جا یا مجھے بتا اور اب میں تم کو گرفتار کر کے ضرور عبداللہ ابن مطیع کے پاس لے جاؤں گا۔ ساتھیوں کو حکم دیا کہ ابراہیم کو گرفتار کر لو۔ ظاہر ہے کہ مالک اشتر کے بیٹے تھے یہ بھی یاد رکھئے گا کہ فنون حرب براہ راست مولائے متقیان علیؑ ابن ابی طالب سے سیکھے تھے شاگرد تھے جنگ جمل، صفین، نہروان میں اپنے بابا مالک اشتر کے ساتھ ساتھ تھے یعنی مولائے کائناتؑ کے لشکر میں تھے جوان تھے اس وقت پندرہ سولہ سال کے ان جنگوں میں جوان تھے تو براہ راست مولاؑ کی شاگردی میں ابراہیم بن مالک اشتر آئے تھے۔ تو عزیزوں جب یہ سنا کہ دھمکی دے رہا ہے ایاس قتل کی تو بس انہیں بھی طیش آگیا کہنے لگے کہ میں تو چاہتا تھا کہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھوں لیکن اب تو نے ابھی مجھے چیلنج کر ہی دیا ہے تو لے سنبھال نیزہ جو مارا تو اس کے پیٹ سے لگا تو پشت سے باہر نکل گیا اب یہ جو مرا ایاس ابن مضارب کوتوال تو دہشت سے باقی جو تھے وہ بھاگ گئے وہاں سے۔ اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے اس کا سر کاٹا اور جناب مختار کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا کہ اب یہ مسئلہ نیا پیدا ہو گیا ہے۔ اور آج ہی طبل جنگ بجنا ہے اب آپ اعلان جنگ کر دیں کیونکہ کچھ ہی دیر میں عبداللہ ابن مطیع کی فوج آجائے گی۔ جناب مختار نے الاؤ روشن کرا دیا اپنے گھر پر اور طبل بجنے لگے طبل جو بجنے لگے تو اب شعیہ اپنے گھروں سے نہیں نکلے کیونکہ طے تھا کہ خروج جمعرات کو ہوگا۔ یہاں بھی ایک بار ایسا ہو چکا

ہے پہلے ایک بار اعلان ہو گیا کہ فلاں جگہ سب کو پہنچنا ہے وہاں معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے پھر سازش ہو گئی۔ حکومت کے نمک خوار حرکت میں آگئے اور آخر وقت میں اعلان ہوا کہ نہیں پہنچنا ہے اور جو بے چارے پہنچے وہ مرے بھی، جیل بھی گئے، کوڑے بھی کھائے خیر وقتی مصیبت تو ہو گئی ان کی لیکن امتحان کے وقت بہرحال وہ آگئے۔ تو اب ایسے معاملات کبھی کبھی پیش آتے ہیں ناں تو بڑی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ یہ تاریخ جو آپ کے لئے پڑھ رہا ہوں اسی لئے کہ دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہوتا ہے مشکل حالات میں۔ دنیا میں سب کچھ ہوتا ہے ہمیں ہر قسم کے حالات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ جناب مختار نے طبل بجوائے لیکن جناب اب نکلے کون۔ نقارہ جنگ پہلے بج گئے ایک دن۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے نکلنا ہی نہیں ہے اب کیا کیا جائے رفاعہ ابن شداد قدامہ ابن مالک اور سعد ابن منقذ کو جناب مختار نے کوفے کے محلوں میں دوڑا دیا تاکہ یہ شیعوں کو جا کر اصل صورت حال سے آگاہ کریں اور بتائیں کہ جنگ شروع ہو گئی اور جب اپنے آدمیوں نے دیکھا کہ جناب مختار خود ہیں تو کچھ لوگ نکلنا شروع ہوئے اور چودہ سو کے قریب مجاہدین جمع ہو گئے اور ادھر عبداللہ ابن مطیع کو اپنے کوتوال کے قتل کی خبر ملی تو وہاں سراسیمگی پھیل گئی۔ عبداللہ ابن مطیع نے اس کے بیٹے کو بلایا راشد ابن ایاس کو کہ دیکھ تیرے باپ کو قتل کیا ہے ابراہیم نے اب تو سپاہ لے کر جا اور اپنے باپ کا انتقام لے تو یہ تین چار ہزار کا لشکر لے کے دوڑا اور دوسری طرف شیث ابن ربعی کو ایک ہزار سپاہی دے کر بھیجا کہ مختار کو تباہ کر دے۔ محلہ بنی سالم میں اس کا سامنا حجاز ابن حر کے گروہ سے ہو گیا جو ابن مطیع کی طرف سے اس محلے کا محافظ تھا۔ مگر رات کی تاریکی میں دونوں لشکر ایک دوسرے کو مختار کا لشکر سمجھ کر بھڑ گئے اور جب تک اصل صورتحال معلوم ہوئی کئی سو سپاہی ہلاک و زخمی ہو چکے تھے۔ شیث خود بھی زخمی حالت

میں عبداللہ ابن مطیع کے پاس پہنچا۔ مختار کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

جناب مختار ابراہیم سے کہتے ہیں کہ ابھی تک عبداللہ ابن مطیع یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارے پاس بہت بڑا لشکر ہے۔ لیکن اتنی دیر سے طبل بھی بج رہا ہے اور الاؤ بھی روشن ہے۔ مگر ہمارے حامی نہیں پہنچ رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ کوفی پھر وہی کردار ادا کر رہے ہوں جو مسلم بن عقیل کے ساتھ کیا ہے کیونکہ نقارہ بج رہا ہے الاؤ جل رہے ہیں اور کوئی آتا نہیں۔ ابراہیم بن مالک اشتر تسلی دے رہے ہیں کہ آپ اطمینان رکھئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے کیونکہ کہہ دیا ہے سب کو۔ کہ نکلنا نہیں ہے گھروں سے باہر۔ آپ صرف یہاں محکم رہیں اور مجھے کوئی سپاہ نہیں چاہئے یہ مجاہدین آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ میں خود جاتا ہوں پھر جناب ابراہیم بن مالک اشتر خود نکلے خود گئے سب سے پہلے شاکریہ کی بستی پہنچے بستی میں کوئی دو ہزار کے قریب مومنین مسلح موجود ہیں۔ جب یہ الاؤ جلنا شروع ہوئے طبل بجنا شروع ہوئے مسلح ہو کہ سب بیٹھ گئے اور اب یہ سوچتے ہیں کہ واقعی ایسا تو نہیں ہے کہ جنگ شروع ہو گئی ہو اور ہم بیٹھے رہ جائیں اور جناب مختار شہید کر دیئے جائیں۔ ابراہیم بن مالک اشتر پہنچے اور آواز دی ان کو خفیہ اشارہ تھا ان کا۔ ایک۔ انہی نے اپنا خفیہ اشارہ بنایا تھا ادھر سے پوچھا کون ادھر سے جواب ملا المنتقم، المنصور، یالثارات الحسینؑ، بس وہ خوش ہو گئے کہ اپنی کمک آگئی۔ اے خون حسینؑ کا انتقام لینے والو آجاؤ میدان میں بس ادھر سے ۲ ہزار کا لشکر نکلا اور راستے میں جو دشمن اہلبیت ملا اس کا صفایا کیا اس کے ساتھیوں کا بھی صفایا کیا اور جناب مختار کی خدمت میں پہنچ گئے اب عبداللہ ابن مطیع نے عبداللہ ابن حرب کو جناب مختار کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ جنگ کے

دوران ورقا۔ ابن غارب بھی مومنین کی ایک جماعت لے کر پہنچ گئے۔ اور کچھ ہی دیر میں عبداللہ ابن حرب کا لشکر بھاگ نکلا اس جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر کی طرف سے قاسم ابن قیس لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ قاسم جناب قیس ابن مسہر سیداوی کے صاحبزادے تھے جو قاصد حسینؑ تھے اور جنہیں ابن زیاد نے بے دردی سے شہید کروا دیا تھا۔ جرم یہ تھا کہ مجمع عام میں یزید اور ابن زیاد پر لعنت بھیجی تھی اور امام حسینؑ کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ اسی جنگ سے یا علیؑ اور کنی کے نعرے کا آغاز ہوا تھا۔ اس حملے میں شکست کے بعد راشد ابن ایاس مقابلے پر آیا تھا اور ابراہیم بن مالک اشتر نے "یا علی اور کنی" کہہ کے اس پر نیزے کا وار کیا اور نیزے کو اس کے سینے سے پار کر دیا پہلی بار ابراہیم نے نعرہ لگایا اب یہ ہوا کہ پورے لشکر کی عادت ہو گئی کہ جب حملہ کرتے تھے یا علی اور کنی کہہ کر یہ حملہ کیا کرتے تھے اور جب لشکر کی صورت میں نعرے لگاتے ہوئے جاتے تھے تو پہلی بار منظم طور پر یہ نعرہ بھی ہمارے پاس آیا پہلی بار لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ علیاً ولی اللہ پہچان بن گئی تھی۔ یہ لشکر جاتا تھا پرچم لہراتا ہوا تو علیاً ولی اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے یعنی بتانے کے لئے کہ ہم علی کے ماننے والے ہیں اور میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ ائمہ طاہرین کا دور ہے کسی امام نے منع نہیں کیا اس لئے واجب نہیں کہا اذان اقامت میں لیکن ایمان کے اظہار کا ذریعہ قرار دے دیا کہ واجب کی نیت سے نہ کہو ہم بھی نہیں کہتے اور آپ بھی یاد رکھئے دیکھئے شرعی مسئلہ بتانے میں مجھے نہ کبھی جھجک ہوتی ہے اور نہ خدا کبھی ایسا وقت لائے کہ میں شرماؤں یا جھجکوں یہ واجب نہیں ہے اذان میں کہنا اقامت میں کہنا مگر آج کے دور میں ترجیح ہے کہ نہ صرف ولایت بلکہ ائمہ طاہرین کی خلافت کا اعلان بھی کیا جائے تاکہ مومنین کی محبت کا اعلان بھی ہو جائے روز پنجشنبہ اب جنگ شروع باقاعدہ۔ لہذا جمع ہونا شروع ہوئے

ادھر ابن مطیع کے ساتھیوں نے کہا کہ دیکھ مختار سے مقابلہ کرنا ہے تو اپنی ساری فوج
کو بلالے۔ساری فوج کو جمع کرلے ورنہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔تو اس نے جو
پہرے پر تھے بستیوں پر ان سپاہیوں کو بھی بلالیا ان کو بلا کے پھر اس کی ۲۰، ۲۲ ہزار کی
قوت بنی اب جب بستیوں سے اس نے پہرے داروں کو ہٹایا تو پھر اور لوگ نکل نکل
کے جناب مختار کے ساتھ ہوگئے قوت بڑھتی گئی۔جناب مختار کا لشکر بارہ ہزار کا لشکر بن
گیا اب اس جنگ کی جزئیات بڑی دلچسپ بھی ہیں لیکن نہیں چاہتا تھا کہ ان میں پڑوں
اس وقت کو اپنے بچانا بھی چاہتا ہوں خلاصہ یہ ہوا کہ آخری جو لڑائی ہوئی ان کی تو اس
میں کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے کوفے کی گلیاں لاشوں سے پر ہو گئیں اور اس طرح
سے یہ حملہ کرتے تھے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کہ ان کی تلوار کے سامنے کوئی نہیں
آتا تھا عبداللہ ابن مطیع ایک بار آیا اور پھر فرار ہو گیا یہ سمجھ گیا کہ میں ابراہیم کا مقابلہ
نہیں کر سکتا۔ابراہیم اس طرح مختار کے ساتھ تھے جیسے علی کے ساتھ مالک اشتر اور
ایسی بہترین سنت کی بنیاد ڈال دی ایسے مستحب کی بنیاد ڈال دی ابراہیم بن مالک اشتر
اور اس کے سپاہیوں نے کہ کسی امامؑ نے اس پر نہیں روکا اور اس کو پہچان بنا دیا۔
شیعان علیؑ ابن ابی طالب کی اور بعض زمانوں میں بعض فقہا نے اس کو ضروری قرار
دے دیا۔کہ یہ ضروری ہے ضرور کہا جائے اگر لوگ روکتے ہیں تو پھر تو ضرور کہو۔میں
نے پورا مسئلہ بھی آپ کے سامنے واضح کر دیا کہ یہ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کا
کارنامہ تھا کہ انہوں نے یہ نعرہ لگایا اور اس کے بعد یہ یا علی اور کئی کا ترجمہ ہو گیا فارسی
میں یا علی مدد پھر ہمارے پاس یا علی مدد آگیا یہ تاریخی تسلسل ہے اس نعرے کا بھائی۔یہ
ادھر ادھر سے نہیں آگیا یہ تو مختار اور اس کے ساتھیوں کا شعار تھا جو قیامت تک جاری
رہے گا بات یہ ہے کہ وہ نعرہ بھی لگاتے تھے اور عمل بھی کرتے تھے انشاءاللہ خدا نے چاہا

ہم نعرہ بھی لگائیں گے عمل بھی کریں گے۔تو خالی نعروں کو اپنے پاس نہیں رکھو اس کی
روح کو بھی ساتھ رکھو روح جب تک ہے تو پھر مزہ ہے نعرہ کا۔جب عبداللہ ابن مطیع
خود نکلا میدان جنگ میں تو پہلے جناب امیر مختار اس کے مقابلے پر نکلے تھے تو کسی نے
امیر مختار کے سینے پر پتھر مارا بڑا سا جس کی وجہ سے ان کا سانس سینے میں اٹکنے لگا اور یہ
واپس آئے تو پھر جناب ابراہیم بن مالک اشتر گئے عبداللہ ابن مطیع کے مقابلے میں اور
تھوڑی دیر میں زخمی ہو کر بھاگا اور جب وہ بھاگا تو اس کا لشکر بھاگا اس کے پیچھے جب کوفے
میں داخل ہوئے تو امیر مختار نے حکم دے دیا کہ یہ سب یا تو قاتلان حسینؑ میں سے ہیں
یا پھر ان کے ساتھ اب شریک ہیں۔ان میں سے ایک کو زندہ نہیں چھوڑو تو بھاگتے
جاتے تھے اور پیچھے پیچھے جناب مختار کا لشکر بھی ان کا صفایا کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ
عبداللہ ابن مطیع دار الامارہ میں محصور ہو گیا اور عبداللہ ابن مطیع کو یہ اندازہ ہو گیا کہ
اب کہیں سے جان بخشی کا امکان نہیں ہے۔۳دن کے محاصرے کے بعد لوگوں نے
فیصلہ کیا کہ جان کی امان لو اور یہاں سے نکلو پیغام بھیجنے شروع کئے عبداللہ ابن مطیع
فرار ہو گیا یہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اس میں بھی مختلف روایات ہیں۔ایک
روایت اس لئے بتا رہا ہوں کہ جب آپ تاریخ پڑھیں تو یہ نہیں کہیں کہ مولانا نے یہ
تو بتایا ہی نہیں تھا کہ ایک روایت یہ بھی ہے تاریخ میں اس کی کہ جناب مختار نے اسے
فرار ہونے میں بھی مدد دی اس نے خط بھیجا تھا جناب مختار کے نام اور اس میں لکھا تھا
کہ دیکھ میں نے تجھے عبداللہ ابن زبیر کے شر سے ایک بار بچایا تھا تیری جان بچائی تھی
اپنا وہ احسان تجھے یاد دلاتا ہوں بس ایک بار تو بھی میری جان بخشی کر دے تو جناب
امیر مختار کے پاس جب وہ خط آیا تو انہوں نے جواب یہ دیا کہ اہلبیت کے دشمنوں سے
میری کوئی دوستی نہیں ہے لیکن تیرا وہ ایک احسان اس ایک احسان کے بدلے میں

میں تجھے موقع دیتا ہوں کہ تو فرار ہو جا لیکن اس کے بعد پھر کہیں بھی مجھے ملے گا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا اور تجھے قتل کر دوں گا۔ تو عبداللہ ابن مطیع کو فرار کرا دیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جناب مختار کی بیعت میں آگئے اب وقتی طور پر جناب مختار کی کوفے میں سلطنت قائم ہے اور سب سے پہلے یہ کام کیا کہ جو بیت المال تھا اس کا پانچواں حصہ بھجوا دیا اپنے امام زمانہ کی خدمت میں کل بیت المال میں تھا ایک لاکھ درہم ۲۰ ہزار درہم اس نے اپنے امام کو پہنچوا دیئے اور باقی درہم دینار سپاہیوں کی تنخواہیں دینے کے بعد ہاشمی سادات اور جو مومنین مستحقین تھے ان کی کمک کی اور ان کی مدد کی اور اتنی مدد کی کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار مختار کو برا نہ کہنا شیعہ بھی بدظن تھے اور آج تک کچھ ہمارے بھی ایسے ہیں کہ جو بدظن ہیں۔ امام نے سختی سے کہا خبردار مختار کو برا نہ کہنا اس نے ہم اہلبیت کی نصرت کی ہے ہمارے قاتلوں کو انجام تک پہنچایا ہے ہماری بیواؤں کی شادیاں کرائی ہیں ہمارے گھروں میں چراغ جلنے کا انتظام کیا ہے۔ خبردار مختار کو کبھی برا بھلا مت کہنا تو عزیزان محترم مختار نے اپنے امام کی خوشنودی حاصل کی اور اس کے بعد جمع کیا سب کو جامع مسجد کوفہ میں پھر خطبہ دیا۔ خدا اور رسول کی حمد وثنا۔ کے بعد جناب مختار کہتے ہیں کہ "یاد رکھو میں نے صرف ایک مقصد کے لئے قیام کیا ہے اور خدا میرے دور کو اتنا طویل کر دے گا جب تک میں اپنے مقصد کو پورا نہ کر لوں اس وقت تک میرا دور باقی رہے گا" یعنی یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ یہ کام مجھے انجام دینا ہے چاہے ایک مہینہ لگے چاہے ۱۰ سال لگیں۔ میرا دور جب تک ختم نہ ہوگا جب تک میں قاتلان حسینؑ کو ان کے انجام تک نہ پہنچا دوں اور پھر فہرستیں تیار کرانی شروع کیں ابھی یہ کام ہو ہی رہا تھا کہ عبداللہ ابن مطیع جو فرار ہو کے بھاگا تھا نہروان یاد ہے نہ آپ کو نام جہاں خوارج سے جنگ نہروان ہوئی تھی مولاؑ کی نہروان

میں جا کے یہ مقیم ہوا اور اس نے خط لکھا مصعب ابن زبیر کو عبداللہ ابن زبیر کے بھائی کو کہ مختار نے میری حکومت چھین لی اگر تو میری مدد کرے تو میں کوفے کی ولایت اس سے دوبارہ حاصل کر کے تیری بیعت کر لوں گا تجھے اپنا خلیفہ مان لوں گا مصعب ابن زبیر نے پہلے کچھ لشکر اپنا بھیج دیا دس بارہ ہزار کا یہ خبر ملی۔ جناب امیر مختار کو تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو بھیجا اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر کا نعرہ میں نے آپ کو بتا دیا کہ اپنے پرچم پر یہ لکھوا دیا تھا کہ "علیاً ولی اللہ" میں بار بار اس کی کیوں تکرار کر رہا ہوں۔ عزیزوں دیکھئے بعض دفعہ کچھ ہمارے لوگ بھی اس شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان معاملات میں۔ تھوڑا سا دو چار کتابیں پڑھ کے ان کی عقلوں پر تھوڑے سے پردے پڑنے لگتے ہیں کچھ خبط ہونے لگتا ہے ان کو۔ ان کو ان بدیہیات میں شک ہونے لگتا ہے کہ یہ سب جذباتی نعرے ہیں یہ جذبات کی بات نہیں ہے بابا یہ شعار ہے ہمارا "علیاً ولی اللہ" اس لئے لکھوایا کہ لوگ پہچان لیں کہ ہم علی کی ولایت پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں ہم علی کے ماننے والے لوگ ہیں۔ میں اس لئے اشارے کر دیتا ہوں کہ بعض دفعہ مجھ سے بھی سوال کر لیتے ہیں کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے فلاں کتاب فلاں جگہ سے آئی ہے اس میں یہ لکھا ہے۔ بہرحال میں کیا کروں کیا کیا جائے ہر قسم کے افراد ہیں ہر قسم کے لوگ ہیں میں بھی جاہل ہوں لیکن اتنا تو میں نے بھی پڑھ لیا ہے کہ جو لوگ سوال کر رہے ہیں کہ یہ دین میں کہاں سے آیا وہ کہاں سے آیا اور کچھ اپنے بھی پڑھے لکھے جاہل ان میں شامل ہیں تو وہ بھی سن لیں کہ یہ وہاں سے چلا ہے جب سے کربلا بنی ہے یہ کربلا کے اثرات ہیں اور کسی امام نے اس کو روکا نہیں اب ابراہیم نکلے لشکر لے کے نہروان کے مقام پر عبداللہ ابن مطیع سے آمنا سامنا ہوا پہلے دن کی جنگ ہوئی اور جب عبداللہ ابن مطیع بھاگا ہے دریا پار کر کے اس پار پہنچا

جب گنا تو ۶ ہزار باقی بچے تو تاریخ میں محفوظ ہے اس کا جملہ کہ "حضرت علیؑ تو اس جنگ
میں نہیں تھے یہ ہزاروں کس نے مار دیئے" یہ اس کی زبان یہ عبداللہ ابن مطیع کی
زبان پہ جملہ ہے کہتا ہے کہ بابا حضرت علیؑ تو تھے ہی نہیں یہ مارے کس نے یہ ہزاروں
تو اس پر آگے بڑھ کے کسی نے کہا کہ حضرت علیؑ نہیں تھے بلکہ ان کا بیٹا ابراہیم بن
مالک اشتر تھا ان کا شاگرد ابراہیم بن مالک اشتر تھا کہ جس کے مقابلے پر جانے کی کسی
کی جرات نہیں ہوئی اب یہ مار کھا کے بیٹھا تھا یہاں ۔ کہ دوسرے تیسرے دن مصعب
ابن زبیر پندرہ بیس ہزار کا لشکر لے کے پہنچ گیا اب ان کی ہمت بڑھی کہ اب ہم لڑیں
گے اور جناب ابراہیم کی جرات آپ دیکھئے بہادری دیکھئے کہ رات کو جاسوس بن کے
اس کے لشکر میں چلے گئے تو یہ جاسوسی کر رہے ہیں ۔ مصعب ابن زبیر کو شک بھی
ہو گیا کہ خطرناک آدمی لگتا ہے اس نے مجھے سلام نہیں کیا یہ میرے آگے جھکا نہیں اور
جناب ابراہیم کو پکڑ لیا عبداللہ ابن مطیع نے کہ بھئی یہ کیا حرکت ہے تم نے امیر کو
سلام نہیں کیا ابراہیم جو عبداللہ ابن مطیع ہی کے ایک جاسوس کی مدد سے ان کے لشکر
میں داخل ہو گئے تھے جو ایک تفصیلی واقعہ ہے اس لئے میں نے نہیں چھیڑا بہر حال پہنچ
گئے اب جو یہ صورتحال ہوئی تو کہا کہ میں تو عرب کا بدو ہوں مجھے پتہ چلا کہ جنگ ہو
رہی ہے میں تمہاری مدد کے لئے آگیا اور مجھے نہیں معلوم کہ امیر کون ہے تو مصعب
نے کہا کہ خیال رکھو اور عامر ابن مرہ کو ابراہیم کا نگران بنا دیا ۔ ابن مرہ نے ابراہیم کو
ایک ایک خیمہ میں مقید کر دیا ۔ ابراہیم کہتا ہے کہ پروردگار جاتے جاتے اس کو ضرور
قتل کر کے جاؤں گا اور رات کی تاریکی میں جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے اپنے لباس
میں چھپی ہوئی تلوار نکالی ۔ پہلے ابن مرہ کو قتل کیا جو اس وقت حضرت علیؑ کو برا بھلا کہہ
رہا تھا پھر دوسرے پہرے داروں کو قتل کیا اور صبح مصعب کو خط لکھا کہ مصعب جس

کو تو قتل کرنے آیا ہے وہ تیرے دو جلادوں کو قتل کر کے واپس آگیا ہے وہ جاسوس
کوئی اور نہیں تھا میں خود تھا اس نے یہ شک کیا تھا کہ کہیں یہ ابراہیم کا جاسوس نہ ہو تو
ابراہیم نے کہا کہ وہ میرا جاسوس نہیں تھا میں خود تھا تیرے لشکر میں ، میں رات گزار
کے آگیا اور وہ جلاد جو تو نے میرے اوپر متعین کئے تھے میں ان کا کام تمام کر کے آگیا اب
یہ بڑا تلملایا صبح جب جنگ شروع ہوئی تو دیکھ رہا ہے کہ جو جا رہا ہے وہ مر رہا ہے جو جا رہا
ہے مر رہا ہے تو اس نے غصے میں عبداللہ ابن مطیع سے کہا کہ تو جا تو کیوں نہیں لڑتا
اس سے تو پھر عبداللہ ابن مطیع مقابلے پر آیا ۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے ۔ اور
جناب ابراہیم بن مالک اشتر سے لڑائی ہوئی اس کو واصل جہنم کیا اور پھر دوسرا مبارز
طلب کرتے ہیں مصعب ابن زبیر کہتا ہے کہ یہ آدمی ہے کیا ہے یہ قتل کرتے کرتے
تھکتا نہیں ہے اس میں کون سی قوت ہے لتنے مقابلے ۔ اور ہر بار کہے جاتے تھے کہ
دوسرے کو بھیجو تو پھر جھنجھلا کے اس نے کہا کہ ایک بار سب حملہ کرو ادھر سے حملہ ہوا
ادھر سے جناب ابراہیم نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ دیکھو اپنی تعداد کی قلت پہ مت
جانا ۔ عزیزو! یہ بات یاد رکھنا خدا کی قسم اگر ایک مسئلہ صرف ایک بات سمجھ لیں ہم تو
دنیا میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ ہمیں بلیک میل کرے ۔ کتنے افسوس کی بات ہے
اتنی بڑی قوم اتنی بڑی ملت یہ دو دو ٹکے کے سیاست دان ہمیں بلیک میل کریں کبھی
اس سے ڈرا کے کبھی اس سے ڈرا کے بھئی ہم تمہارا ساتھ دیں گے ہم تمہاری مجلس
کرائیں گے ہم تمہارا جلوس اٹھوائیں گے ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے یہ ذلت ہے
ذلت ۔ رسوائی ہے کسی قوم کی ۔ کہ اتنی بڑی تعداد میں ہو کے دوسروں کے ہاتھوں
بلیک میل ہو رہے ہوں کبھی کسی کے لئے استعمال ہو کبھی کسی کے لئے استعمال ہو
کبھی اس کے لئے سیڑھی بنے کبھی اس کے لئے پل بنے ۔ جی عزیزو! اگر مختار کے پیروکار

ہیں اگر ابراہیم کے پیروکار ہیں ان کا یہ کام تھوڑی ہے۔ تو ہم کسی کے آگے اور کیوں جھکیں ہمارا مولاؑ ہمارے پاس ہے ہمارا امامؑ ہمارے پاس ہے ہم نے زندگی سے دوستی تھوڑی کی ہے کہ ہم نہیں مریں گے ہمیں سب کچھ ملتا رہے ہم ختم نہیں ہوں گے۔ نہیں ہماری دوستی تو اہلبیت کے ساتھ ہے جدھر وہ ہیں ادھر ہم ہیں ان شیطانوں سے ہمارا کیا واسطہ۔ تو اس شیطانی سیاست کا حصہ نہ بنو۔ قرآن کہتا ہے: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ترجمہ) کاہلی اور سستی نہ کرنا اور نہ مصیبتوں سے محزون ہونا اگر تم صاحب ایمان ہو تو سربلندی تمہارے ہی لئے ہے۔ (آل عمران ۔۱۳۹)

قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر تم مومن بن جاؤ تو۔ تم سب سے برتر ہو مت گھبراؤ کتنی ہی بڑی قوت ہے تمہارے مقابلے پر اور پھر قرآن کا وعدہ ہے میں نے تمہیں برتر بنایا ہے کون تمہیں ذلیل کر سکتا ہے۔ میں نے تمہیں عزت دی ہے (سورہ منافقون آیت ۔۸)
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

قرآن کہہ رہا ہے عزت تو ہے ہی صرف اللہ کے لئے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے اور جب قرآن کہہ رہا ہے کہ عزت ہے ہی تمہارے لئے تو پھر کیوں گھبراتے ہو پھر کیوں ڈرتے ہو تو بس ابراہیم نے سپاہیوں سے خطاب کیا" قلت پر مت جانا جانتے ہو ناں کہ ہم کس مقصد کے لئے آئے ہیں یہاں یاد کرو کربلا کے واقعے کو ہمارے سامنے یہ دشمنان اہلبیت کا لشکر ہے اور قسم کھالو کہ یا جان دے کے اپنے مولاؑ کے ساتھ ملحق ہو جاؤ گے اور یا ان تمام کو واصل جہنم کرو گے" ایک پرجوش خطبہ دیا جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے اور پھر جب اس کے بعد حملہ ہوا تو پھر کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون کدھر گیا۔ مصعب ابن زبیر بصرے کی طرف بھاگا بوکھلا کے بصرے پہنچ کے اسے احساس ہوا

کہ یہ تو میں غلط جگہ آگیا پھر وہاں سے مڑا مکے کی طرف فرار ہوا۔ ایسا حملہ تھا جناب ابراہیم بن مالک اشتر اور اس کے سپاہیوں کا تو عزیزو جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں جو علیؑ کی ولا پر مدد پر یقین رکھتے ہیں جو اپنے امامؑ پر یقین رکھتے ہیں انہیں کسی سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا بابا مر جائیں گے مر جانا ذلت نہیں ہے ان ذلیلوں کے سامنے جھک جانا ذلت ہے یہ کہاں لکھا ہے کہ مر جانا ذلت ہے گھر کا جل جانا ذلت ہے مال کا لٹ جانا ذلت ہے کہاں ہے بتائیں۔ یہ ذلت نہیں ہے نہ گھر کا لٹنا نہ گھر کا جلنا نہ جان کا جانا نہ اولاد کا جانا یہ ذلت نہیں ہے۔ ذلت تو یہ ہے کہ انسان ذلیلوں کے سامنے سر جھکا لے۔ بیعت کر لے ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دے یہ ذلت ہے یہ زندگی ذلت کی ہے اگرچہ ہزار سال کی زندگی کیوں نہ ہو۔ معرکہ فتح کر کے واپس ہوئے ابراہیم کوفہ پہنچے تین ہزار اسیروں اور بے پناہ مال غنیمت کے ساتھ مختار نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ابراہیم نے دست بوسی کی امیر مختار کی ادھر مصعب ابن زبیر کو جب پتہ چلا کہ ابراہیم واپس کوفے چلے گئے تو یہ مکہ پہنچے بغیر ہی واپس بصرے کی طرف روانہ ہو گیا اور بصرہ پہنچ کر عبداللہ ابن زبیر کو خط لکھا کہ ابراہیم نے تو مصیبت کر دی ان کے آٹھ دس ہزار آدمیوں نے ہمارے ۲۰، ۲۵ ہزار کا صفایا کر دیا فوراً مجھے کمک بھیج وہاں سے اب میں فتح کے بغیر نہیں آؤں گا عبداللہ ابن زبیر ایک بخیل آدمی تھا اس نے جواب دیا کہ میں ابھی طائف اور یمن کی بغاوتوں میں الجھا ہوا ہوں اپنے لشکر کو کم نہیں کر سکتا اور ابھی تجھے مدد نہیں بھیج سکتا تو اب مصعب نے غصے میں دمشق عبدالملک ابن مروان کو خط لکھا کہ اگر تو میری مدد کے لئے سپاہ بھیج دے تو میں تیری بیعت کروں گا اور تمام علاقوں میں تیرے بیعت کے لئے کام کروں گا۔ یہ خط پڑھ کر عبدالملک ابن مروان بہت خوش ہوا۔ ابن زبیر سے کہا کہ تو بصرہ میں جمارہ میں مختار اور ابراہیم کا بندوبست

کرتا ہوں اس نے وہاں سے لشکر بھیجا عامر ابن ربیعہ جو چچازاد بھائی ہے عبدالملک ابن
مروان کا اس کی سربراہی میں اس لشکر کی تعداد ہے۔ ۷۰ ہزار ۷۰ ہزار اور یہ لشکر چلا اور
کوفے سے کچھ فرسخ کے فاصلے پر یہ لشکر آکے ٹھہرا اور اس نے ایسا انتظام کر لیا کہ کوئی
جانے نہ پائے یعنی مختار کو اطلاع نہ ہو اور اپنے ایک جاسوس کو بھیجا ایک مرداذدی کو
بھیجا کہ تو جاسوسی کر کے آ۔ یہ جاسوسی کے لئے پہنچا کوفے میں کہ دیکھے کیا حال احوال
ہے جناب مختار اور سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اب بعض لوگ ہوتے ہیں ڈبل
کراس یعنی دہری چال چلتے ہیں ادھر بھی چلو ادھر بھی چلو ادھر کی خبر ادھر دو ادھر کی خبر
ادھر دو۔ دونوں طرف سے مال ملے گا دونوں طرف چلیں گے ان سے کہیں گے کہ بھئی
ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ان سے کہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں قوم سے کہیں گے کہ
بھئی مشکل پڑتی ہے تو ہم ہی تو دکھاتے ہیں سارے کام برے وقت میں کام آتے ہیں
تمہارے اور حکومت سے کہتے ہیں کہ دیکھو ہم کیسے بڑے بڑے جھگڑے نمٹا دیتے منٹوں
میں۔ ٹھنڈا کر دیتے ہیں لوگوں کو دیکھا ناں تو ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں ہر زمانے میں
ہیں تو اس مرداذدی نے دیکھا کہ اب تو پکڑا گیا ہوں تو مختار سے کہا کہ سچ بات یہ ہے کہ
عامر ابن ربیعہ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں تیرے لشکر کی جاسوسی کروں یہ خلعت
دی تھی اور یہ لشکر ہے اس کا ۷۰ ہزار کی تعداد میں اب اگر تو میری جان بخش دے مختار
تو میں اس کو جاکے کہوں کہ تیرا ایک لاکھ کا لشکر ہے۔ امیر مختار کہتے ہیں کہ نہیں ہم
ایک اچھے مقصد کے لئے جھوٹ سے کام نہیں لیں گے میرے لشکر کی تعداد جو ہے بس
وہی ہے۔ یہ اصول جو مولائے کائنات نے دے دیا کہ حق تک پہنچنے کے لئے بھی باطل
کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ باطل کو ساتھی نہیں بنایا جاسکتا باطل کو دوست نہیں بنایا
جاسکتا۔ مختار اسی تعلیم پر عمل کر رہا ہے کہا میرے لشکر کی تعداد ۲۶، ۲۷ ہزار ہے بس یہی

ہے اس نے توبہ تلا کی معافی مانگی۔ مختار نے اس کو معاف کر دیا اور انعام واکرام دے
کے رخصت کر دیا وہ چلا تو گیا لیکن دل میں ایک اثر لے کے گیا کہ مختار نے مجھے قتل
نہیں کیا مظلوم آدمی تھا اس نے کہا کہ بھئی میں نوکر آدمی ہوں۔ پیسے دے کے بھیجا تھا
میں چلا گیا۔ واپس آکر جب سارا واقعہ عامر کو سنایا تو عامر ابن ربیعہ نے پھر ایک اور
چال چلی کہا کہ دیکھ اب وہ تجھ پر مہربان ہو گیا ہے اب تو پھٹے چیتھڑے لگا کر جا کہ عامر
ابن ربیعہ نے مجھے مار پیٹ کر بھگا دیا اور جو تو نے دیا تھا وہ بھی چھین لیا اور وہ تجھ پر
مہربان ہو جائے گا اور دیکھ فلاں فلاں ۱۴ آدمی مختار کے ہاں میرے بیٹھے ہوئے ہیں کہ
جب میرا حکم ہو گا تو میدان جنگ میں مختار کے خلاف اپنے ساتھیوں سمیت بغاوت کر
دیں گے تو جا اور ان کو پیغام دینا ہے یہ خط ان کو جاکے دے دے کہ کس وقت وہ
مختار پر حملہ کریں اور اس کو ختم کر دیں اب یہ عامر کے حکم پر ایک بار پھر اسی طرح جس
طرح عامر نے بتایا تھا دوسرے دن روتا پیٹتا مختار کے لشکر میں پہنچ گیا مختار کے سپاہیوں
نے اسے پکڑ کر مختار کے سامنے پیش کر دیا۔ مختار سے کہا کہ اس نے مجھ پر شک کیا سارا
مال اسباب بھی چھین لیا مجھے مارا پیٹا اور مجھے بھگا دیا وہاں سے۔ بس میری جان بخشی کر
دی بڑی مشکل سے میری جان بخش دی۔ جناب مختار نے کہا کہ اس کے ساتھ نیکی سے
پیش آو لے جاؤ اور اسے آزاد کر دو خلعت انعام اکرام بھی دیا اور کہا کہ تو جہاں جانا چاہتا
ہے چلا جا۔ اب یہ ہوتا ہے انقلاب کہ اگر دل میں انسان کے نیکی ہو۔ اس پر مرداذدی
پر اتنا اثر ہوا اور پھر یہ کہتا ہے کہ مجھے تو شام سے یہ کہہ کر لایا گیا تھا کہ یہ بے دین لوگ
ہیں یہ بے نمازی لوگ ہیں اور میں تو الٹا دیکھ رہا ہوں جتنے میرے لشکر میں ہیں وہ سب
شرابی ہیں، بدکار ہیں، بے نمازی ہیں نہ ان کو نماز کا ہوش ہے نہ ان کو کسی اور حکم خدا
کا پاس اور میں جب بھی کوفے آیا تو میں نے مختار اور اس کے ساتھیوں کو تو عبادت میں

مشغول پا یا رات میں آیا تو میں نے ان کو نماز شب میں دیکھا، دن میں آتا ہوں تو ابھی دیکھتا ہوں کہ ابھی اذان ہوتی اور اس کا پورا لشکر نماز میں مشغول ہے کس طرح یہ مناجات کر رہے ہیں کس طرح خدا کو پکار رہے ہیں اس میں انقلاب پیدا ہوا عزیزوں جانتے ہو یہ کردار ہے جو انقلاب پیدا کرتا ہے کردار ہے یاد رکھنا یہ شیعوں کا کردار تھا جس کی وجہ سے شیعت قیامت تک باقی رہے گی آپ جس دفتر میں ہیں جس کالج میں ہیں یقین کریں کسی تبلیغ کی ضرورت نہیں ہے آپ کا کردار ایسا ہو گا تو لوگوں کے دل خود بخود آپ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ بدزبانی سے کبھی نہ کسی دین کی تبلیغ ہوتی نہ کوئی کسی دین میں شامل ہوا یاد رکھئے گا آپ خوش تو ہو جائیں گے وقتی طور پر دو چار باتیں میں ایسی بیان کر دوں تو آپ کھڑے بھی ہو جائیں گے اپنی جگہوں پر لیکن عزیزوں اس سے دین کی تبلیغ نہیں ہے تخریب ہی ہوتی ہے اس سے دین آگے نہیں بڑھتا دین جب بھی آگے بڑھا ہے یہ انبیاء کا اصول ہے یہ ائمہ کا اصول ہے کردار سے آگے بڑھا ہے، محبت سے آگے بڑھا، اخلاق سے آگے بڑھا تو وقتی طور پر خوش ہونے کے لئے تو ادھر ادھر کی باتیں اچھی ہوتی ہیں لیکن اس کے اثرات کچھ اچھے نہیں ہوتے اس کے نقصان زیادہ ہوتے ہیں تو عزیزان محترم اس نے جو یہ کردار دیکھا مختار اور اس کے ساتھیوں کا بس آ کے قدموں پر سر رکھ دیا مختار کے اور زار و قطار رو رہا ہے۔ مختار کہتا ہے تجھے کیا ہوا کہا کہ مختار مجھے بس ایک بار معاف کر دے آخر ہوا کیا ہے تجھے۔ وہ کہتا ہے مختار میں اب بھی تجھ سے جھوٹ بول رہا تھا مختار نے اس کو بٹھایا بات بتا کیا ہے۔ وہ ۱۴ خط نکالے منافقین کے نام کہا کہ اصل مسئلہ یہ تھا میرے آنے کا لیکن جب میں نے تجھے دیکھا تیرے ساتھیوں کو دیکھا پس میرے دل نے گواہی دی کہ یہ ہی حق ہے اور ان کے ساتھ خیانت کرنا بے دینی ہے پھر میں بخشش کی امید نہیں رکھ سکتا۔ مختار تو جو چاہے

میرے ساتھ سلوک کر چاہے تو مجھے مار دے یا جو چاہے سزا دے۔ پہلے جناب امیر مختار نے بلایا ان ۱۴ کو ان کے سامنے یہ خط رکھے اور ایک کے سر پر رکھی تلوار اور کہا بتا کیا یہ سچ ہے اس نے انکار کیا۔ ابراہیم نے اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرے کی گردن پر تلوار رکھی اس نے بھی انکار کیا۔ وہ انکار کرتے رہے مگر جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے سب کا کام تمام کیا اب آخری چودھواں جو بچا ابراہیم نے کہا کہ اب تو بتا تو شاید تیری جان بچ جائے تجھے چھوڑ دیں مختار۔ تو پھر کہتا ہے کہ ہاں یہ حقیقت ہے اور ہم موقع کی تاک میں تھے کہ کب مختار کو قتل کریں اور کب تجھ پر حملہ کریں تو ابراہیم بن مالک اشتر کہتے ہیں کہ ایسا تم کیوں کر رہے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو سفیان، معاویہ اور اپنے امیر یزید کی محبت میں ایسا کر رہے تھے ان کی بھی تو محبت ہے عزیزوں لوگوں کے دلوں میں تو پھر کیوں فکر ہے کس بات کی فکر وہ بھی محبت چل رہی ہے یہ بھی محبت چل رہی ہے یہ ٹکراؤ تو چلتا رہے گا مت ڈرو مت گھبراؤ میں نے کہا ناں کہ چھوٹے موٹے واقعات سے نہ قومیں ختم ہوتیں ہیں نہ ملتیں، نہ مذہب اور پھر جس کو قرآن ضمانت دے رہا ہے کہ تم سب سے برتر ہو تم سب سے اعلیٰ ہو۔ زندگی میں قوموں کی اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں کبھی سبق کے لئے، کبھی ہدایت کے لئے کہ اب تو سنبھل جاؤ اب تو سدھر جاؤ، اب تو ٹھیک ہو جاؤ، اب تو متحد ہو جاؤ، اب تو متفق ہو جاؤ یہ چیزیں تو تربیت کا حصہ ہیں اگر قوموں کی زندگی میں یہ اتار چڑھاؤ یہ مسائل یہ مشکلات نہ آئیں تو پھر یہ تربیت نہیں ہوتی یہ تربیت کا حصہ سمجھ کے قبول کرو تو جیسے ہی یہ سنا کہ ان کی محبت دل میں ہے اس کی بھی گردن اڑا دی اگر ان کی محبت میں یہ سب کر رہا ہے تو بس تو بھی تو انہی کے ساتھ ملحق ہو جا اور آپ یقین کریں کہ وہ دعائیں کرتے تھے اس لشکر کے بھی کہ پروردگار تو ہمیں یزید لعین کے ساتھ اس کے باپ کے ساتھ اس کے دادا کے ساتھ محشور کرنا

اور قرآن تو پکار رہا ہے کہ تم خدا سے دعا مانگو وہ پوری کرے گا۔ تم مانگو میں دوں گا دعا
بھی تم نے خود ہی مانگی ہے اب وہاں تو کچھ بھی نہیں کر سکتے تو پروردگار ان سے دعا بھی
اسی لئے منگوا رہا ہے توبہ کی دعا نہیں مانگی۔ کہ جسے توبہ کے قابل سمجھا اس کی توبہ قبول
کر لی وہ مرد آزادی اس قابل تھا کہ اس کی دعا قبول ہو جائے۔ اب یہ یزیدی لوگ تو خود
ہی دعائیں مانگ رہے ہیں کہ یزیدؔ اور اس کے باپ، دادا کے ساتھ ان کا حشر ہو تو
پروردگار نے کہا کہ تمہاری دعا تو پہلے قبول ہوگی تمہیں بھی وہیں بھیجوں گا جہاں وہ گئے
ہیں بس عزیزان محترم ان ۱۴ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد اعلان کرتا ہے مختار کہ
دیکھو اس مرد آزادی نے کس طرح سے ہماری مدد کی اور ہمارا ساتھ دیا ہے۔ اب تم میں
اپنی حیثیت کے مطابق جو اس کی مدد کر سکتا ہے وہ کرے وہاں تو ڈھیر لگ گیا زر
و جواہرات کا اس نے کیا کیا جو مختار نے خلعت دی تھی بس وہ قبول کی کہتا ہے کہ مختار
اب تیرے پاس آنے کے بعد مجھے مال دنیا سے تھوڑی سروکار ہے اب مال دنیا نہیں
چاہئے جو تو نے دیا یہ میری زندگی کے لئے کافی ہے بس میری خواہش یہ ہے کہ جتنا جمع
ہوا ہے میرے امامؑ کی خدمت میں پہنچا دے عزیزوں یہ ہوتے ہیں جانثار سے یہاں پانچواں
حصہ نکالتے ہوئے مصیبت ہو جاتی ہے جو صبح شام کہتے ہیں مولا جان قربان، مولا بچے
قربان، مولا مال قربان ادھر کسی نے کہا کہ بھئی خمس نکالا ادھر منہ بن گیا۔ ارے یہ
مولویوں کا چکر ہے خواہ مخواہ کا یہ سب ملاؤں کا چکر چلایا ہوا ہے چھوڑو خمس وغیرہ کی
باتوں کو تو اس لئے میں بھی مجلس میں خمس کی باتیں نہیں کرتا کہ لوگوں کو بری لگتی
ہیں۔ اور عزیزان محترم ایک واقعہ اور آپ جانتے ہیں زید شہید کس کا بیٹا ہے میں امامؑ کی
بات نہیں کر رہا اس کی ماں کی بات کر رہا ہوں زید کی ماں کون ہے؟ اب سنیئے تاریخ کا
یہ واقعہ بھی کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "میں ایک

رات محو خواب تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جد امجد یعنی خدا کا رسولؐ اور تمام
حضرات خاندان کے تشریف لاتے ہیں اور رسول خدا ایک جنت کی حور کو لاتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ میرے بیٹے یہ تمہارے عقد کے لئے ہے اور اس کا نام حورا ہے اور میرا عقد
اس کے ساتھ پڑھا دیا اسے میری زوجیت میں دے دیا صبح جب ہوئی تو دروازے پر
دستک ہوئی میں خود دروازے پر گیا تو میں نے کہا کون تو کہا کہ "میں کوفے سے آیا
ہوں امیر مختار کا قاصد ہوں" اب جو میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص اور اس
کے ساتھ چادر میں سرتاپا ملبوس ایک عورت کہ اس کی آستین کے کپڑے کو چٹکی سے
اس مرد نے پکڑ رکھا ہے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا کہا کہ مجھے فرزند رسولؐ سے ملنا ہے تو
امامؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خود ہوں بتا کیا بات ہے کہا کہ "مختار نے آپ کے نام یہ
خط دیا ہے" اب جو خط دیکھا تو کہتے ہیں کہ "فرزند رسول کچھ کنیز میرے حصے میں آئیں
اور ان میں پاک باز کنیز یہ تھی کہ جس کو آج تک کسی مرد نے چھوا نہیں بس میری دلی
خواہش ہے کہ فرزند رسول آپ میری طرف سے اسے اپنی خدمت میں قبول کر لیجئے اور
میں اس سے اقرار لے چکا ہوں اور یہ اس بات پر راضی ہے کہ آپ کی کنیزی میں آجائے
اور اب امامؑ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا نام کیا ہے تو نام بتاتی ہے کہ حورا نام ہے یہ
مختار کا مقام ہے۔ یہ مختار کا مقام ہے عزیزان محترم یہ مختار کا مقام ہے خدا کا رسولؐ ایک
رات پہلے بشارت دے رہا ہے اس کنیز کی جو مختار امامؑ کی خدمت میں بھیج رہا ہے تو
عزیزوں یہ مختار کا مقام ہے اور انہیں حورا کے رحم مبارک سے جناب زید پیدا ہوئے کہ
جنہوں نے ہجری ۱۲۲ میں قیام کیا امویوں کے خلاف ہشام کے زمانے میں۔ ہر امامؑ نے
ان کے لئے دعا کی ہر امام کی ان کو تائید حاصل تھی اور ان کا انجام کیا ہوا تھا عزیزوں
جب میدان جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا تو کوفیوں نے اور رافضی کا جو الزام لگا ہے

جب سے لگا ہے کوفیوں نے چھوڑا تو جناب زید نے کہا تھا کہ " رفضتمونی " یعنی تم لوگوں نے مجھ کو چھوڑ دیا یعنی مجھ سے دوری اختیار کی تو اس وقت سے جن لوگوں نے جناب زید کو چھوڑا تھا انہیں رافضی کہا جاتا تھا تو ان میں سب شامل تھے ایک بہت بڑے امام بھی شامل تھے۔ تاریخ میں بہت بڑے امام تھے انہوں نے بھی یہ کہا تھا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا عین موقع پر جناب زید کو چھوڑ کے الگ ہو گئے اب نام میں نہیں لوں گا اتنا تو شعور ہونا چاہیے کہ آپ خود بھی جا کے یا آ کے اکیلے میں پوچھ لیں یا بھولے سے جا کے کتاب دیکھ لیں۔ تو عزیزان محترم جناب زید جب شہید کر دیئے گئے تو ان کے چند جانثار ساتھیوں نے ان کی قبر بنائی اور اوپر سے نہر بہا دی تھی کیونکہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا لیکن اس کے باوجود بھی اس ملعون نے ہشام نے پتہ چلا لیا اور اس کے بعد ان کی لاش کو نکالا گیا سولی دی گئی سر کاٹ کے ہشام کے پاس بھیجا گیا اور بعض تواریخ میں ہے کہ ۴ سال تک یہ ڈھانچہ یا کہیں چار ماہ تک کیونکہ بنو امّیہ کی حکومت ختم ہو گئی تھی تو چار ماہ تک یہ جسد مطہّر لٹکا رہا کوفے کے دروازے پر اور برہنہ لاشہ تھا لیکن عزیزوں قدرت کا انتظام کہ پروردگار نے مکڑیوں کو اس کام پر مامور کیا کہ انہوں نے ستر پوشی کی زید کی لیکن ظلم یہ تھا کہ آپ کے جسم کا گوشت ظاہر ہے دھوپ اور دوسرے موسمی اثرات سے ختم ہو گیا تھا اور پرندوں نے گھونسلہ بنا لیا تھا سینے پر اس کے بعد بھی اُمویوں کو جب تسلی نہ ہوئی تو ان کے جسم کو اتار کے جلایا اور راکھ کو نہر فرات میں بہا دیا گیا تھا تو یہی زید مجاہد مختار کی بھیجی ہوئی کنیز سے تھے۔ امیر مختار نے بھیجا تھا امام کی خدمت میں۔ عزیزان محترم یہ معرکہ ختم ہوا اور پھر عبدالرحمن ابن سعید ہمدانی کو موصل کا والی بنا کے بھیج دیا۔ جناب مختار نے کیونکہ اب پھیلتے جا رہے ہیں کچھ علاقوں سے لوگ بیعت کے لئے آ رہے ہیں میرے ایک دوست نے

ایک سوال بھی کیا تھا کہ جب حکومت مل گئی تھی تو امامؑ کو کیوں نہیں دی نہیں ابھی حکومت نہیں ملی ابھی خروج جاری ہے قیام جاری ہے ابھی علاقوں پر قبضے کئے جا رہے، ابھی پوری حکومت ملی بھی نہیں کوفے پر اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ امام کو لا کے وہاں بٹھا دیتے ابھی تو جنگ جاری ہے ابھی تو قتل وغارت گری جاری ہے لہذا ہو نہیں سکتا یہ سوال اس لئے میں نے یہاں کہہ دیا کہ ایک جوان نے کہا تھا کہ ایک امامؑ کا حق ہے تو کیوں نہیں امامؑ کو دیا ابھی حکومت ہوئی نہیں یہ تو جیسے ایک علاقے پر قبضہ ہو گیا۔ وہاں پر حکم چل رہا ہے موصل کی طرف بھیجا اور دو تین علاقوں پر قبضہ کیا۔ عراق کے اکثر علاقے آ گئے لیکن جنگ تو جاری ہے۔ جب عبدالرحمن سعید ہمدانی کو وہاں بھیجا ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ تو عبدالملک ابن مروان نے حصین ابن نمیر یہ کربلا کے واقعے میں لعنت اللہ علیہ شریک تھا حصین بن نمیر کو آٹھ ہزار کے ساتھ بھیجا کہ جاؤ موصل پہ قبضہ کرو جناب عبدالرحمن ابن سعید کو خبر ملی یہ چھوڑ کے تکریت آئے اور خط لکھا امیر مختار کو کہ جو تیرا حکم ہو میں وہ کروں کیونکہ یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ نہیں ہیں اور جو لشکر آ رہا ہے اس کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے یا کمک بھیج یا جیسا تیرا حکم ہو کوفہ سے یزید ابن انس کو سردار بنا کر بھیجا۔ امیر مختار نے تین ہزار جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے لیکن راستے ہی میں مریض ہو گئے اور ان کا انتقال ہوا جنگ کے دوران ان کا انتقال ہوا انہی نے خطبہ دیا تقریر کی ورقا۔ ابن غارب کو اپنا نائب بنایا پہنچے موصل اور جناب امیر مختار کی تحریر عبدالرحمن سعید ہمدانی کو دی جس میں عبدالرحمن بن سعید ہمدانی کو اختیار دیا تھا کہ وہ جیسے چاہیں حکمت عملی اختیار کریں۔ یہ دونوں لشکر مل گئے ادھر ابن زیاد نے حصین ابن نمیر کی مدد کے لئے مزید لشکر روانہ کر دیا۔ ربیعہ ابن مخارق کی سربراہی میں کہ تو حصین ابن نمیر کی مدد کر اور دونوں مل جاؤ اور مختار کے

حامیوں کا خاتمہ کرو اب یہ جب دونوں لشکر ربیعہ کا اور حصین ابن نمیر کا ملکر مقابلے کے لئے نکلے۔ حدیبیہ سے چند فرسخ کے فاصلے پر دونوں لشکر کا آمنا سامنا ہوا ربیعہ سامنے آتا ہے تم کیوں ہم سے لڑنا چاہتے ہو تو جناب ورقاء ابن غارب کہتے ہیں کہ کیونکہ ہم قاتلان حسینؑ سے بدلہ لینا چاہتے ہیں اور یہ عزم کر چکے ہیں۔ ربیعہ نے کہا کہ ہم تو قاتلان حسینؑ نہیں ہیں ہم تو کربلا میں نہیں تھے ورقاء نے کہا کہ نہیں حصین بن نمیر تمہارے ساتھ ہے اور اس کے لشکر میں تین ہزار آدمی تمہارے ساتھ ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھے۔ خلاصہ یہ جنگ ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار ان اٹھارہ ہزار پر غالب آئے ربیعہ مارا گیا۔ یہ ربیعہ ملعون مارا گیا۔ حصین ابن نمیر زخمی ہو کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ابن زیاد کے پاس پہنچا بصرے جا کے اس نے دم لیا۔ جناب مختار پریشان ہیں کوفے میں۔ انہیں کیونکہ یہ خبر ملی ہے کہ جناب یزید ابن انس کا انتقال ہو گیا اور آدھی خبر ملی ہے ان کو خبر پوری نہیں ملی ہے اور دیکھئے اس لئے کہتے ہیں کہ آدھی خبر نہیں دیا کرو پوری خبر دیا کرو تو اب جناب مختار پریشان ہیں پھر خبر ملی کہ نہیں وہ بیماری کے سبب سے انتقال کر گئے اور ورقاء ابن غارب نے ان کی جگہ علم سنبھالا اور وہ فتح کے ساتھ واپس آ گئے یہ لشکر واپس پہنچا اب کچھ دیر کے لئے بیرونی حملوں سے محفوظ لیکن کوفہ میں قاتلان حسینؑ نے سازشیں شروع کر دیں۔ عمر سعد اور محمد ابن اشعث کے گھروں پر اجتماعات شروع ہو گئے۔ اور انہیں معلوم تھا کہ مختار صرف قاتلان حسینؑ کو انجام تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور جوں ہی مختار نے ابراہیم کو ابن زیاد کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تمام قاتلان حسین نے جناب مختار پر حملہ کا منصوبہ بنا لیا۔ جناب مختار کو خبر ہو گئی اور آپ نے ابراہیم کو واپس کوفہ بلانے کے لئے قاصد روانہ کر دیا۔ ابراہیم عین اس وقت کوفہ پہنچے جب جناب مختار شکست کے قریب پہنچ گئے تھے۔

ابراہیم کے پہنچنے کے بعد جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ بغاوت کچلنے کے بعد اب مختار نے کوفہ کی ناکہ بندی کرادی اور لوگوں کو مقرر کیا کہ اب اپنے وعدے کو پورا کیا جائے قاتلان حسینؑ کی فہرست جمع کرو کچھ لوگ بھاگ گئے ان کو کیسے پکڑا جائے اب دیکھئے یہاں باطل راستہ اختیار نہیں کیا جارہا بلکہ اسے حکمت عملی کہا جاتا ہے اب کچھ فرار ہو گئے۔ محمد ابن اشعث بھاگ گیا بصرے میں چھپا ہوا ہے اس کو قتل کرنا ہے اس کو پکڑ کر کیسے لایا جائے کیا کیا جائے۔ بہت سے لوگوں نے ادھر ادھر پناہ لے لی تو لوگوں میں یہ مشہور کرا دیا ابراہیم بن مالک اشتر کے ذریعے کہ مختار کا اصل مقصد تھا حکومت حاصل کرنا قاتلان حسینؑ کو مارنا تو ایسے ہی بہانہ تھا حکومت لینے کا اور لوگ بھی یہ سمجھے کہ مختار صرف حکومت کے لئے چکر چلا رہے ہیں لہذا اب وہ باہر نکلنا شروع ہوئے۔ محمد ابن اشعث کو بصرے سے کیسے بلایا اس کے بیٹے کو بلا کے خوب انعام و اکرام دیا عبدالرحمن ابن محمد ابن اشعث کو اور اس کو بھیجا کہ جا تیرا باپ خواہ مخواہ میں ڈر رہا ہے اگر آ جائے میرے پاس تو میں اس کو کہیں کی ولایت دے دوں گا اور گورنری دے دوں گا اس بہانے سے اس کو بھی وہاں بلا لیا جب یہ سب کوفے میں جمع ہو گئے۔ اب ابراہیم بن مالک اشتر سے کہا کہ اب کوفے کی ناکہ بندی کر دے کوئی ان میں سے نہ نکلنے نہ پائے اور میں نے وعدہ کیا ہے قبر حسینؑ پر کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا میں کسی خواہش کی تکمیل نہیں کروں گا، میں اچھا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک قاتلان حسینؑ کو انکے انجام تک نہ پہنچا دوں اور سب سے بڑے ان میں کون عمر سعد ابن زیاد، خولی، سنان بن انس، شمر بن ذوالجوشن اور یہ حصین ابن نمیر عزاداران حسینؑ بس اب میں نے آپ کی زحمتوں کو تمام کر دیا چند جملے مصائب کے اس ملعون حصین ابن نمیر کے بارے میں سن لیجئے، آپ کہ جب یہ محاصرے کو مکے سے ختم کر کے واپس پلٹا تھا جب

اس کو خبر ملی تھی کہ یزید واصل جہنم ہوا اور یہ مکہ سے واپس ہوا تھا تو امامؑ بھی حج سے
واپس آرہے تھے اور ایک مقام پر مدینے کے باہر حصین بن نمیر کا لشکر پیاسا اس کے
جانور تک پیاسے پانی کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ خبر ملی کہ قافلہ ٹھہرا ہوا ہے معلوم
ہوا کہ یہ فرزند رسولؐ کا قافلہ ہے۔ زیارات سے واپس آرہا ہے تو اس نے کہا کہ بتانا
نہیں کہ اس قافلے کا سردار میں حصین ابن نمیر ہوں یہ نہیں بتانا ورنہ تمہیں پانی نہیں
ملے گا۔ امامؑ نے جو دیکھا کہ پیاسا لشکر ہے کہا کہ مشکیزوں کے منہ کھول دو حصین ابن
نمیر اور اس کے ساتھیوں نے جلدی جلدی پانی پینا شروع کیا تو امام نے کہا کہ ان کے
حیوانوں کو بھی پلاؤ یہ بھی پیاسے ہیں۔ حیوانوں کے آگے بھی مشکیزے رکھ دیئے گئے
اور وہ پانی پی رہے ہیں جب خوب سیراب ہو چکے تو امامؑ کہتے ہیں کہ اپنی ضرورت کا پانی
اپنے ساتھ بھی لے جاؤ تو اب ملعون آتا ہے امام کے سامنے اور مسکرا کے کہتا ہے کہ
فرزند رسولؐ اگر آپ مجھے پہچان لیتے تو کبھی میرے ساتھ یہ نیکی نہ کرتے بس یہ سننا تھا
کہ فرزند رسولؐ کی آنکھوں میں اشک آگئے اور کہا کہ حصین ابن نمیر کیا کہا میں نے تجھے
نہیں پہچانا تو نے کیا سمجھا کہ میں تجھے نہیں پہچانا حصین ابن نمیر مگر کربلا کا واقعہ ایک
لمحے کے لئے بھی میں فراموش کر سکتا ہوں اپنے بھائی علی اکبرؑ کا سینہ فراموش کر سکتا
ہوں، حصین ابن نمیر مگر تو ہی نہیں کہ جس نے میرے بابا کے سر کو نیزے پر بلند
کر کے کوفے اور شام تک لے جانے کی ذمہ داری ادا کی تھی ابن نمیر میں تجھے نہیں
پہچانوں گا بھلا لیکن ابن نمیر وہ تمہارا کردار تھا یہ ہماری ذمہ داری ہے یہ ہمارا فریضہ
ہے۔ امام ہیں ہم اس امت کے تم مانو یا نا مانو ہم امامؑ ہیں اس امت کے عزاداران
حسینؑ جو پہچانتے تھے مقام امامت کو جن کے دل میں نور امامت تھا وہ اگر کسی
دوسرے مذہب کے بھی تھے تو انہوں نے پہچان لیا شام پہنچا یہ قافلہ یزیدؑ کا حکم تھا کہ

تمہیں اگر کہیں ٹھہرنا پڑجائے تو قیدیوں کو سائے میں نہ بٹھانا ان کو باہر ہی رہنے دینا
اور دیکھو قیدیوں کے قیام میں جتنی اذیتیں ان کو دے سکتے ہو دے دینا، جتنی تکلیف
دے سکتے ہو دے دینا اس طرح سے کتنے عرصے میں ان اسیروں کا قافلہ پہنچا۔ عزاداران
حسینؑ حکم ملا کہ ابھی دمشق کے باہر ٹھہرو ابھی سجاوٹ مکمل نہیں ہوئی ابھی استقبال
کے انتظامات مکمل نہیں ہوئے کتب مقاتل میں لکھا ہے ۹ گھنٹے سے ۹ دن تک یہ
اسیروں کا قافلہ کھلے آسمان تلے پڑا رہا میں کہتا ہوں چلئے ۹ دن مبالغہ ہے ۹ گھنٹے والی
روایت لے لیجئے ایک دن کی روایت لے لیجئے، ۲ دن کی روایت لے لیجئے، جو زیارات
کر کے آئیں ہیں دیکھا ہے شام کا جو بازار ہے جس کے آثار اب تک باقی ہیں جس سے
اسیروں کا قافلہ گیا تھا اس بازار سے اور قصر یزید تک کا فاصلہ ڈیڑھ دو کلو میٹر سے زیادہ
نہیں ہے بس اتنا فاصلہ ہے اور عزاداران حسینؑ جب یہ قافلہ اس بازار میں داخل ہوا
ہے اتنا انبوہ اتنا اژدحام تھا کہ قافلے کو دربار یزید تک پہنچنے میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ ذرا
تصور کیجئے آپ سہاں سے رضویہ کی چورنگی اتنا فاصلہ مسئلہ کیا تھا اتنا ہجوم تھا کہ کچھ قدم
یہ ناقے آگے بڑھتے تھے پھر ہجوم کے سبب پیچھے دھکیل دیئے جاتے تھے اور رسول زادیاں
چھوٹی چھوٹی بچیاں حیران و پریشان اس مجمع عام میں ذرا آپ تصور کیجئے زینب و ام کلثوم
رقیہ، ام رباب، سکینہ ان معصوموں کی کیا کیفیت ہے کہ پروردگار کس امتحان میں تو
نے ہمیں ڈالا ہے۔ عزاداروں اس انبوہ میں ایک عیسائی راہب مقامات مقدسہ کی
زیارت کر کے واپس پلٹا ہے بچہ بھی ساتھ ہے حیران ہو گیا دمشق میں آ کے۔ آج کیا ہے
آج تو تمہاری کوئی عید بھی نہیں ہے یہ کیسا جشن ہے بتایا گیا کہ ایک باغی نے خروج
کیا تھا امیر کے خلاف اس کو قتل کر دیا گیا مقتولین کے سر اور ان کے قیدیوں کو لایا
جارہا ہے اسے شوق ہوا آگے بڑھا قریب لایا اپنے آپ کو کسی طرح سے۔ آگے نیزے اور

پیچھے ناقے اب جو اس کی ناقوں پر نظر پڑی تو حیران ہو گیا کہ ہر بی بی کے ہاتھ پس پشت بندھے ہیں لیکن انہوں نے اپنے بالوں سے اپنا پردہ کیا ہے اپنے بچے سے کہتا ہے کہ یہ کوئی عام عورتیں نہیں ہیں میرے بیٹے دیکھ رہا ہے کہ چھوٹی سی بچی ہے تو وہ بھی منہ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے اس کے بعد اس کی نگاہیں پڑی نیزوں پر اور ایک سر پر اس کی نظریں ٹھہر گئی اور تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ تو نے غور کیا اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ تو نے غور کیا اس سر کے لب ہل رہے ہیں یہ کچھ بات کر رہا ہے۔ بیٹا ہاتھ ہلا کے کہتا ہی بابا ارے اس سر کو چھوڑو اس ننھے سے سر کو تو دیکھو بابا اس ننھے سے سر کو تو دکھو اس کے بھی لب ہل رہے ہیں اور پھر سینہ پیٹ کر کہتا ہے کہ بابا مگر یہ تو بتاؤ اس بچے کو کیوں قتل کر دیا دونوں باپ بیٹے حیران پریشان۔ پاس کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھتا ہے کہ بھئی یہ کون قتل کر دیا گیا یہ کون تھا جس کو مار ڈالا گیا تو کسی نے چپکے سے کہا کہ حسینؑ ابن علیؑ تھا کون حسینؑ ابن علیؑ کہا ہمارے رسول کا نواسہ اس کی بیٹی فاطمہ زہرا کا بیٹا اس کے بھائی علی کا لال اور یہ ناقوں پر تو جن عورتوں کو دیکھ رہا ہے ناں یہ ہمارے رسولؐ کی بیٹیاں ہیں بس عزاداران حسینؑ وہ کہتا ہے کہ وائے ہو تم پر میں تیہ نہیں کتنی پشتوں میں داؤد نبی کی اولاد میں سے ہوں آج بھی جہاں سے گزر جاتا ہوں لوگ میرے قدموں کی خاک اٹھا کے اپنے سروں پر ملتے ہیں تم نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کر ڈالا اور اب اس کے حرم کو قیدی بنا کر لے جا رہے ہو بس عزاداران حسینؑ آس پاس کے لوگ ڈر ڈر کے دور ہونا شروع ہوئے اور یزیدؑ کے سپاہی آگے بڑھنا شروع ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے اس کو خبردار کیا لیکن عزاداران حسین وہ شعلہ ایمانی جو بھڑک چکا تھا اس کے دل میں اس نے تلوار نکالی اور کہا کہ بدبختوں اب تو مجھ پر جہاد واجب ہو گیا لڑتا جاتا ہے اور ایک ساربان پر نظر پڑی جو اونٹوں کی مہار تھامے

ہوئے ہے۔ آپ اپنا تعارف کرائیں امام نے تعارف کرایا کہا فرزند رسولؐ ذرا جلدی سے اپنا کلمہ تعلیم فرمادیں جلدی سے آپ مجھے اپنا کلمہ پڑھادیں ادھر کلمہ پڑھا ادھر زخموں سے چور ہو کر گرا اور اطمینان سے کہتا ہے ارے میں تو حیران تھا کل رات سے کہ مسلمانوں کا رسولؐ میرے خواب میں آئے میں حیران تھا کہ مسلمانوں کا رسولؐ میرے خواب میں آکر مجھ سے کہتا ہے کہ میں تجھے جنت کی بشارت دیتا ہوں پھر ایک بار کلمہ شہادت جاری کرتا ہے کہتا ہے فرزند رسول گواہ رہئے گا آپ کے دین پر آپ کی محبت میں جان دے رہا ہوں جان، جان آفریں کے سپرد کی بس عزاداران حسین آخری دو جملے سن لیجئے زینب سے یہ منظر نہ دیکھا گیا مدینے کا رخ کر کے آواز دیتی ہے اے نانا تیری امت میں کوئی نہ نکلا مدد کرنے والا ہاں قوم نصاریٰ سے ایک شخص کو غیرت آگئی اور ہماری نصرت میں اپنی جان قربان کر بیٹھا۔

"اللہ لعنت اللہ علی القوم الظالمین

○ ○ ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب آیہ ۲۳)

مومنین کل کی مجلس میں نے ایک ازدی کا ذکر کیا تھا عامر ابن ربیعہ کے جاسوس کا تو ایک برادر نے پرچہ بھیجا ہے مجھے کہ اس نے جو خواب دیکھا تھا اس کو بھی بیان کر دیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں جزئیات میں نہیں جارہا فقط تاریخ اور اہم واقعات سے بات کر رہا ہوں کیونکہ بہت سارے واقعات ہیں ایک خواب نہیں ہے۔ جناب ابراہیم بن مالک اشترؒ نے نامعلوم کتنے خواب دیکھے جناب مختار نے کتنے خواب دیکھے ان سب کو میں پڑھوں گا تو کیا ہوگا ایک دو خواب میں ایک مجلس پوری ہو جائے گی اس میں مجھے آسانی ہے۔ لیکن میں چاہ رہا ہوں کہ تاریخ کے جو اہم واقعات ہیں اس سے آپ لوگ گزرتے چلے جائیں اور میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں میں عرض کر چکا ہوں کہ میں جزئیات میں نہیں پڑ رہا بہت سارے ایسے معجزات ہیں بہت سارے ایسے واقعات ہیں جنہیں میں بیان نہیں کر رہا صرف اور صرف جو اہم تاریخی واقعات ہیں حقائق جو مسلمات ہیں ان کو پیش کر رہا ہوں اگر میں روایتی انداز میں پڑ جاؤں گا تو پھر آپ سمجھ جایئے مجلس کا رخ بدل جائے گا مجھے بھی آسانی ہو جائے گی دو تین خواب میں ایک مجلس پوری ہو جائے گی۔ اور یہ دو سوال جو مجھ سے کئے گئے ہیں یہ بہر حال کتاب کے بارے میں ہیں کہ جس کتاب سے پڑھ رہے ہیں اس کتاب کا نام دے دیں تا کہ ہم وہ گھر پر رکھ لیں بہت اچھی بات ہے گھر پر رکھیں نہیں بلکہ گھر پر رکھ کر انہیں پڑھیں

بچوں کو بھی پڑھائیں لیکن یہ ایک کتاب سے میں نہیں پڑھ رہا میں کچھ کتابوں کے نام لے رہا ہوں اس سے میں نے نچوڑ نکالا ہے کیونکہ تاریخ ایک ایسا موضوع ہے کہ چاہے وہ اپنی لکھی ہو یا دوسرے کی سب کی سب باتیں ہمیں ایک کتاب میں نہیں مل سکتیں۔ کیونکہ صرف قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا باقی سب کتابیں قابل اصلاح ہوتی ہیں جن کتابوں سے میں مدد لے رہا ہوں ان میں کچھ تاریخ کی کتابیں جس میں طبری، ابن خلدون، ابوالفدا ہے، مسعودی ہے، اعثم کوفی ہے تو یہ تاریخ کی کتابیں ہیں اور اس کے علاوہ تین کتابیں ہندوستان میں جو دوسروں نے لکھی ہیں طمانچہ بر رخسار یزید خواجہ حسن نظامی کی سیدہ کا لال علامہ راشد الخیری کی کتاب ہے ڈاکٹر ذاکر حسین کی کتاب تاریخ اسلام یہ کتابیں اور ہماری جو مقاتل کی کتب ہیں ان میں سے منہاج الدموع ہے مقتل ابی مخنف سے مدد لے رہا ہوں اور روضۃ الصفا اور ایک کتاب علامہ نجم الحسن کراروی صاحب کی لکھی ہوئی ہے، مختار آل محمدؐ۔ اگرچہ کہ وہ ہمارے خاص انداز میں لکھی گئی ہے اس میں معجزات اور واقعات زیادہ تر وہ ہمارے لئے تو قابل قبول ہے لیکن ہر آدمی کے لئے حجت نہیں ہو سکتی اس لئے میں نے اس انداز سے بالکل الگ انداز اختیار کیا لیکن بہر حال وہ بہت عمدہ کتاب لکھی ہے اپنی جگہ۔ ہمارے حساب سے بہت اچھی کتاب ہے مختار آل محمدؐ میں نے جو موضوع لیا ہے میں اس کو اسی انداز میں لے کر چلنا چاہ رہا ہوں تا کہ ہم اسے منطقی طور پر اختتام تک پہنچا دیں۔ عزیزان محترم کل میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا کہ جب ابراہیم بن مالک اشتر روانہ ہوئے تھے موصل کی طرف دوسرے دن یہ قاتلان حسینؑ اجتماع کرتے ہیں عمر ابن سعد کے گھر جمع ہو جاتے ہیں عمرو ابن حجاج شیث ابن ربعی، محمد ابن اشعث خولی، سنان ابن انس، بشیر بن بشر، وحب ابن خلفی یہ تمام کے تمام وہاں جمع ہوتے

ہیں اجتماع کرتے ہیں شمر بن ذی الجوشن، حکیم بن طفیل یہ نامور قاتلان حسینؑ جو بڑے بڑے سردار تھے یہ اجتماع کرتے ہیں میٹنگ کرتے ہیں جمع ہو کے عمر سعد کے گھر میں کہ دیکھو ابھی موقع اچھا ہے ابراہیم نکل گئے یہاں سے لشکر لے کر ابھی ہزار سے زیادہ آدمی مختار کے پاس نہیں ہیں اور یہ یاد رکھو کہ موصل کے بعد ابن زیاد کے بعد، یہ ہمیں بھی ایک ایک کرکے ختم کرے گا اس سے امید نہیں رکھو تم خیر کی امید نہ رکھنا یہ ہم کو ہی سب سے پہلے ختم کرے گا لہٰذا موقع غنیمت ہے ابراہیم کے واپس پلٹنے سے پہلے مختار کا خاتمہ کر دو۔ ابھی آسان ہے مختار کو ختم کرنا ان کی میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں محمد ابن اشعث مشورہ دیتا ہے کہ پہلے ذرا حالات کا اندازہ لگا لو پہلے پیغام بھیجو۔ ادھر جناب مختار یہ کرتے ہیں کہ ان سب کو اعتماد میں قابو رکھنے کے لئے ابراہیم کے مشورے سے ان سب کے کچھ غلام، ان کے نوکر اپنے پاس رکھ لئے دس دس، پندرہ پندرہ، بعد میں یورش نہ کریں اب یہ محمد ابن اشعث، عبدالرحمن سعدی کو بھیجتا ہے کہ جاؤ مختار کے پاس اور ان کو دیکھو اگر یہ سخت لہجے میں بات کریں تو سمجھ لینا کہ ان کی طاقت زیادہ ہے پھر تو ہم قیام نہیں کریں گے، لیکن اگر نرمی سے بات کریں تو موقع غنیمت ہے۔ یہ جناب مختار کے پاس پہنچے اور جا کے بتایا کہ کوفے کے بڑے بڑے رؤسا ناراض ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ امارت سے علیحدگی اختیار کر لیں اور حکومت کو چھوڑ دیں جناب مختار پیار سے سمجھاتے ہیں کہ دیکھو ابراہیم آجائے پھر مشورہ کریں گے۔ اور میں تو انصاف قائم کر رہا ہوں، میرے مولاؑ کے بعد، تم بتاؤ کہ کس نے میری طرح سے یہاں یہ عدل و انصاف کو قائم کیا، لیکن عبدالرحمن سمجھاتا ہے کہتا ہے کہ آپ ہٹ جائیں تو بہتر ہے ورنہ یہ قیام کریں گے، یہ بھی اس کو سمجھا بجھا کے بھیج دیتے ہیں۔ وہ اس جواب سے یہ سمجھتے ہیں کہ اب مختار کمزور پڑ گیا۔ جناب مختار کو ان کے جاسوس خبر

دے دیتے ہیں کہ یہ تمام قاتلان حسینؑ جمع ہو رہے ہیں اور آپ پر یورش کرنے والے ہیں اس سے پہلے کہ آپ ان کو ختم کریں یہ آپ کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام خیر کو ایک خط دیا کہ تو ابھی پہلی فرصت میں نکل جا اور یہ بات تیرے اور میرے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہونی چاہئے ابھی ابراہیم موصل نہیں پہنچے ہوں گے راستے میں ان سے مل۔ خط میں لکھا ہے کہ ابراہیم جہاں میرا خط ملے وہاں سے پلٹ جاؤ کوفے میں قاتلان حسینؑ انتظام کر رہے ہیں یعنی منصوبہ بندی کر رہے ہیں سازش کر رہے ہیں کہ حملہ کیا جائے موقع غنیمت ہے اور ختم کر دیا جائے۔ حسینؑ کے حامیوں کو۔ اور ادھر یہ عبدالرحمن واپس پہنچا ابن اشعث سے اس نے کہا کہ مختار کمزور پڑ گئے ہیں۔ محمد ابن اشعث قیادت کرتا ہے ان قاتلان حسینؑ کی محلہ صباح جو ان کا سب سے بڑا مرکز ہے بنو امیہ کا اس محلے میں یہ سارے جمع ہو جاتے ہیں بہت بڑی تعداد میں سات آٹھ ہزار ادھر ادھر سے بھی جمع کر لیتے ہیں۔ عزیزان محترم جناب مختار اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کے جب انہیں یہ معلوم ہوا تو دارالامارہ سے نکلے، اور محلہ صباح میں پہنچ گئے۔ پانچ سو افراد کو لے کر ان کے غلاموں سے بھی بیعت لی کہ دیکھو اگر تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ میں نے تمہیں زبردستی نہیں بلایا یہ بہانہ بنا رہے ہیں کہ ہمارے غلاموں کو زبردستی لے گئے۔ تو وہ جو غلام ان کے پاس آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ امیر ہم ان بخیلوں کے پاس ان کنجوسوں کے پاس نہیں جائیں گے وہ ظالم ہیں وہ بدکردار ہیں ہم نے تجھ جیسا کریم کسی کو نہیں پایا۔ اب ہم تیرے قدموں میں جان دیں گے جناب مختار محلہ صباح میں پہنچے اور مذاکرات کر رہے ہیں کہ تم لوگ کیوں شورش کر رہے ہو کیوں سر اٹھا رہے ہو جب کہ ابھی تک مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن یہ مذاکرات آخر میں ناکامی تک پہنچنے تھے جنگ شروع ہوئی حملہ شروع ہوا۔ جناب مختار

خود اس جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ادھر جناب ابراہیم کو خط ملا اور خط ملتے ہی وہ سمجھ گئے اور فوراً انہوں نے منزلوں پہ منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ تین دن کا راستہ ایک دن میں طے کیا اور کوفے جب پہنچے تو حالت یہ تھی کہ جناب مختار کے سپاہیوں کے پیر اکھڑ چکے تھے چند جانباز چالیس یا پچاس ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ جناب مختار کے۔ ادھر قاتلان حسینؑ کا زور بڑھتا جارہا تھا اور جناب مختار بار بار تسلی دے رہے تھے کہ یہ مجھے قتل نہیں کر سکتے تم اطمینان رکھو ابھی امداد پہنچ جائے گی اور اتنے میں جناب ابراہیم کے نعرے کی آواز سنی "یالثارات الحسین" اور یہ ہزاروں کا لشکر کوفے میں داخل ہوا کوفے کی ناکہ بندی کرتا ہوا کہ کوئی باہر نہ نکلنے پائے۔ جناب ابراہیم کا حملہ جناب ابراہیم کے حملوں کے بارے میں یہ لکھا ہے ابراہیم کی کوفے کی جنگ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ صفین کے بعد ایسا قتل عام کسی جنگ میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ اس کوفے سے پہلے جیسا اس دن جناب ابراہیم جن مالک اشتر نے کیا ہے بڑھ بڑھ کر نعرے لگاتے تھے اور قتل عام کرتے تھے قاتلان حسین کا۔ اس طرح کہ یہ گھروں میں گھس گئے بلوں میں گھس گئے اور جناب ابراہیم کہتے ہیں کہ میں انہیں بلوں سے نکالوں گا جب اس جنگ کا خاتمہ ہوا عورتیں بچے سب چھتوں پہ چڑھ گئے امان امان کی صدائیں بلند تھیں۔ جناب مختار دارالامارہ میں آئے اور آنے کے بعد کہا کہ اب انہوں نے خود اپنے عہد کو توڑ دیا اور اب قدرت نے مجھے موقع فراہم کر دیا کہ میں ان سب کو چن چن کر ان کے انجام تک پہنچاؤں پھر فہرست طلب کی عبداللہ ابن کامل کو کوتوال مقرر کیا تھا۔ جناب مختار نے، اور اس سے کہا کہ اب تم جاؤ اور پکڑ پکڑ کے ان کو لے کر آؤ پہرہ لگا دو کے کوئی باہر بھاگنے نہ پائے۔ سب سے پہلے جن دو آدمیوں کو لایا گیا عزیزان محترم اس میں ایک نافع بن مالک اور حارث ابن نوفل دیکھئے اب یہ جو

مصائب کے ٹکڑوں میں لوگ پڑھ جاتے ہیں ناں میں فضائل کے حصے میں ساری چیزیں پڑھوں گا مصائب آخر کے لئے رکھ رہا ہوں لیکن یہ بھی جو میں پڑھتا جارہا ہوں قاتلان حسین کا انجام اس میں یہ سارے مصائب جو آپ مجالس میں سنتے ہیں وہ سب آئیں گے کیونکہ ایک ایک قاتل نے بتایا ہے تاریخ میں کہ میں نے کیا کیا۔ چھپا اس لئے نہیں سکتا تھا کہ خود ابن زیاد اور یزید کے دربار میں اعلان کر چکے تھے یہ قاتل۔ کے ہم نے کون کون سے جرم کئے تھے۔ انعام لینے کے لالچ میں۔ تو پورا کوفہ اور شام جانتا تھا کہ کس کا قاتل کون ہے کس نے بالی اتاری ہے کس نے تازیانہ مارا ہے کس نے چادر چھینی ہے کس نے بستر کھینچا ہے کس نے تیر مارا ہے، کس نے نیزہ کس نے سرتن سے جدا کیا۔ ایک ایک کی تفصیل ہر آدمی کے پاس تھی اس لئے مت سوچئے گا کہ یہ صاحب کیسے لوگ تھے جو مختار کو بتا دیتے تھے کہ میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا، بات یہ تھی کہ ہر آدمی کو معلوم تھا کیونکہ یہ بتا چکے تھے پہلے انعام لے چکے تھے ابن زیاد سے انعام لیا تھا شام کے دربار سے اور کارنامے کے طور پر اپنے ان مظالم کو بیان کرتے تھے نافع بن مالک وہ ملعون تھا کہ جس نے فرات پر پہرہ لگایا تھا اور اس کا حکم یہ تھا کہ دیکھو پانی خیموں میں نہ جانے پائے اور جب علمدار حسینی پانی لے کر جارہا تھا تو اس نے تیروں کا مینہ برسا دیا تھا جناب عباس پر علمدار حسینؑ پر تیروں کا منہ برسایا تھا جس سے پانی بہہ گیا پانی خیموں میں نہیں پہنچ سکا تھا تو جب جناب مختار کے سامنے نافع بن مالک کو لایا گیا تو جناب مختار نے کہا کہ ملعون تو پانی پر محافظ تھا اور تجھے یہ معلوم نہیں تھا یہ رسولؐ کے بچے ہیں جو العطش العطش کر رہے ہیں یہ کہتا ہے امیر مجھے معاف کر دے اس وقت تو سارے اس کام میں مشغول تھے کہا کہ کیسے سب اس کام میں مشغول تھے اگر تو راضی نہ ہوتا تو جس طرح اور مومنین نے اپنے آپکو کربلا پہنچنے سے بچایا تو بھی اپنے آپ

کو بچا سکتا تھا تو راضی تھا اور تو نے اس کا انعام بھی وصول کیا۔ ابن زیاد سے بھی اور یزیدؑسے بھی لہذا اس کو تیروں ہی سے چھلنی کیا جائے تو اس کو کھڑا کیا گیا میدان میں اور تیروں ہی سے اس کو چھلنی کر دیا گیا۔ یہ حکم تھا مختار کا ہر قاتل حسینؑ کے لئے کہ کسی کو دفن نہ کیا جائے اس کو قتل کرو اور جلا دو۔ اب حارث بن نوفل جو ملعون رہ گیا یہ وہ خبیث ہے کہ عزیزان محترم جس نے دختر رسول ثانی زہرا جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے سر سے چادر کھینچی تھی اس ملعون نے آپ جانتے ہیں کہ آج میری پوری مجلس میں یہی سلسلہ رہے گا لہذا میں بھی مجبور ہوں ماحول بھی ویسا ہی بن گیا ہے جیسا بننا چاہیئے تو عزیزان محترم یہ وہ ملعون ہے کہ جس نے ثانی زہرا کے چہرے پر تازیانہ مارا تھا۔ یہ وہ خبیث ہے۔ پس جناب مختار نے جب اس کا ظلم سنا دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ملعون تجھے یہ خیال نہیں آیا کہ یہ رسول کی نواسی ہے تو نے اس کے سر سے چادر کھینچ لی اسے تازیانہ مارا۔ مختار نے پہلے اس پر ہزار کوڑے برسوائے پھر اس کے ہاتھ پیر کٹوا کے اسی طرح ڈال دیا جب وہ مر گیا تو اس کو جلا دیا اس ملعون کو یہی انجام عبداللہ ابن اسید جہنی جس نے خیموں کو آگ لگانے میں حصہ لیا تھا اس کا ہوا۔ اور مالک ابن بشیر اور حارث ابن بشیر بھی جو قاتلان حسینؑ میں تھے لائے گئے اور اپنے انجام کو پہنچے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ جناب ابراہیم اور عبداللہ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ جاتے تھے اور ٹولیوں کی ٹولیاں قاتلان حسینؑ کی پکڑ کر لاتے تھے اس طرح قتل عام کیا تھا۔ قاتلان حسینؑ کا لیکن میں صرف جو مشہور و معروف ملعون تھے ان کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں۔ اب جو مشہور قاتل پکڑا گیا وہ تھا خولی ابن یزید اصبحی خولی کا جرم آپ جانتے ہیں خولی نے چادر چھینی سر سے بیبیوں کے خیموں کو آگ لگائی اور جناب سکینہ کے کانوں سے گوشوارے چھینے کہتا ہے جب انہی نے انکار کیا تو میں نے منہ پر

طمانچے مار کے اس بے دردی سے گوشواروں کو چھینا تھا کہ اس معصوم بچی کے کانوں سے لہو کی دھار بہنے لگی تھی اور پھر کہتا ہے کہ میں خیمے میں داخل ہوا جہاں علیؑ ابن الحسینؑ بیمار حالت میں پڑا تھا جب مجھے کچھ نظر نہیں آیا تو میں نے اس بے دردی سے بستر بیمار کے نیچے سے کھینچا تھا کہ وہ کئی بار زمین پر پلٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے خیموں کو آگ لگا دی۔ اور یہ خولی گرفتار کیسے ہوا تھا۔ عزیزان محترم یہ وہ خولی ملعون ہے کہ سر حسینؑ اس کی ذمہ داری تھی کیونکہ ایک دن رک گیا تھا تو عمر سعد نے سر اس کے حوالے کیا تھا کہ تو لے جا جب یہ رات کو کوفہ پہنچا تو اس نے رات کو سر اپنے گھر میں رکھا کہ صبح ہو جائے گی تو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا یہ گرفتار کیسے ہوا جب اس کے گھر پر گئے ہیں عبداللہ ابن کامل تو اس کی دو بیویاں تھیں ایک شامی اور ایک کوفی۔ تو جو شامی تھی اس نے کہا کہ ایک مہینہ ہو گیا ہے وہ گھر میں نہیں ہے دوسری بیوی جو کوفی تھی اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم لیکن اشارہ کیا بیت الخلا کی طرف مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے لیکن اشارہ کر دیا سپاہی اندر داخل ہوئے سپاہی داخل ہوئے تو یہ کھجور کی ٹوکری سر پر رکھ کے بیت الخلا میں چھپا بیٹھا تھا اس کی مشکیں کسیں تو یہ کہتا ہے کہ پانچ ہزار دینار مجھ سے لے لو اے عبداللہ پانچ ہزار دینار مجھ سے لے لے اور مجھے چھوڑ دے مجھے فرار ہونے دے۔ عبداللہ ابن کامل کہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت سے زیادہ مجھے تیرا قتل عزیز ہے میں تجھے قتل کرنے کو عزیز رکھتا ہوں۔ ساری دنیا کی دولت سے زیادہ۔ اور وہ جب جانے لگے تو وہ جو کوفے کی بیوی ہے وہ کہتی ہے کہ اے کوتوال مجھے بھی امیر مختار کی خدمت میں لے چل اور اس شامی عورت کو بھی پکڑ کے لے چل جو ساتھ میں ہے۔ میں بتانا چاہتی ہوں کہ یہ کتنی بڑی دشمن اہلبیت ہے ان تینوں کو ساتھ لے جایا گیا خولی کو زندان میں ڈال دیا گیا دونوں بیویاں سامنے ہیں اب یہ امیر

مختار سے کہتی ہے کہ مختار میں انتظار کر رہی تھی کہ کب تو خروج کرے گا اور کب اس ملعونہ سے جو دشمن اہلبیت ہے میں اس سے انتقام لوں، اس آگ کا جو آج تک میرے سینے میں جل رہی ہے مختار نے کہا واقعہ بیان کر کہا کہ واقعہ یہ ہوا کہ ۱۰ محرم کو ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو میں کہیں گئی ہوئی تھی رات کے وقت جب میں آئی تو یہ ملعونہ بج دھج کے میرے سامنے رقص کر رہی تھی تو میں نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے آج تو بہت خوش ہے کہا کہ میں خوش کیوں نہ ہوں آج ابو تراب کے بیٹے حسینؑ کو قتل کر دیا گیا۔ میں نے کہا کہ بدبخت تو کیا بکواس کرتی ہے کہا کہ ہاں اور اگر تجھے یقین نہیں آرہا تو اپنے مولا کے سر کو دیکھ لے وہ دیکھ وہ پڑا ہوا ہے تنور میں، میں فریاد کرتی ہوئی گئی دوڑ کر۔ سر کو گود میں لیا میں ماتم کرنے لگی اور یہ ملعونہ ناچتی جاتی تھی رقص کرتی جاتی تھی اور خوشیاں مناتی جاتی تھی میں نے اس وقت اس کے لئے بد دعا کی اور اس وقت سے میرے سینے میں آگ جل رہی تھی اور یہ بار بار توہین کرتی تھی، بے ادبی کرتی تھی سر حسینؑ کی اور مادر حسینؑ کی اور میرے مولا ابو ترابؑ کی۔ پس جب یہ واقعہ ہوا وہ شامی عورت سر جھکائے کھڑی ہے مختار نے اس سے تصدیق کی یہ سچ کہتی ہے تو وہ کہتی ہے کہ ہاں یہ سچ کہتی ہے میں آج بھی یزیدؑ کو اپنا امیر مانتی ہوں۔ کہا کہ اس کو بھی قتل کرو قتل کیا اس کو انجام تک پہنچایا اور اس کوفی عورت آزاد کر کے عنیق یا عتیق نام تھا اس بی بی کا جو مومنہ تھی اس کو رخصت کر دیا۔ خولی کو لایا گیا خولی کو جب پکڑ کر لایا گیا تو پھر جناب مختار اس سے خود پوچھتے ہیں کہ تو بتا تو نے کربلا میں کیا کیا کیا؟ تو اب عزاداران حسین یہ خولی نے اپنے جرائم بتانے شروع کئے جب اس نے اپنے جرم بتائے جو پہلے بیان کر چکا تو پھر کہتا ہے کہ میں مجبور تھا کیونکہ امیر کا حکم تھا امیر کا حکم۔ مختار نے کہا کہ تجھے اس امیر فاسق کے حکم کا خیال تھا اور جو امام تھا وقت کا اس کے حکم کا تجھے

خیال نہیں تھا تجھے فرزند رسول کا خیال نہیں تھا پھر سوال کیا کہ جب تو نے بیمار کربلا کے بستر کو کھینچا تھا تو انہوں نے کچھ کہا تھا۔ خولی بولا کہ ہاں انہوں نے کہا تھا کہ خدا تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے اور جہنم کی آگ سے پہلے تجھے دنیا میں آگ میں جلائے۔ مختار بولے کہ میں ضرور ایسا ہی کروں گا اور خولی کے پہلے ہاتھ پیر کاٹے پھر خنجر سے اس کی آنکھیں نکلوا دیں اور جب وہ مر گیا تو اسے جلوا دیا پھر عبداللہ ابن مسلم، ابن عقیل جناب عقیل کے پوتے کا قاتل زید ابن اقاد پکڑ کے لایا گیا۔ زید ابن اقاد نے جو تیر مارا تھا عبداللہ کے ۲۰، ۲۲ سال کا جوان تھا اس نے آخری وقت میں ہاتھ اپنے سر پر رکھا تھا اور تیر ہاتھ کے ساتھ پیشانی سے میں گڑ گیا تھا اور آخر تک وہ نکل نہیں سکا تھا۔ پس جناب مختار نے کہا کہ اس کے ساتھ یہی سلوک کرو اس کو بھی تیر اسی طرح اس کا ہاتھ پیشانی پر رکھ کے مارا گیا اور سب کی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن ابن عقیل کے قاتل عمار کو قاسم ابن عبدالرحمن ابن عقیل کے ہاتھوں انجام تک پہنچوایا۔ اب جناب مختار کچھ دن گزر گئے بلایا ابراہیم کو اور عبداللہ ابن کوتوال کو کہا کہ ابھی تک میری تسلی نہیں ہو رہی ہے بڑے بڑے دشمن باقی ہیں عمر سعد باقی ہے، حکیم ابن طفیل باقی ہے، شمر ملعون باقی ہے، حصین ابن نمیر یہ تمام زندہ ہیں، شیث ابن ربعی، محمد ابن اشعث یہ سب باقی ہیں تم لوگ کیا کر رہے ہو تو عبداللہ ابن کوتوال کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں یقیناً یہ باقی ہیں لیکن ان کے پیچھے اتنی بڑی بڑی سفارشیں ہیں کہ ہم جا نہیں سکتے ان کے گھروں میں پکڑ نہیں سکتے۔ مختار نے پوچھا کہ مثلاً کون ہیں۔ کہا کہ حکیم ابن طفیل، عدی ابن حاتم کا بہنوئی ہے۔ عدی ابن حاتم صحابی رسول بھی ہیں اور محب اہلبیت بھی ہیں، مختار بھی احترام کرتے ہیں عبداللہ نے کہا کہ حکیم ابن طفیل اس کی امان میں ہے ہم کیا کر سکتے ہیں کس طرح سے پکڑیں تو

جناب مختار اعلان کرتے ہیں کہ یاد رکھو قاتلان حسینؑ کے معاملے میں مجھے کسی کی سفارش قبول نہیں ہے، منظور نہیں ہے کسی سفارش کا خیال نہیں کرو کوئی قاتل حسینؑ ملتا ہے اسے پکڑ کر لاؤ میرے پاس۔ گئے عبداللہ ابن کوتوال چھاپا مارا گھر پر عورتوں نے فریاد، رونا پیٹنا مچادیا۔ حکیم ابن طفیل کو ابھی گرفتار کرکے لا رہے ہیں پہنچایا نہیں ہے، جناب مختار تک۔ ابھی گرفتار کرکے لا رہے ہیں، کہ گھر کی عورتیں چیختی، دھاڑتی، روتی پیٹتی پہنچ گئیں عدی ابن حاتم کے پاس کہ بچاؤ اس کو لے گئے۔ اب یہ عدی ابن حاتم پہنچے مختار کے پاس۔ جناب مختار نے احترام سے عزت سے بٹھا دیا اور کہا کہ میں حکیم ابن طفیل کی سفارش لے کر آیا ہوں اس کو بخش دو جناب مختار کہتے ہیں کہ عدی آپ صحابی رسولؐ ہیں آپ کو نہیں معلوم کہ وہ فرزند رسولؐ کے قاتلوں میں سے ہے اسی نے علمدار حسینی عباسؑ ابن علیؑ کو قتل کیا ہے۔ عدی نے کہا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں لیکن میں اس کے باوجود مجبور ہوں اس کی سفارش کرنے کے لئے میرا بہنوئی ہے اب یہ گفتگو جاری ہے ادھر عبداللہ ابن کامل لے کر چلے انہیں معلوم ہے کہ عدی ابن حاتم پہنچ گا مختار کے پاس۔ مشورہ کرتے ہیں ساتھیوں سے، کہ ایسا نہ ہو کہ مختار صحابی رسولؐ کے احترام میں اس کو بخش دے کیوں نہ ہم اس کو یہیں پر انجام کو پہنچادیں اور یہ حکیم ابن طفیل کون ہے جناب عباسؑ کا قاتل یاد رکھئے گا اس ملعون نے وہ گرز مارا تھا علمدار حسینی کے سر پر جس سے میرا مولا گھوڑے سے نیچے آیا تھا اس ضربت کو کھا کر نیچے آیا تھا علمدار۔ عزاداران حسینؑ بس بڑا دل چاہ رہا ہے میں لیکن میں اپنے آپ کو کنٹرول کر رہا ہوں مصائب کے حصے میں تھوڑا سا ذکر کر دوں گا ضربت کا یہ وہ ملعون ہے، عبداللہ ابن کامل کہتے ہیں کہ یہ وہ ملعون ہے اس نے عباس ابن علیؑ کو قتل کیا تھا ان کے سر پر ضربت ماری تھی گرز کی، لہٰذا ہم اس کو یہیں پر قتل کر دیتے ہیں

ہم اس کا یہیں خاتمہ کر دیتے ہیں وہیں پر اس کو اس طرح تیر باران کیا جیسے ساہی وہ جانور جو اپنے کانٹے کھڑے کر لیتا ہے اتنا تیر باران کیا کہ وہ ساہی بن گیا اور جب پہنچے دربار میں تو اس کا سر لے کے پہنچے ہیں۔ اسے نہیں لے کر پہنچے۔ ابھی مختار اور عدی میں گفتگو جاری ہے کہ عبداللہ ابن کامل کوتوال کوفہ نے حکیم کا سر قدموں میں پھینک دیا اب مسکراتے ہیں مختار اور پوچھتے ہیں یہ کیا ہوا۔ عبداللہ نے کہا کہ ہم اسے لے کر بازار سے گزر رہے تھے عوام نے حملہ کر دیا مار دیا اس کو۔ ایک دفعہ ہوتی ہے ۷۰ ہنگامہ آرائی کی اس میں کچھ بھی ہو جائے کسی پر الزام نہیں آتا۔ عبداللہ نے کہا کہ وہاں دفعہ ۷۰ لگ گئی کوفے کے بازار میں سارے لوگوں نے اس کو دیکھا ٹوٹ پڑے اس پر۔ مار دیا اس کو ہم کیا کرتے۔ اب عدی جو تھے وہ برا بھلا کہتے وہاں سے اٹھ کے چلے گئے کہ تم نے سازش کی اور حکیم کو مار دیا۔ جناب مختار نے عبداللہ کوتوال کو گلے سے لگایا اور کہا کہ تو نے میری مشکل حل کر دی۔ یہی سوچ رہا تھا میں کہ اس سے عدی سے کیسے جان چھڑاؤں صحابی رسولؐ بھی ہے احترام بھی کرتا ہوں اس کا کس طرح سے اسے راضی کروں کہ تو نے وہی کام انجام دیا کہ جو مختار چاہتا تھا میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ حکیم ابن طفیل کے بعد اب جس ملعون کے لئے جناب مختار نے سپاہی بھیجے وہ ہے عمر ابن سعد اور عمر ابن سعد کے بارے میں روایت ہے کہ عمر ابن سعد رشتے دار ہے۔ جناب مختار کا۔ روایت میں ہے کہ دو بہنیں تھیں ایک عبداللہ ابن عمر کے پاس اور ایک عمر سعد کے پاس تھی یعنی بہنوئی بھی تھا عمر سعد مختار کا اس شرط پر امان دی تھی جناب مختار نے کہ تو کوفے سے باہر نہیں جائے گا اور جناب مختار ایک بہانے کی تلاش میں تھے کوئی بہانہ ملے اور میں اس کو پکڑوں جب سب کا انجام دیکھنا شروع کیا عمر سعد نے تو سوچا کہ اب میری خیر نہیں ہے یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے، کسی بھی طرح سے یہ بھاگ

گیا کوفے سے باہر نکلا تو اس کے غلام مالک اور دوسرے لوگوں نے سمجھایا کہ تو کیا غضب کر رہا ہے تجھے مختار نے امان دی ہوئی ہے اگر مختار کو پتہ چل گیا تو، تو اس کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتا وہ ہر حال میں تجھے پکڑ لے گا۔ آخر یہ واپس آگیا اس کے بھاگنے کی خبر مل گئی جناب مختار کو انہوں نے سوچا کہ الحمدللہ اس نے خود ہی عہد کو توڑ دیا یہ گھر پہنچا اپنی بیوی کے پیر پڑ گیا کہ مجھے بچالے۔ وہ کہتی ہے کہ جب سے مختار حکومت پر آیا ہے میں اس کے پاس نہیں گئی وہ تو پہلے ہی مجھ سے ناراض ہے اور پھر میں تیری سفارش لے کر جاؤں تو قاتلان حسینؑ کا سردار ہے۔ میں نہیں جا سکتی بڑی منت سماجت کرتا ہے بھیج دیتا ہے بیوی کو بیوی مختار کے پاس پہنچتی ہے مختار ناراض ہیں کہتے ہیں کہ عمر سعد کی سفارش نہ کرنا اور تو میری بہن ہے ابو عبیدہ کی بیٹی ہے۔ عمر سعد تیرے گھر میں تھا اور تجھ سے اتنا نہ ہوا کہ اس کا سر قلم کر دیتی تو اب یہ بہن جواب دیتی ہے کہ مختار میں نے کئی بار چاہا لیکن تیری وجہ سے کیوں کہ تو قید میں تھا ابن زیاد کی میں اس کو قتل نہیں کرتی تھی کہ میں اپنے بھائی سے محروم نہ ہو جاؤں وہ کہتی ہے کہ بس اس کا یہ حل ہے کہ میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی اب میں تیرے پاس رہوں گی اب اس کے ساتھ تجھے جو کرنا ہے کر دے۔ بھیجا۔ عبداللہ ابن کامل کو توال کو وہ گئے اور عمر سعد کو کھینچ کر لائے پکڑ کر لائے جب عمر سعد دربار میں آیا تو جناب مختار کہتے ہیں کہ عمر سعد جب تو قتل حسینؑ کے ارادے سے کربلا جا رہا تھا اس وقت جو تو اشعار پڑھا کرتا تھا وہ مجھے سنا یہ سر جھکائے کھڑا ہے۔ مختار نے کہا کہ دیکھ تجھے اپنے انجام تک پہنچنا ہے اپنی اذیت کو کم کرنا چاہتا ہے تو مجھے وہ اشعار سنا پھر اس نے وہ اشعار سنائے جن اشعار میں اس نے کہا تھا کہ "خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ میں سوچ بچار اور غور و فکر کے دو موڑ پر کھڑا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ آیا، اس ملک رے (Ray) کو چھوڑ

دوں جس کی آرزو مجھے بے چین کئے ہے اور جو مجھے دل سے پیارا ہے یا قتل حسینؑ کا بار گراں اپنے دوش پر اٹھالوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے قتل سے اس آگ سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔ اب رہ گیا ملک رے تو وہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حسینؑ میرے ابن عم ہیں اور حوادث کی کوئی حد نہیں ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم کہ حسینؑ کا قتل آتش جہنم کا پیغام ہے۔ مجھے امید ہے کہ چاہے میں کتنے ہی عظیم ترین اور بے شمار گناہ کیوں نہ کروں رب عرش عظیم معاف کر دے گا۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دنیا کی لذت حاضر و موجود ہے اور آخرت کے وعدے بعد کے ہیں۔ اور عاقل کا کام یہ ہے کہ "نو نقد نہ تیرہ ادھار" پر عمل کرے لوگ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے جنت و دوزخ پیدا کی ہے۔ اور مختلف قسم کے عذاب اور آگ کی ہتھکڑی بیڑی تیار کر رکھی ہے۔ اگر لوگوں کا یہ سب کچھ کہنا درست ہو گا تو صدق نیت سے موقع پر توبہ کر لوں گا۔ اور اگر سب اڑائی ہوئی ہے تو پھر کیا ہے۔ سمجھوں گا حصول دنیا میں بہت اچھی طرح کامیاب ہو گیا۔ جس کی تمنا ہر ایک کو ہے جو خوبصورت اور زیبا ہے" آپ جانتے ہیں اس کے ساتھ کیا ہوا تھا کہ یزیدلعنہ نے اس کو رے کی سلطنت کا پروانہ بھیجا اور ابن زیاد نے روک لیا۔ کہا کہ اب یہ معاہدہ ہے کہ جب تو کربلا سے اپنی ذمہ داری پوری کر کے آئے گا تو پھر تجھے رے کی سلطنت ملے گی اور لکھوا بھی لیا اس سے معاہدہ اور جب یہ کربلا سے واپس آیا تو ابن زیاد نے وہ رے کی سلطنت کا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا یہ ہوتا ہے انجام، جب آپ سامراجیوں کے سامنے جھکتے چلے جائیں ناں کہ یہ ملے گا وہ ملے گا تو آخر میں جو تن کے کپڑے ہیں وہ بھی اتار کے لے جاتے ہیں۔ سامراجی۔ اگر آپ اس مسئلے کو سمجھتے ہوں تو آپ دیکھیں کہ یہی ہو رہا ہے سن ۵۴ میں سامراج کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا پہلا قرضہ لیا تھا اور بہت خوش ہوئے تھے اور پھر ایسی قرضوں کی

دلدل میں پھنسے کہ ملنا ملانا تو کیا خاک ہوا جو تھا وہ بھی چلا گیا ہاتھ سے ہمارے۔ تو اب دیکھئے ہم کس حالت میں ہیں حیران و سرو گرداں پڑے ہوئے ہیں کہ کیا کریں بنائیں بم، نہیں بنائیں، دھمکی مل رہی ہے ایٹم بم نہیں بنانا خبردار! تم نہیں بنانا اب اس نے بنالیا ہے تم نہیں بنانا، اب یہ سب کیوں محتاج ہیں، کچھ نہیں معلوم۔ خدا کو چھوڑا۔ اپنے دین کو چھوڑا۔ ایمان کو چھوڑا تو سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا۔ (یہ مجلس ایٹمی دھماکے سے کچھ ہی دن پہلے پڑھی گئی تھی) جیسا کہ عمر سعد کے ساتھ ہوا اگر یہ کر لو تو یہ ملے گا۔ اچھا یہ کر لو تو یہ ملے گا دلدل میں پھنستا چلا گیا۔ آخر میں اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ کہتا تھا کہ یہ تو سلطنت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور جنت دوزخ بعد کی بات ہے پھر میں سچے دل کے ساتھ توبہ کر لوں گا۔ کہتا ہے میں صدق دل کے ساتھ توبہ کر لوں گا جب توبہ کر لوں گا تو خدا مجھے معاف کر دے گا یہ اس کے اشعار جو اس نے سنائے کہا کہ ملعون یہ بتا کہ تجھے رے کی سلطنت ملی کہ نہیں ملی؟ کہا کہ نہیں بلکہ حسینؑ نے جو مجھ سے کہا تھا کہ جس لالچ میں مجھ پر یورش کر رہا ہے وہ آرزو تیری کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔ مختار نے کہا کہ اور بتا میرے مولاؑ نے آخر وقت میں کیا کہا تھا عمر سعد کہتا ہے کہ جب فرزند زہرا ذوالجناح سے نیچے گرا تھا گھوڑے سے نیچے گرا تھا جب میں قریب تھا اور میری طرف نگاہیں کی تھیں فرزند زہرا نے اور کہا تھا کہ عمر سعد عنقریب تجھ پر ثقفی جوان مسلط ہو جائے گا ثقفی غلام مسلط ہو جائے گا اور تجھے تیرے کئے کے انجام تک پہنچائے گا۔ شکر ادا کرتا ہے۔ مختار کہتا ہے پروردگار تیرا شکر ہے دیکھ عمر سعد میں اپنے مولاؑ کی دعا والا ہوں اب بھی کسی کو شک ہے میں حق پر نہیں ہوں میں وہ ہوں جسے میرے مولا نے آخری وقت میں یاد کیا اور پھر اس کے ساتھ جو سلوک کیا پہلے اس کے دانت اکھڑوائے ایک ایک جوڑ اس کا الگ کروایا۔ عمر سعد کا۔ بدترین انجام

سے دوچار کیا اس کے دو بیٹے تھے ایک حفص ابن عمر ابن سعد اور ایک محمد ابن عمر ابن سعد دونوں کو بلوایا بڑا بیٹا آتے ہی باپ کا جو سر دیکھا، لاشہ دیکھا۔ تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگا مختار نے کہا کہ اس کو بھی باپ کے پاس پہنچا دو کیونکہ وہ بھی کربلا میں موجود تھا۔ چھوٹا بیٹا کھڑا رہا محمد وہ کہتا ہے کہ امیر جب کربلا یہ دونوں جا رہے تھے میں ان کے ساتھ نہیں گیا تھا اور میں نے اپنے باپ کو کہا تھا کہ دیکھ فرزند زہرا کے خون سے ہاتھ نہ رنگ اور امیر آج میں بہت خوش ہوں کہ دونوں اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ میں اس فعل پر راضی ہوں چھوٹے بیٹے نے جب یہ بات کہی اس کو چھوڑ دیا کہ تم جاؤ۔ یہ انجام ہوا عمر سعد کا اس کے بعد جن افراد کو لایا گیا اخنس ابن مرثد اور رضی ابن منقذ یہ دونوں وہ ہیں کہ جب لاشے کی پامالی کے لئے کوئی راضی نہیں ہو رہا تھا تو اخفس ابن مرثد ملعون تیار ہوا تھا اس نے سربراہی کی تھی اس گروہ کی کہ جس نے جناب سیدالشہدا کے لاشے کو پامال کیا تھا اور رضی ابن منقذ بھی اسی گروہ میں شامل تھا مختار نے کیلوں سے انہیں گڑوا دیا۔ زمین پر اور ان پر گھوڑے دوڑا دیئے بعد میں ان کو بھی جلا دیا گیا اس کے بعد عزیزان محترم وہ قاتل پکڑا گیا وہ ملعون پکڑا گیا زید کہ جس نے جناب علی اکبر کے چہرے پر تلوار ماری تھی۔ جناب علی اکبر کے چہرے پر تلوار مارنے والا یہ ملعون قابو آیا۔ جناب مختار کے اور جناب مختار نے اسکو بھی بدترین انجام تک پہنچایا اور اس کے بعد جو ملعون پکڑا گیا وہ ہے عمرو ابن حجاج، عمرو ابن حجاج وہ شخص ہے کہ جس نے امام پر پہلا وار کیا تھا جب امام اپنے گھوڑے سے گرے ہیں تو پہلا وار کیا تھا امام کے سر مبارک پر اس ملعون نے عمرو بن حجاج نے بھی فرات پر پہرہ لگایا تھا کہ پانی خیموں تک نہ جانے پائے۔ اس کی بھی ایک ایک انگلی کو جدا کروایا بدن سے اور اس کے ہاتھ کاٹ کر اس کے پیٹ کو چیر کر اس میں ڈال کر اور پھر جناب مختار نے آگ لگوائی اس کے بعد جو

ملعون قابو آیا وہ تھا سنان بن انس۔ سنان بن انس کے بارے میں تین مظالم تاریخ میں لکھے گئے ہیں کہ اس نے تین ظلم کئے تھے ایک ظلم اس نے کیا تھا کہ برچھی ماری تھی علی اکبر کے سینے پر علی اکبرؑ کو برچھی مار کر گھوڑے سے نیچے گرایا تھا دوسرا ظلم اس ملعون نے یہ کیا تھا کہ امام کی زرہ کو چھین کر یعنی اتار کر فرار ہوا۔ تیسرا ظلم یہ تھا اس کا کہ نیزے پر سر اٹھا کر جو قافلہ چلا ہے اس میں سنان بن انس کا نام سب سے زیادہ تھا کہ نیزے پر گھما گھما کر تماشہ کرتا ہوا جناب سیدالشہدا کے سر کو لے کر پھرا کرتا تھا۔ عزیزان محترم آج کیونکہ سلسلہ انتقام کا ہے تو اس لئے میری مجبوری ہے کہ فضائل اور مصائب کو الگ نہیں کر پا رہا اور میں چاہتا بھی نہیں کہ وہی روایتی انداز رہے۔ کیونکہ میں تاریخ پڑھ رہا ہوں تو اس میں ساری باتیں آجائیں گی۔ بہرحال یہ حصہ میں نے مخصوص رکھا ہوا ہے مصائب کا۔ لیکن روزانہ سے الگ یوں ہٹ گیا آج کا حصہ یہ تھوڑا سا کیوں کہ اس میں مسلسل مظالم کا ذکر آرہا ہے۔ شمر بن ذالجوشن اس ملعون کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا سپاہیوں کو۔ یہ فرار ہو گیا عورتوں کے کپڑے پہن کے۔ عبداللہ کوتوال کو بھیجا اور یہ شمر خود بھی ظاہر ہے کہ لڑاکا قسم کا آدمی تھا۔ پہلے غلام گیا اس کو اس نے شکست دے کے بھگا دیا پھر عبداللہ ابن کامل کوتوال خود گئے کلپانیہ نام کا ایک گاؤں ہے کوفے سے تھوڑا سا فاصلے پر بصرہ جانا چاہ رہا تھا کہ کسی طرح مصعب ابن زبیر کو پیغام پہنچا دے تو ایک قاصد اور بھی بھیجا خیر وہ قاصد بھی پکڑا گیا۔ عبداللہ ابن کوتوال اتنے تیز تھے انتقام لینے میں کہ یہ اس سے بھی آگے نکل گئے بہت دور یہ پیچھے رہ گیا وہ آگے نکل گئے۔ انہیں پتہ نہیں کہ شمر پیچھے۔ خیر عبداللہ نے اس کے جاسوس کو پکڑ لیا اس سے معلوم ہوا کہ کلپانیا میں مبروص کتا موجود ہے کیوں کہ تاریخ میں موجود ہے۔ جناب سیدالشہدا نے اس کو اسی نام سے پکارا تھا جب یہ ملعون چاہتا تھا کہ سر فرزند زہرا سرتن

سے جدا کرے تو اس کو مبروص کتا کہا تھا۔ جناب سیدالشہدا نے تو یہ مبروص کتا اپنے خیمے میں تھا تو جناب عبداللہ ابن کوتوال نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ گھیرا ڈالا اس نے مقابلہ کیا دو چار کو شہید بھی کیا آخر زخمی کر کے گرفتار کر کے رسی میں باندھ کے کوفے تک شمر کو کھینچتے ہوئے لائے اس کا ظلم بتانے کی مجھے ضرورت نہیں کہ وہ مصائب کے حصوں میں آپ سنتے رہتے ہیں۔ جناب مختار نے جب اس کے مظالم سنے تو ابراہیم بن مالک اشتر نے کہا کہ امیر اس کو میرے حوالے کر دو اس شمر کو میرے حوالے کر دو کیونکہ یہ خواب کی بات آگئی ناں تو جناب ابراہیم نے بھی خواب دیکھا اور یہی خواب دیکھا تھا کہ قاتلان حسینؑ کے ساتھ میں کیا سلوک کرتا ہوں۔ اس کو لیا ابراہیم نے اپنے ذمے اور پھر تیل جوش کروایا اور وہ جوش کروانے کے بعد اس خبیث کو اس مبروص کتے کو سگ مبروص کو اس میں ڈال دیا اور مرنے سے پہلے اس کو واپس نکال لیا اس میں سے۔ پھر جو حشر کیا جناب ابراہیم نے اپنے خنجر سے اس کی آنکھوں کو نکالا یہی ملعون ہے جس نے خیموں میں گھس کر سیدانیوں کے سروں سے چادریں اتاریں، تازیانے مارے، آگ لگانے کا حکم دیا تیر باران کا حکم دیا تو اس کا ایک ایک ظلم آپ سنتے تھے۔ شمر نے جو کیا کربلا میں سیدانیوں کے ساتھ بچوں کے ساتھ خود جناب سید الشہدا کے ساتھ۔ پھر اس کی آنکھیں نکالیں اور اس میں نفت یعنی مٹی کا تیل ڈلوایا اور بے دردی کے ساتھ اس کو انجام تک پہنچا کے اور اس کی لاش کو بھی آگ کے حوالے کیا۔ اب جناب مختار کہتے ہیں کہ جب تک حرملہ قابو نہیں آئے گا اس وقت تک میری تسلی نہیں ہوگی۔ اب یہ حرملہ کا واقعہ سنا کے میں آپ کو آگے لئے جاؤں گا منزل کی طرف یہ سن لیں کہ جتنے بھی قاتلان حسینؑ کے نام فہرست میں ہیں تقریباً کوئی گیارہ ہزار کے قریب کوفے میں انہیں اپنے انجام تک پہنچا دیا۔ حرملہ جب پکڑا گیا

تو وہ روایت جو آپ منہال ابن عمر کی سنا کرتے ہیں منہال ابن عمر اس وقت امیر مختار
کے دربار میں ہیں جب حرملہ ابن کاہل اسدی کو پکڑ کر لائے تو منہال مبارک باد دیتے
ہیں تسبیح کرتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ تو کہتے ہیں جناب مختار کے تسبیح ہر وقت کرنی
چاہیئے لیکن اس وقت کوئی خاص وجہ تو منہال نے کہا کہ مختار میں حیران ہو رہا ہوں کہ
میرے مولاؑ کی دعا کتنی جلدی قبول ہو گئی کہا کہ جب تھوڑے دن پہلے میں مدینے میں
امام سجادؑ کی خدمت میں تھا اور امامؑ کو جب میں نے خبر دی کہ مختار نے قیام کیا خروج کیا
تو امامؑ نے دعائیں دیں اور میں نے کہا کہ وہ ایک ایک قاتلان حسینؑ کو انجام تک پہنچا
رہا ہے تو مولاؑ نے کہا کہ یہ بتا کہ حرملہ ابھی تک انجام تک پہنچا کہ نہیں اور مختار میں
دیکھ رہا ہوں کہ دعا قبول ہو گئی اب یہ مصائب کا ٹکڑا میں پڑھ چکا ہوں پہلے کسی مجلس
میں تو پھر جناب مختار نے اس سے پوچھا تھا کہ تو نے کیا ظلم کیا تھا کربلا میں تو اس نے
اپنے ان تین تیروں کا عزاداران حسینؑ حال سنایا تھا جو میں سنا چکا اس کو بھی جو شمر کا
حال کیا اسی انجام سے اسے بھی دوچار کیا۔ اب دو اہم ترین قاتلان حسینؑ۔ دو آدمی رہ
گئے کوفے میں جو تھے محمد ابن اشعث اور قاضی شریح ان کو بھی گرفتار کیا۔ اور شیث
ابن ربعی فرار ہو گیا ملعون یہ پہنچا جا کے عبدالملک ابن مروان کے پاس اس کا بھی انجام
آپ سن لیں گے بعد میں یہ دو آدمی رہ گئے۔ محمد ابن اشعث اور قاضی شریح جس کو آپ
کہتے ہیں مفتی اعظم جس کو آپ کہتے ہیں قاضی القضاۃ جس کو کہتے ہیں آپ درباری ملا جو
حکومت کی مرضی سے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں رہائی کا فتویٰ دیتے ہیں، کافر بناتے ہیں
مسلمان بناتے ہیں، چاند نکلتے ہیں، غروب کرتے۔ ۲۸ کو ۳۰ بناتے ہیں، ۳۰ کو ۲۸
بناتے ہیں ۲۹ کو ۲۷ بناتے ہیں اور ۲۷ کو ۲۹ بناتے ہیں۔ سارا سال آپ دیکھا کرتے ہیں
ناں یہ تماشہ یہی تماشہ ابھی دو مہینے پہلے بھی ہوا ہے۔ کہ وہ جو دو تین ۲۹ کے چاند ہوئے

تو میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ۳۰ کا ہے ۲۹ کا نہیں کیونکہ پچھلی دفعہ ۲۸ کا ہو گیا تھا چاند
دیکھ لیا تھا لوگوں نے ۲۸ کو لیکن کیوں کہ پہلے وہ کر چکے تھے گڑبڑ تو پھر ان کو مجبوراً ۲۹ کا
کرنا پڑا لہذا یہ جواب کے ۲۹ کا ہوا تھا ۲۹ کا نہیں ۳۰ کا تھا تو یہ سارے تماشے یہی درباری
مُلّا کرتے ہیں۔ کیونکہ تنخواہ بندھی ہوتی ہے مال مل رہا ہے کیا کریں حاکم نے کہا کہ بھئی
کچھ کرو آنکھ بند کر لو کہ نہیں نظر آیا کہہ دو نظر نہیں آیا ان مولوی صاحب نے آنکھ بند
کر لی کہا نظر نہیں آیا۔ اب ایک دفعہ کہا کہ آنکھیں کھول لو یا ایسی عینک پہن لو جس
میں باریک سی ایک لکیر پہلے سے بنی ہوئی ہو ملانے کہہ دیا کہ چاند تو نظر آ گیا تو عزیزان
محترم اس قبیل کے لوگ ہیں قاضی شریح، یہ قاضی شریح پکڑا گیا ان دونوں کو گرفتار کیا
گیا محمد ابن اشعث منافق ابن منافق جس کا تعارف کرا چکا کہ یہ اشعث ابن **قیس** کا
بیٹا تھا اس کی بہن جعدہ بنت اشعث جس نے دوسرے امامؑ امام حسنؑ علیہ السلام کو
زہر سے شہید کیا تھا تو عزیزان محترم محمد بن اشعث جب سامنے آتے تھے تو جناب مختار
نے کہا کہ تو وہی نہیں ہے کہ جو خط لکھنے والوں میں شامل تھا اب یہ گردن جھکائے کھڑا
ہے ہزاروں لوگوں نے ساتھ دیا یزید کا میں اکیلا تو قاتل نہیں ہوں کہا کہ ہزاروں اگر
لاکھوں بھی ہوں گے تو میں ان کو بھی انجام تک پہنچاؤں گا۔ میں ان کو کب چھوڑ رہا
ہوں لیکن تو تو خط لکھنے والوں میں سے ہے تو نے کیوں غداری کی امامؑ سے سرداری کے
لئے دھن دولت کے لئے اور اب۔ اگر چل اس وقت تیرے امیر نے کہا تھا لیکن اب
میرے خلاف خروج کی قیادت کی۔ کیا تاویل ہے تیرے پاس۔ کیوں کہ سردار تو یہ ہی
تھا ابن اشعث لہذا اس کو بھی بدترین انجام سے دوچار کیا پھر قاضی شریح کو پکڑا۔ قاضی
شریح سے خطاب کر کے کہتے ہیں قاضی شریح تیرے پاس اتنا مقدس منصب تھا عزیزو! یہ
منصب کی بات ہے مقام کی بات ہے یاد رکھئے گا کہ منبر کا احترام اور باتوں سے ہی

پامال نہیں ہوتا منبر کا احترام بہت ساری چیزوں سے پامال ہوتا ہے کسی ایک بات کو لے کر نہ بیٹھ جایا کریں منبر کے احترام کے بہت سارے تقاضے ہیں۔یہی نہیں ہے کہ کسی نے کھڑے ہو کر مجھے کہہ دیا تو منبر کا تقدس پامال ہو گیا ٹھیک ہے کہہ دیا اس نے جذبات میں آ کے کیا کروں اس کا۔مگر کہیں ایسا تو نہیں کہ میں خود منبر کا تقدس پامال کر رہا ہوں۔میں لوگوں کو کیا کہہ رہا ہوں ایسا تو نہیں ہے۔تو منبر کے تقدس کے اور بھی طریقے ہیں منبر کو استعمال کرنے کا انداز۔منبر پہ بات کرنے کا انداز۔منبر ایسی جگہ نہیں ہے کہ انتہائی معذرت کے ساتھ۔کہ انسان اس پر بیٹھ کر تھرکنا اور اچھلنا شروع کر دے کیونکہ دیکھا ہے آنکھوں سے تو کہہ رہا ہوں کہ تھرکنا شروع کر دے اس پر اچھلنا شروع کر دے کہ وہ مولائے کائناتؑ نے کہا کہ بندر اچھلا کریں گے تو منبر کا تقدس صرف ایک چیز سے نہیں ہے کہ کوئی نیچے کھڑا ہو کے مجھے دو جملے کہہ دے تو منبر کا تقدس پامال۔تو اس نے تو مجھے کہا ہے۔منبر کو تھوڑی کہا ہے اگر میں اس قابل ہوں تو کہا لیکن عزیزو! منبر کا تقدس تو ان باتوں سے بھی پامال ہوتا ہے کہ جو منبر سے کی جاتیں ہیں یہ قاضی شریح جیسے لوگ کہ جو اس منبر کو استعمال کرتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ بڑا مقدس ہے بھئی یہ منبر پر بیٹھا ہے فتویٰ دے رہا ہے قتل حسینؑ کا۔خطبے دے رہا ہے ابو موسیٰ اشعری جیسے مقدس بنا ان کی حمایت میں لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اگر اس کے خلاف کوئی علیؑ والا کہتا تھا کہ یہ کیا بکواس کر رہا ہے کھڑے ہو گئے خبردار اتنا مقدس آدمی دیکھ نہیں رہے منبر پر بیٹھا ہوا ہے۔تم اس کی توہین کر رہے ہو یہ منبر کی توہین ہے۔ارے منبر کی توہین تو وہ ضمیر فروش ملا کر رہا ہے۔کہ جو جانتا ہی نہیں کہ منبر سے کہنا کیا ہے۔یہ منبر کی توہین ہے۔کہ جو منبر کے قابل نہ ہو ان لوگوں کو بٹھا دو۔یہ ہے منبر کی توہین اور منبر کی پامالی یہ ہے۔یہ نظر نہیں آرہا کسی کو کہ یہ دین کو

بگاڑنے والے یہ دین میں عجیب عجیب چیزیں لیجاد کرنے والے مسخ کرنے والے شریعت کا مذاق اڑانے والے شریعت کو پامال کرنے والے اسی منبر رسولؐ سے جس سے علیؑ شریعت کا دفاع کر رہا ہے دین کا دفاع کر رہا ہے جان قربان کر رہا ہے، اپنی اولاد قربان کر رہا ہے، اسی مقام کو استعمال کر رہے ہیں کس لئے کہ جس چیز کی حفاظت علیؑ اور اولاد علیؑ نے کی ہے اس کو مٹا دیا جائے۔یہاں کسی کی زبان نہیں کھلتی کہ منبر کا تقدس پامال ہو رہا ہے یہاں کوئی نہیں بولے گا کہ کیا بکواس ہو رہی ہے یہ۔مراجع عظام کی توہین ہو رہی ہے۔جن لوگوں نے اپنا خون جگر دیا دین کو۔تم نے دو باتیں کرنا سیکھ لی زبان چلنے لگی تمہاری اور تم لوگوں کو بگاڑنے لگے وہ جو ۶۰، ۷۰ سال صرف تعلیمات اہلبیت حاصل کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں جن کی ٹانگیں چیر دی گئیں شہید اولؒ شہید ثانیؒ کہ جن لوگوں نے اپنے خون جگر کو روشنائی بنایا اس سے تمہارے دین کو محفوظ کیا۔مکتب جعفریہ تمہارے سامنے رکھا تمہاری تاریخ مرتب کی، تمہارا دین ایمان، تمہارے اصول، تمہارے فروع، تمہارے ائمہ طاہرین کی تعلیمات کو تمہارے لئے بچا کے رکھا وہ سب جاہل تھے۔اور یہ گدھے اور احمق آج مراجع کی توہین کریں اور آپ سنیں۔کیونکہ انہیں لوگوں کو الو بنانا آگیا کہ کیسے بنایا جائے۔خطابت آگئی دو بات کرنی آگئی دو لفظ کہنے آگئے خدا نے تمہیں نعمت دی تھی الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان ہم نے بیان کی قوت دی تھی یہ خدا کی دی ہوئی نعمت تھی کاش اس کو خدا کے راستے میں استعمال کرتے۔یہ خدا نے نعمت دی تھی تمہیں۔کہ تم لوگوں سے بات کرو اور لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔اور تم نے خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کو چھوڑ دیا لوگوں کی خوشنودی کو اپنے سامنے رکھ لیا کہ لوگ اس بات سے خوش ہوں گے۔ہاں تو لوگ یزید اور عمر سعد کے

ساتھ لاکھوں تھے حسینؑ کے ساتھ بہتر(۷۲) تھے وہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہزاروں یزید کے ساتھ تھے ہم بھی ادھر ہی چلے گئے نہیں عزیزوں سمجھو مسائل کو، فلسفہ کو سمجھو ہر چیز کے۔ یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں۔ اب یہ دور آگیا کہ یہ کل شہرت کی خاطر ہمارے دین میں آنے والے ہماری صفوں میں آنے والے ہمیں آکر بتائیں کہ ہمارا دین کیا ہے اور بڑے فخر سے کہیں منبروں پر بیٹھ کے کہ جی آپ تو پیدائشی شیعہ مومن ہیں میں نے تو پڑھ کے حاصل کیا ہے۔ میرا علم زیادہ ہے (ایک صاحب کی طرف اشارہ ہے جو دو سال مشھد کے ایک مسافر خانے میں متولی کی حیثیت سے رہے اور اپنے مطلب کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور پھر ایک رسالہ عملیہ لکھ ڈالا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کتاب انہوں نے تقلید اور مرجعیت کے خلاف لکھی ہے اور خود اپنی کتاب کے ٹائیٹل پر انہوں نے اپنے آپکو "مرجع اخبار یین" لکھا ہے) میں زیادہ سمجھتا ہوں۔ کعب احبار یہودی کے پیروی کرنے والے یہ لوگ کہ جو ثالث کے دربار میں کھڑے ہو کر حدیثیں گڑھا کرتا تھا بتایا کرتا تھا اور یہی کہا کرتا تھا کہ مطالعہ کر کے مسلمان ہوا ہوں تم پیدائشی مسلمان ہو اور پھر ابو ذر اسکے منہ پہ طمانچہ مارا کرتے تھے اپنی عصا۔ مارا کرتے تھے اور کہتے تھے او یہودی کی اولاد تو ہمیں ہمارا دین بتانے آیا ہے۔ تو مومنوں آج یہ نوبت آئے گی کہ دوسرے آکے تمہیں تمہارا دین بتائیں گے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط اور تمہیں بے راہ روی پر چھوڑ دیں تمہیں اس راستے پر ڈال دیں جس کی علیؑ نے مذمت کی ہے فخر کرتے ہیں لوگ۔ ارے بھئی کیا بات کر دی اسی نے ہم سب کو نصیری بنا دیا۔ یہ افسوس کا مقام ہے۔ کیا باتیں کر رہے ہو کیا علیؑ نے مذمت نہیں کی۔ جب علیؑ نے مذمت کر دی تو قابل فخر نہیں ہے وہ بات۔ جب علیؑ نے اس کو منع کر دیا تو اب علیؑ کی بات مانو گے کہ اس کی بات مانو گے۔ اپنے مولاؑ کی اطاعت کرو گے یا ان کی اطاعت کرو گے۔ کہ جو زبان کے چٹخاروں

سے دین میں تحریفات کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ لوگوں کے عقائد کو بگاڑنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ تو یہ ہے۔ یہ ہے وہ قاضی شریح جس کے باقیات آج تک ہمارے سامنے موجود ہیں اور ان کو ہم بھگت رہے ہیں اور پتہ نہیں کب تک بھگتیں گے۔ قاضی شریح کو بلایا کہ تجھے اتنا مقدس منصب دیا تھا تیرے پاس اتنی مقدس جگہ تھی تو قاضی کے عہدے پر بیٹھا تھا اور ملعون تو نے قتل حسینؑ کا فتویٰ دے دیا زر و جواہر کے عوض، مال دنیا کے عوض، آج کی زبان میں کہوں پرو ٹو کول کے عوض، بنگلے کے عوض، گاڑیوں کے عوض، شہرت کے عوض۔ تو نے قتل حسینؑ کا فتویٰ دے دیا اس کو بھی اپنے بدترین انجام سے دوچار کیا میں نے اشارہ کیا کیوں کہ وقت بہت ہو گیا ہے یہاں کوفے میں قاتلان حسینؑ کو انجام تک پہنچانے کے بعد جب پورا کنٹرول ہو گیا کوفے پر تو اب جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو کہا کہ اب تم جاؤ موصل کی طرف اور ابن زیاد حصین ابن نمیر اور شیث ابن ربعی جو فرار ہو گیا تھا ان تینوں کے سر جب تک نہیں آتے۔ مجھے سکون نہیں ہو گا اور یہ تینوں کہاں عبد الملک ابن مروان کی پناہ میں مختار نے دمشق خط لکھا عمار اپنے غلام کو بھیجا دمشق۔ جناب مختار نے خط لکھا اور خط میں لکھا کہ خدا نے مجھے مسلط کیا ہے قاتلان حسینؑ کو ان کے انجام تک پہنچانے کے لئے اور تین بڑے بڑے قاتل حصین ابن نمیر، عبید اللہ ابن زیاد اور شیث ابن ربعی تیرے پاس ہیں۔ میرا خط ملتے ہی انہیں میری طرف روانہ کر۔ اور جب عبد الملک ابن مروان کو یہ خط ملا ہو گا تو اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔ عمار سے کہا کہ جا مختار کو پیغام دے کہ میں پہنچ رہا ہوں تیری موت بن کر۔ خیر دربار کے واقعات کی تفصیل میں نہیں جاتا کہ مختار کے غلام عمار نے کس دلیری سے عبد الملک سے گفتگو کی اور وہاں دلیری، بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا بالآخر یہ واپس پہنچا۔ کوفے۔ اور ادھر ابن زیاد کو

عبدالملک نے ایک لاکھ کا لشکر دے کے کہا کہ اب تو جا خاتمہ کر حسینؑ ابن علیؑ کے حامیوں کا حصین ابن نمیر اور شیث ابن ربعی یہ دونوں بھی ساتھ ہوئے ادھر سے یہ چلا موصل کی طرف اور ادھر سے ابراہیم بن مالک اشترؒ چوبیس ہزار کا لشکر لے کر چلے اب عزاداروں اور دو تین تاریخی نکات آپ کی خدمت میں پیش کر دوں کہ بنیادیں کہاں پڑیں بعض باتوں کی۔ یہ تو درست ہے کہ عزاداری کی بنیاد کوفے میں پڑی تھی۔ شام میں پڑی تھی۔ ثانی زہراؑ نے ماتم مجلس کی بنیاد ڈال دی تھی لیکن پہلی باضابطہ اور باقاعدہ مجالس کہاں ہوئیں کہ جب جناب ابراہیم بن مالک اشترؒ نکلے ہیں کوفے سے۔ تکرار کر دوں ایک بات کی کیونکہ اتنا مجمع نہیں تھا پہلی مجلس میں جب میں نے یہ بات کہی تھی۔ تو جناب مختار جب کوفے سے رخصت کرنے کے لئے نکلے ہیں پا پیادہ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں جناب ابراہیم کے۔ تو جناب ابراہیم کہتے ہیں کہ آپ چلے جایئے واپس۔ مختار کہتے ہیں نہیں ابراہیم تم دشمنان اہلبیت کو قتل کرنے کے لئے جا رہے ہو ابن زیاد کو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ نصرت اہلبیت میں میرے پیر جتنے گرد آلود ہو جائیں اتنا مجھے ثواب ہو گا۔ تو عزیزو! یہ ننگے پیر چلنے کی سنت بھی مختار نے پہلے ڈالی تھی خیر واجبات میں سے نہیں ہے لیکن اگر محبت میں آپ اس طرح سے اپنا حلیہ بناتے ہیں۔ ۱۰ محرم کو تو یہ بھی جناب مختار کی سنت تھی کہ مختار سب سے پہلا فرد تھا جس نے غم حسینؑ میں ننگے پیر چلنے کی رسم ڈالی۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ دور تک گئے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں نصرت اہلبیت میں میرے پیر گرد آلود ہو جائیں تو عاشور کے دن اگر تھوڑی دیر گرمی سے بچ کر اگر سائے میں بھی آپ ننگے پیر ہو جایا کریں ناں تو بہت ثواب ہے انشاء اللہ...... صرف یہ سوچ کر کہ ہم نصرت حسینؑ کے لئے ہی تو نکلے ہیں عاشور کے دن ہمارے پیروں میں ذرا سی گرد لگ جائے اچھی بات ہے گریبان چاک

ہو جائے اچھی بات ہے، سر پہ تھوڑی سی خاک ڈال لیں اچھی بات ہے عزیزو! یہ تو آج سے ۲۵، ۳۰ سال پہلے تک بھی یہ احترام دیکھا جاتا تھا عاشور کا۔ اب پتہ نہیں کیا ہو گیا لوگوں کو۔ بہت ترقی یافتہ ہو گئے شب عاشور جو چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں ایسا تو نہیں تھا ناں ۳۰، ۳۵ سال پہلے کتنا تقدس کتنا احترام تھا۔ کیا اسی طرح خواتین کے ہجوم اور جلوس جایا کرتے تھے ایک امام بارگاہ سے دوسری امام بارگاہ دوسری امام بارگاہ سے تیسری امام بارگاہ۔ بھئی آپ گھر میں بیٹھ جائیں ماتم کر لیں کیوں نامحرموں میں تماشہ بنوا رہی ہیں اپنا۔ آپ کے گھر میں عزاخانہ نہیں ہو گا پڑوس میں ہو گا وہاں چلی جائیے۔ مگر یہ کیا میلے کا سا سماں بنائے ہو بابا مرد جا رہے ہیں ٹھیک ہے۔ عزاخانوں میں ماتم ہو رہا ہے ٹھیک ہے کرو ماتم کرو جتنا کرنا ہے کرو۔ ساری رات روؤ گریہ کی رات ہے۔ لیکن پتہ تو چلے کہ تم عزادار ہو یہ تو نہ لگے کہ تم کسی فنکشن میں جا رہے ہو، بہت معذرت کے ساتھ۔ میں تو کہہ دیتا ہوں اب آپ کو اچھا لگے یا برا لگے۔ ایسا تو نہ لگے کہ میلہ ہو رہا ہے ایسا تو نہ ہو کہ چراغاں ہو رہا ہے، ایسا تو نہ لگے کہ آپ کہیں گھومنے پھرنے جا رہے ہیں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے ساری عورتیں بے پردہ کیونکہ سیدانیوں کی چادریں چھین لی گئیں لہٰذا ہمیں کیا ضرورت ہے پردے کی۔ تو شب عاشور بے پردہ۔ دوسروں کو انگلی اٹھانے کا موقع کون دے رہا ہے ہم خود۔ دوسرے اندھے تو نہیں ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں۔ کہ صاحب آپ تو لاؤڈ اسپیکر پہ اعلان کر دیتے دوسروں کو بتا دیتے ہیں۔ اچھا میں لاؤڈ اسپیکر سے نہیں کہتا وہ اندھے ہیں ان کی آنکھیں نہیں ہیں ان کے کان نہیں ہیں وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ وہ اسی شہر میں نہیں رہتے وہ اس ملک میں نہیں رہتے آخر کیا مسئلہ ہے تو پھر میرے بتانے سے کیوں برا لگ رہا ہے آپ کو۔ تو یہ احترام تقدس محرم کا یہ بھی آپ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اب عزیزان محترم جناب مختار نے

اس انداز میں خدا حافظ کیا ابراہیم بن مالک اشتر کو اور وہ ۲۴ ہزار کا لشکر لے کر چلے عراق کی سرزمین میں داخل ہوئے نہیں بلکہ تکریت میں داخل ہوئے عراق تو اب یہ سارا ہی ہو گیا اس وقت یہ الگ الگ تھے تکریت میں جب پہنچے اور لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے کے لئے لشکر گزر رہا ہے اور جناب ابراہیم نے صرف پیغام بھیج دیا ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہے ہمیں راستہ دے دو آگے موصل تک جانے کا تو جب تکریت کے لوگون کو یہ معلوم ہوا کہ قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے کے لئے آرہے ہیں تو یہ ساری مرد، عورتیں جمع ہو گئے کوٹھوں پر اور پورے تکریت میں واحسینا واحسینا کی صداؤں سے استقبال کیا اس لشکر کا۔ لوگ جمع ہوئے جامع مسجد میں اور جامع مسجد میں جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے مجلس پڑھی جس کو آپ خطبہ کہتے ہیں۔ خطبہ دیا جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے۔ اور اپنے آنے کا مقصد بتایا کیونکہ لوگ مال و دولت لے کر چلے آرہے ہیں ہر ضرورت کا سامان مفت پیش کر رہے ہیں تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے کہا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہم تو ان لوگوں سے انتقام لینے کے لئے نکلے ہیں جنہوں نے تین دن کا بھوکا پیاسا کربلا میں آل رسولؐ کو قتل کر دیا، مصائب پڑھے۔ واقعہ کربلا جتنی دیر پڑھ سکتے تھے پڑھا۔ اب یہ دستور ہو گیا کہ جس علاقے سے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کا لشکر گزرتا ہے وہاں ٹھہر جاتا ہے اور وہاں رکنے کے بعد آپ ایک خطبہ دیتے ہیں اور وہ خطبہ کیا ہے خطبہ یہ ہے کہ پہلے پروردگار کی حمد و ثنا فضائل اہلبیت اس کے بعد پھر مصائب اس کے بعد بتاتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے ہم تو اس لئے نکلے ہیں کہ اولاد زہراؑ کے قاتلوں کو ان کے انجام تک پہنچا دیں۔ نصیبین کا مقام آیا نصیبین کا والی حنظلہ ابن عمار ثعلبی اس کو خط لکھا جناب ابراہیم نے کہ دیکھو ہماری تم سے کوئی جنگ نہیں ہے ہمیں صرف

راستہ دے دو آگے جانے کا اس کو جب پتہ چلا وہ خدمت میں حاضر ہوا کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ زر و جواہر قبول نہیں کریں گے لیکن میرے پاس ۱۰ ہزار کا لشکر ہے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ سے انتقام لیں آپ کے ساتھ مل کر تو یہ جناب ۳۴،۳۵ ہزار کا لشکر بن گیا اس کو بھی میں نے مختصر کیا اس سے آگے بڑھے ماردین ایک چھوٹا سا قلعہ تھا اس قلعے کا کوتوال تھا وردان وہ ڈر گیا اس نے کہا کہ اتنا بڑا لشکر آرہا ہے قلعہ بند ہو کے بیٹھ گیا اور اپنے بیٹے کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا اس نے آکر بتایا کہ یہ ہمارے لئے نہیں بلکہ ابن زیاد سے لڑنے کے لئے نکلے ہیں۔ اب وردان کی تسلی ہوئی خوف دور ہوا نکلا اپنے قلعہ سے اور جناب ابراہیم کے لشکر میں آیا اور کہا کہ میں اکیلے میں ملنا چاہتا ہوں ابراہیم سے۔ جناب ابراہیم سے ملا اور کہا کہ ابن زیاد آپ سے پہلے یہاں سے آگے گزر چکا ہے اور نہر خارز کے پاس اس کا لشکر ہے اور اس کے بچے، بیویاں، کنیزیں سب میرے پاس ہیں اس کا مال دولت سب کچھ میرے پاس ہے امانت رکھ کے گیا ہے اور میں خود نہیں چاہتا کہ میں اس ملعون کا ساتھ دوں۔ لہذا آپ جو چاہیں فیصلہ کریں اب جناب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو کہا کہ ٹھیک ہے۔ پہنچے قلعے میں سب کو اسیر کیا۔ اس کے سارے بیٹوں کو قتل کرا دیا اور مال و دولت وہیں کے لوگوں کو بانٹ دیا اور اسلحہ وغیرہ اپنے ساتھ لے لیا۔ پھر ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے بیوی بچے قتل کر دیئے ابراہیم نے۔ تو وہ غصے میں پاگل ہو گیا۔ یہاں تک کہ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور نہر کے ایک طرف ابن زیاد کا لشکر ایک طرف ابراہیم کا لشکر جنگ کا آغاز ہوا۔ ابن زیاد کے لشکر سے پہلی جو جھڑپ ہوتی ہے اس پہلی جھڑپ میں ابن زیاد سمجھ کے ابراہیم نے اس کے غلام کو مار دیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اس کا غلام تھا ابن زیاد نہیں تھا۔ ابراہیم کی سپاہ نے حملہ کیا اور پہلے دن کی لڑائی میں ۳۰ ہزار

زیادیوں کو پہلی جھڑپ میں ابراہیم بن مالک اشتر کے سپاہیوں نے قتل کیا۔ ۳۰ ہزار کو قتل کیا اور پھر ابن زیاد بھاگا نہر پار کر کے اس نے عبدالملک کو خط بھیجا کہ ابراہیم گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا ہے میرے لشکر کو اور مدد بھیجو۔ حالانکہ یہ ۳۵ ہزار اور وہ ایک لاکھ اور جب دوسری کمک پہنچی ہے ابن زیاد کے پاس تو دوسری کمک کے بعد اس کا لشکر چار لاکھ تک بتایا گیا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ نہیں وہ کم والی روایت لے لیتے ہیں جس کے مطابق ڈیڑھ لاکھ۔ ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ کے درمیان پھر ہو گیا۔ ابن زیاد کا لشکر۔ جب کہ چار پانچ ہزار مجاہدین بھی شہید ہو چکے ہیں اور جب آخری معرکہ شروع ہوا۔ میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا یہ جنگ بہت تفصیلی ہے لیکن وقت اجازت نہیں دے رہا کہ میں اس عظیم جنگ کی جزئیات بیان کروں۔ تو پہلے ایک ایک کر کے نکلے حصین بن نمیر نکلا اور حصین بن نمیر کے مقابلے میں نکلے یہاں سے ورقا۔ بن غارب۔ دونوں میں جنگ ہوئی اس سے پہلے حصین ۳، ۴ مومنین کو شہید کر چکا تھا اور جب ورقا۔ ابن غارب کے مقابلے پر آیا تو تھوڑی دیر کے بعد انہی نے حربہ مار کے اس کو گرایا قتل نہیں کیا بلکہ اس کو رسی سے باندھا ان کے ساتھیوں نے۔ زخمی کرنے کے بعد پھر کھینچ کر لے آئے یہاں لے کر آگئے اور اس کو جناب ابراہیم کے قدموں میں لا کر ڈال دیا اور یہ حصین بن نمیر کون ہے یہ وہ ملعون ہے کہ جس نے امام کی صورت مبارک پر تلوار ماری تھی یہ ہی وہ ملعون ہے کہ جس نے عبداللہ ابن حسنؑ کو کہ جب عصر کے وقت قتل کئے جا رہے تھے امامؑ تو ایک بچہ خیموں سے بھاگتا ہوا آیا اور آنے کے بعد چچا چچا کہتا ہوا گر پڑا تھا امامؑ پر ہاتھ آگے کر دیئے تھے تو یہ حصین بن نمیر ملعون تو تھا جس نے قتل کیا جناب عبداللہ ابن حسنؑ کو اور حصین بن نمیر کے باب میں ایک روایت اور آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ مصائب کی منزل بھی آہستہ آہستہ آجائے گی

عزیزوں یہ وہ ملعون ہے کہ جب واقعہ کربلا کے بعد جا رہا تھا گھر تو اس نے عمر سعد سے کہا تھا کہ مجھے کسی مقتول کا سر تو دے کہ میں اپنے علاقے میں جاؤں گا تو بتاؤں تو سہی کہ کیا کارنامہ کر کے آیا ہوں تو عمر سعد نے جناب قاسم ابن حسنؑ کا سر اس ملعون کے حوالے کر دیا تھا۔ شہزادے کا سر ایک روایت ہے جو آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔ ابی مخنف نے نقل کیا ہے کہ جب حصین ابن نمیر پہنچا "رے" جواب یہ موجودہ تہران آپ دیکھ رہے ہیں ناں رے اب اس کا ایک محلہ ہے تہران اس زمانے میں نہیں تھا اس وقت یہ رے کہلاتا تھا رے کا رہنے والا تھا یہ وہاں پہنچا وہاں اس نے جا کے اپنے قبیلے والوں کو بتایا۔ واقعہ کربلا کہ دیکھو ایسا ایسا ہوا اور یہ سر اس خبیث نے بچوں کو کھیلنے کے لئے دے دیا۔ بچے اس سر سے کھیلا کرتے تھے میدان میں۔ دوسرے دن اس ملعون نے یہ سر ایک خاتون نامی عورت کو دے دیا اس عورت کا نام ہی خاتون تھا اس خاتون کے حوالے کر دیا اس خاتون نے دیکھا کہ رات کے وقت عجیب نور اس سر سے شاطع ہو رہا ہے جو آسمان کی طرف آتا جاتا ہے یہ گھبرا کے گھر سے باہر نکل گئی نہیں آئی گھر میں۔ دوسرے دن پھر لوگ آئے سر لے گئے اور کھیلتے تھے بازاروں میں میدان میں اس سے۔ تیسرے دن اس نے یہ کیا کہ اس سر کو لے کے وہاں سے فرار ہو گئی دن کے وقت "رے" سے فرار ہوئی اور شمیران ایک پہاڑی ٹیلہ تھا۔ اب تو یہ شمیران ایک کونہ ہے تہران کا اور "رے" دوسرا کونہ ہے۔ موجودہ تہران کا شمالی علاقہ جو پہاڑی علاقہ ہے یہ شمیرانات کا علاقہ کہلاتا ہے اس زمانے میں رے الگ اور شمیران ایک بالکل دور افتادہ غیر آباد پہاڑی علاقہ تھا جہاں آج آپ لوگ جاتے ہیں شہزادہ قاسم کی زیارت کرنے جو لوگ بھی ایران زیارت کرنے جاتے ہیں شمالی تہران میں ایک زیارت ہے بلندی پر جا کے اس زیارت کا نام ہے شہزادۂ قاسم تو میری سمجھ میں نہیں آتا

تھا کہ شہزادہ قاسم کی زیارت یہاں کیسے آگئی تو عزیزوں جب میں نے یہ روایت پڑھی تو یہ ربط مجھے یوں ملا کہ یہ سر لے کے وہ عورت وہاں شمیران پہنچی رات کا وقت ہوا تو اس نے وہاں سر کو رکھا اور مناجات کر رہی ہے، رو رہی ہے، پیٹ رہی ہے سمجھ گئی کہ کسی نبی زادے یا امام زادے کا سر ہے۔ کہتی ہے کہ پروردگار مجھ پر کشف کر کہ یہ کون ہے اور جب بہت رات گزر گئی نصف شب کے بعد اس نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر کچھ بیبیاں ہیں اور بیبیاں اپنا تعارف کرا رہی ہیں کہ میں فاطمہ بنت اسد، میں فاطمہ بنت رسولؐ، میں خدیجہ کبریٰ میں آسیہ زن فرعون یہ ۵، ۶ بیبیاں جن میں مریم بنت عمران بھی ہیں یہ مخدرات اتریں اس کے بعد فاطمہ نامی بی بی نے سر کو گود میں لے کے کہا کہ ہائے میرا لال ہائے میرا لال کہہ کر ماتم شروع کیا میرے حواس اپنے قابو میں نہیں تھے جب حواس میرے قابو میں آئے تو میں نے اس تخت کا کونا پکڑ لیا میں نے کہا کہ اے بیبیوں مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کس کا سر ہے کہا کہ تو نہیں جانتی خاتون یہ میرے لال حسنؑ کے بیٹے قاسم کا حسنؑ کے بیٹے کا سر قاسم کا سر ہے اور اسے واقعہ کربلا بتایا۔ اس بی بی کا بیٹا تھا اس خاتون نامی عورت کا ایک بیٹا تھا اس کو معلوم ہے کہ صبح کے وقت میری تلاش شروع ہو جائے گی سر کے لئے تو اس نے اپنے بیٹے سے واقعہ سنایا اور بیٹے سے کہا کہ اگر تو راضی ہو جائے تو دیکھ تیری بہشت کہیں نہیں گئی تو میں اس سر کی جگہ تیرا سر دے دیتی ہوں یہ حوصلہ چاہیۓ ناں ہمت چاہیۓ کہ تیرا سر دے دیتی ہوں اور بیٹا بھی راضی ہو گیا اس نے جب پورا واقعہ سنا تو بولا کہ اس سے بڑی سعادت کیا ہے کہ فرزند رسولؐ کے سر کے بدلے میرا سر چلا جائے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا یہ منزل ہے اور جب وہ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو اپنے بیٹے کا سر اس نے اس کے بدلے میں دے دیا لیکن جب وہ گئے تو انہوں نے دیکھا بعد میں انہیں احساس ہوا کہ یہ

سر تو دوسرا ہے پھر اس نے دعا کی پروردگار میری مدد کر کہ میں اس سر کی حفاظت کروں تو مدد کرنے کے لئے کون پہنچا وہاں پر جناب عمار کے پوتے ابراہیم ابن محمد ابن عمار یہ رودبار کی کسی مہم پر تھے یہ وہاں پہنچے اور اس بی بی کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ عمار یاسر کا پوتا محبِّ اہلبیت ہے تو انہیں کی مدد سے وہاں قبہ بنایا وہاں اس طرح دفن کیا کہ آج تک روایت کے مطابق جناب قاسم کے سر مبارک وہاں دفن ہے ایک روایت کے مطابق۔ کیونکہ میں نے کہا ناں ایک روایت۔ اور دوسری روایت کے مطابق تمام سر ہائے شہداء واپس آگئے تھے ان کو کربلا میں دفن کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ میں نے خود زیارت دیکھی تھی تو میں حیران ہوتا تھا کہ یہاں پر جناب قاسم ابن حسنؑ کی زیارت کیسے آئی تو جب یہ روایت پڑھی تو کڑی سے کڑی ملی کہ اس روایت کے مطابق تاریخ میں ذکر ہے اس زیارت کا یعنی ایسا نہیں ہے کہ یہ زیارت یوں ہی بنا دی گئی ہے۔ اس زیارت کا ذکر ہے تو یہ حصین ابن نمیر تھا یہ ملعون جو جناب شہزادہ قاسم کا سر لے کر گیا تھا اس کو انجام تک پہنچایا۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے دوسرے دن کا جو معرکہ ہوا تو اس میں پھر شامیوں کا کوئی پتہ نہ چلا اس معرکہ میں شیث ابن ربعی بھی ملعون قتل کیا گیا اور ابن زیاد جب جنگ ختم ہوئی شامی بھاگ گئے اب محاصرہ کیا ابراہیم بن مالک اشتر نے میدان جنگ کا اور حکم دیا کہ ڈھونڈو یہ ہے کہاں ابن زیاد اگر یہ فرار ہو گیا تو ہماری ساری محنت ضائع ہو جائے گی مجھے شک ہے کہ یہ مارا گیا ہے۔ اسے لاشوں میں تلاش کرو۔ ڈھونڈا لاشوں میں پھر اپنے سپاہیوں سے کہا کہ رات کو میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے جو حریر کا عمامہ باندھے تھا اور اس سے مشک و عنبر کی بو آ رہی تھی۔ مقتولین میں تلاش کرو شاید وہی ملعون میری تلوار سے واصل جہنم ہوا ہو۔ مشک و عنبر کا واقعہ یہ ہے کہ جب سر مظلوم کربلا اس ملعون کے ہاتھ میں آیا تھا تو

ایک خون کا قطرہ اس کی ران پر گرا تھا جو دوسری طرف پار ہو گیا تھا۔ اور ابن زیاد کے ران کے اس زخم سے سخت تعفن اٹھتا تھا اور کوئی اس کے پاس بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اس تعفن کو چھپانے کے لئے ہر وقت مشک و عنبر بھر کے رکھتا تھا۔ تو جب لاشوں میں تلاش کیا گیا تو اس کی لاش نکل آئی۔ اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ بھی زندہ گرفتار کیا گیا اور جناب ابراہیم نے شیث ابن ربعی کے ساتھ اسے بھی بدترین انجام سے دوچار کیا اور ان سب کے سروں کو کاٹ کر جناب مختار کی طرف پہلے ہی روانہ کر دیا اور خود بعد میں پیچھے پیچھے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد ملعون کے قتل کی تاریخ ہے ۱۰ محرم ہجری ۶۷۔ واقعہ کربلا کے ٹھیک ۶ سال کے بعد یہ سارے ملعون یعنی ابن زیاد، حصین ابن نمیر اور شیث ابن ربعی اپنے انجام کو پہنچے حصین بن نمیر ۹ محرم کو اور ابن زیاد ۱۰ محرم کو واصل جہنم ہوا۔ اور جناب مختار ایک صبح اٹھ کر کہہ رہے ہیں کہ آج مجھے ابراہیم کی طرف سے خبر ملنے والی ہے اور ابھی ناشتے پر بیٹھے ہیں کہ قاصد خوشخبری لے کر پہنچ گیا۔ یہ بتاتا چلوں کہ مختار اس وقت مدائن میں ہیں کیونکہ جب کوفہ میں کافی دنوں تک ابراہیم کی خبر نہیں ملی تو آپ کوفہ سے نکل کر مدائن آگئے تھے۔ تو اب یہیں مدائن میں آپ کو خوشخبری ملی۔ سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور دو تین دن بعد خود جناب ابراہیم بھی اپنے لشکر کو لے کر واپس پہنچ گئے۔ جناب مختار نے اب خط لکھا جناب محمد حنفیہ کو۔ براہ راست امامؑ کو خط نہیں لکھا۔ اب یہیں سے مصلحت امام بھی سامنے آجاتی ہے اور جو لوگ یہ شک کرتے ہیں جناب مختار نے یا جناب محمد حنفیہ اپنی مرضی سے یہ کام انجام دیتے تھے تو انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ ایسا نہ تھا بلکہ یہی بہترین طریقہ تھا قاتلان حسینؑ کو دنیاوی انجام سے دوچار کرنے کا کیونکہ امامؑ جانتے ہیں کہ لوگ ساتھ نہیں دیں گے اور اب ایک عظیم ذمہ داری امام کی یہ ہے کہ بابا کے مشن کو یعنی شریعت محمدی کو

بھی آگے بڑھایا جائے اور بابا کے خون کا ظاہری انتقام بھی لیا جائے۔ اس طرح امامؑ نے بظاہر اپنے آپ کو اس واقعہ انتقام سے الگ کر لیا۔ اور اپنے چچا محمد حنفیہ کو اس امر کا ذمہ دار بنا دیا۔ یاد رکھئے دو محاذ ہوتے ہیں ایک جنگی محاذ ایک علمی محاذ اور زمانے کے لحاظ سے ان دونوں کی اہمیت ہوتی ہے۔ امامؑ دیکھ رہے کہ اب علوم اہلبیت کو بھی رواج دینا ہے ان کی تبلیغ اور ترویج بھی کرنا ہے۔ آنے والی نسلوں میں یہ دین صحیح انداز میں منتقل کرنا ہے لہذا آپؑ نے علمی محاذ سنبھال لیا۔ اور یہی چوتھا امامؑ بنیاد ڈال رہا ہے دانشگاہ امام صادقؑ کی پانچویں امام اور چھٹے امام کی علمی خدمات کی بنیاد سید سجادؑ ہی نے فراہم کیں تھیں۔ بس میں نے آج یہیں آپ کی زحمتوں کو تمام کر دیا۔ مجھے اندازہ ہے آپ کی تھکاوٹ کا آج کا بیان خاصہ طویل ہو گیا۔ لیکن میں بھی مجبور تھا۔ موضوع کو کتنا ہی مختصر کر کے بیان کرنا چاہا پھر بھی بہت سی باتیں رہ گئیں۔ آخر میں بس ایک گزارش اور کرنا چاہتا ہوں آپ سے کہ دیکھئے آج بھی آپ کو علمی محاذ پر جنگ کرنے کی ضرورت ہے علمی جہاد کی ضرورت ہے آپ اپنے علمی محاذ کو مضبوط کر لیجئے۔ قومیں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے تباہ نہیں ہوتیں قومیں جہالت سے تباہ ہوتی ہیں۔ جاپانی قوم کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ جنگ عظیم دوم میں دو ایٹم بم کھا کر تباہی و بربادی سے دوچار ہونے والی قوم نے علمی میدان میں شکست نہیں کھائی بلکہ اسی تباہ شدہ قوم نے علمی ترقی کی وجہ سے آج ساری دنیا کی مارکیٹوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ایک اعلان مجھے دیا گیا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید نہ کر سکوں لیکن بہرحال میں نے گنجائش نکال ہی لی ہے۔ سیرت فاؤنڈیشن کے حوالے سے ملت کے چند باشعور افراد نے جو تعلیمی جہاد شروع کیا ہے آپ ضرور ان جوانوں کے ساتھ تعاون کریں گے۔ انشاء اللہ۔ ہر قسم کا

تعاون کیجئے اپنی صلاحیتیں بھی صرف کیجئے۔ اب ایک اور بات بھی کر ہی ڈالوں۔ کیا کروں اپنی عادت سے مجبور ہوں جو بات دل میں آجائے پھر زبان پر لے ہی آتا ہوں۔ عزاداروں۔ اور جو بات اب میں کرنے جارہا ہوں اسے اسی انداز میں سمجھنے کی کوشش کرنا جیسے میں سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ اس میں تحریف نہ کرنا۔ غلط معنی پہنانے کی کوشش نہ کرنا۔ دیکھئے آپ عزاداری پر کتنا خرچ کرتے ہی کروڑوں بلکہ اربوں میری دعا ہے کہ خدا آپ کو اور توفیق دے۔ آپ اربوں نہیں بلکہ کھربوں خرچ کریں۔ آپ شبیہہ بناتے ہیں تبرک بانٹتے ہیں اور جتنے بھی عزاداری کے انداز ہیں ہر انداز سے خرچ کرتے ہیں۔ عزیزان محترم ان اخراجات کا کچھ حصہ عزاداری کی حفاظت پر خرچ نہیں کر سکتے۔ آپ کہیں گے کہ ہم عزاداری کی حفاظت کر تو رہے ہیں۔ یہ دیکھئے امام بارگاہ کے اندر باہر کتنے گارڈ ہیں پولیس ہے فوج ہے اور کیسے حفاظت کریں۔ نہیں عزاداروں میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ جہاں اتنے اخراجات کرتے ہو۔ امام بارگاہ میں مختلف کاموں کے لئے جگہ اور دفاتر مخصوص کرتے ہو۔ وہیں ایک گوشے میں کمپیوٹر کالج نہیں بن سکتا، انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ نہیں بن سکتا، میڈیکل انسٹیٹیوٹ نہیں بن سکتا۔ ہم چاہیں تو اپنے جوانوں کے لئے انسٹیٹیوٹ نہیں بلکہ یونیورسٹیاں تک بنا سکتے ہیں۔ جی ہاں یہ بھی عزاداری کی حفاظت ہے۔ علمی میدان میں آپ کی ترقی آپ کے مذہب کی ترقی ہے۔ ان کالج یونیورسٹیوں کا قیام دین کی خدمت ہے مذہب کی خدمت ہے۔ مولا حسینؑ آپ سے خوش، مادر حسینؑ آپ سے خوش۔ مولائے کائنات، خدا اور خدا کا رسولؐ سب آپ سے خوش ہوں گے۔ ترقی وہی قومیں کرتی ہیں جو علمی میدان میں آگے بڑھتی ہیں۔ مشنری کو نہیں دیکھتے آپ جگہ جگہ اپنے پٹھو بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنا ذہنی اسیر بنا

لیا ہے۔ ان کا مشن یہ ہے کہ اگر آپ کو عیسائی نہ بنا سکیں تو آپ کو مسلمان بھی نہ چھوڑیں، نہ عیسائی رہے نہ مسلمان رہے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہم ہیں کیا؟ یہ انگلش اسکولوں کا جو جال بچھایا ان کے ذریعے یہ سارے کام انجام دیئے جارہے ہیں۔ میں انگلش تعلیم حاصل کرنے کی مخالفت نہیں کر رہا بلکہ انگلش تعلیم کی آڑ میں جو دوسری غلاظتیں ہمارے معاشرے میں پھینکی جارہی ہیں ان کی مخالفت کر رہا ہوں۔ آج یورپ میں مسلمان اس بات پر مقدمے لڑ رہے ہیں کہ ان کی بچیاں با حجاب اسکولوں میں جائیں گی۔ اور ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بعض اسکولوں سے داخلہ منسوخ کر دیا جاتا ہے اگر بچیاں حجاب کر کے آئیں۔ با حجاب بچیوں کو داخلہ نہیں دیا جاتا۔ یہ ہمارے ملک میں حال ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سر پر رومال باندھ کر نہ آؤ کیونکہ عقل بند ہو جاتی ہے۔ ہاں ان کی عقلیں کھلی ہوئی ہیں جن کے آہستہ آہستہ لباس اترتے جارہے ہیں۔ تو یہ وہ پیغام تھا جو آج دینا تھا۔ اسی لئے میں نے بے ربط چھوڑ دیا تھا موضوع کو اب موضوع پر باقی گفتگو کل۔

تو عزیزان محترم میں نے آج کی مجلس میں شروع میں عرض کیا تھا حکیم بن طفیل کا انجام اور اس کا جرم بھی بتایا تھا کہ اسی نے حضرت عباسؑ کے سر پر گرز کا وار کیا تھا۔ آج ہمارے حساب سے ساتویں مجلس اور آٹھویں شب تو بس دل چاہ رہا ہے کہ علی کے شیر کا تذکرہ ہو جائے۔ سقائی کا منصب ملا۔ حرم سے رخصت ہوئے عباس۔ شہزادی زینب نے رخصت کرتے ہوئے کہا کہ عباسؑ اب یقین ہو گیا کہ زینب قید بھی ہو گی اور اس کے سر پر سے چادر بھی چھنے گی۔ المختصر عباسؑ میدان میں آئے۔ گھاٹ پر قبضہ بھی کیا اب جب علی کا شیر پانی لے کر واپس پلٹا تو عمر سعد نے حکم دیا کہ دیکھو پانی خیموں تک

نہ پہنچ پائے۔ چاروں طرف سے عباس کو گھیر لو اور تیروں کی بوچھار کر دو۔ حسینؑ خیمہ گاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ کبھی علم جھکتا ہے کبھی اٹھتا ہے۔ اور ایک بار ایسا جھکا کہ اٹھ نہ سکا۔ حسینؑ سمجھ گئے کہ اب شیر کے بازو کٹ چکے ہیں۔ ہاں عزادارانِ حسینؑ، عباسؑ نے بہت کوشش کی کہ علم گرنے نہ پائے لیکن جب یہ دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے مشکیزہ کو بچانے کا تو پھر علم ٹھنڈا ہو گیا اور عباس مشکیزہ پر چھا گیا جو تیر آتا ہے عباس کے جسم پر پیوست ہو جاتا ہے۔ گھوڑے کو ایڑھ دیتے جاتے ہیں عباس۔ اور کہتے جاتے ہیں کہ اے اسپ، وفادار بس ذرا اور۔ مجھے کسی طرح خیمے تک پہنچا دے۔ عمر سعد نے حرملہ کو حکم دیا کہ دیکھ جب تک مشکیزہ میں پانی ہے۔ عباس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ایسا کام کر کہ مشکیزہ کا پانی بہہ جائے۔ حرملہ کہتا ہے کہ میں نے تیر کمان میں جوڑا طواف کر رہا ہوں عباس کا مگر کوئی جگہ نہیں ملتی جو تیروں سے خالی ہو سارا بدن تیروں سے چھلنی۔ پہلو میں ایک گوشہ نظر آیا۔ بہت قریب سے جو میں نے تیر مارا تو میرا تیر مشکیزے کو چیرتا ہوا عباس کی پسلیوں میں گڑ گیا۔ عباس نے ایک فریاد بلند کی۔ تیر کے پسلیوں میں لگنے کی وجہ سے نہیں بلکہ مشک کا پانی بہہ جانے کی وجہ سے۔ اے میرے اسپ وفادار اب کہاں جاتا ہے خیموں کی طرف ارے واپس چل سکینہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اب تو میرے بازو بھی نہیں کہ دوبارہ پانی لا سکوں۔ عزادارو عباس زخموں سے چور گھوڑے پر ڈگمگا رہے ہیں۔ اور اب یہ روایت خود جناب عباس نے خواب میں ایک ذاکر سے بیان کی۔ سن ذاکر حسینؑ ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور میری آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ میں نے سر کو جھٹکے دیئے کہ یہ تیر نکل جائے، نہ نکل سکا۔ میں نے کٹے ہوئے بازوؤں کی مدد سے چاہا کہ یہ تیر نکل جائے نہ نکل سکا۔ یہ مجھے بہت تکلیف

دے رہا تھا۔ میں نے اپنی ساری طاقت جمع کی اپنے زانوؤں کو فضا میں بلند کر کے تیر کو ان کے درمیان لیا اور چاہتا تھا کہ اسے نکالوں کہ ایک ملعون نے ایسا گرز میرے سر پر مارا تھا کہ میں گھوڑے پر سنبھل نہ سکا۔ ارے میرے تو بازو بھی نہ تھے جو گرتے وقت ان کا سہارا لیتا۔ جب میں زمین پر آیا تو سر کے بل۔ اور جتنے تیر تھے میرے بدن میں پیوست ہو گئے تھے۔

"الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب آیۃ ۲۳)

برادر مومن نے سوال کیا ہے کہ یہ یزید ملعون کیونکر واصل جہنم ہوا۔ میرا خیال ہے کہ میں دوسری یا تیسری مجلس میں بتا چکا تھا کہ کب کیونکر یہ واقع ہوا۔ کربلا کے تین ساڑھے تین سال بعد یعنی ۱۰ ربیع الاول ہجری ۶۴ میں واصل جہنم ہوا اور واقعہ اس کا یہ مشہور ہے کہ یہ شکار کے لئے نکلا تھا ہرن کے پیچھے اس نے اپنا گھوڑا ڈال دیا تھا اپنے لشکر سے جدا ہو گیا اور بعد میں وہ ہرن غائب ہو گیا پھر وہ ایک وادی میں گیا وہاں پیاس کا غلبہ ہوا اور بعض روایات کے مطابق آسمان سے اس پر آتشیں گولہ آکر پڑا اور جب گھوڑا واپس آیا تو اس کا پیر رکاب میں پھنسا ہوا تھا جس سے اس کے لشکر کو معلوم ہوا کہ یہ واصل جہنم ہوا۔ یہ وہ وقت کہ جب حصین بن نمیر نے کعبہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور منجنیقوں سے آگ اور پتھر برسا رہا ہے یہ واقعہ میں پورا پڑھ چکا ہوں ایک تو یہ۔ دوسری بات یہ پوچھی ہے کہ معاویہ ابن یزیدؒ نے عنان حکومت، یعنی یزید کا بیٹا جو ہے اس نے عنان حکومت کو ٹھکرا کر زندگی کیسے بسر کی؟ اس کو زندگی بسر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا کیونکہ جب اس نے تخت کو ٹھکرا دیا تو ظاہر ہے کہ بنو امیہ کے لئے خود لعنت بن گیا تھا تو انہوں نے زہر دے کے مروا دیا تھا یعنی ہماری نظر میں محب اہلبیت تھا انشاء اللہ۔ اور شام میں اس کے مزار پر رونق ہے اس کے روضے کی شان ہے اس کے دروازے پر لکھا ہوا ہے محب اہلبیت تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ یہ دشمنی کرنے والا

نہیں یہ محبت کرتا تھا اہلبیت سے۔ لہذا کوئی بعید نہیں کہ شہیدوں کے درجے میں اس کو شریک کیا جائے واللہ اعلم بالصواب ایک سوال کل مجھے دیا تھا بڑا عجیب وغریب میں نے سوچا اس کا جواب دوں نادوں پھر میں نے سوچا کہ جہاں اتنی باتیں کر جاتا ہوں یہ بات بھی کر ہی جاؤں سوال کیا گیا کہ صاحب وہ ایک رسم آج کل چلی ہے البتہ مجھے نہیں معلوم نہ مجھے پتہ ہے کہ ایسا ہوتا ہے بلکہ یہ سوال میرے سامنے کل تحریری طور پر آیا ہے۔ تو اس میں لکھا ہوا یہ ہے کہ وہ منت کے بکرے کسی جگہ پر ذبح کئے جاتے ہیں اور ان کے خون کو زمین پر گرنے نہیں دیا جاتا اور وہ خون پیالوں میں جمع کر کے جسم پر ملا جاتا ہے اور بعض دفعہ خواتین کے چہروں پر تو جناب اس سے جن کی اولادیں نہیں ہوتیں ہیں ان کی اولادیں ہوتی ہیں تو عزیزان محترم خدا کا خوف ہے مجھے اور کسی کا خوف نہیں ہے یہ کہتے ہوئے کہ یہ جہالت کی بدترین معراج ہے اچھا لگے یا برا لگے۔ کہیں اور کسی انداز میں پہنچانا ہے پہنچائیں۔ لیکن جو میں بات حق سمجھتا ہوں کہوں گا آپ مجھ سے تو پوچھتے ہیں کہ مسئلہ کس کا ہے کبھی آپ ان سے پوچھتے ہیں کہ کس امام نے کہا کس شریعت نے کہا تمہارے باپ دادا نے کبھی ایسا کیا مجھ سے تو آپ پوچھ لیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے تو ایسا نہیں کیا آپ جو بتا رہے ہیں۔ ان سے آپ نے پوچھا کہ تمہارے باپ دادا نے ایسی کوئی جہالت کی رسم ڈالی تھی معذرت کے ساتھ عزیزو! کیونکہ میں نے عرض کر دیا کہ میں وہی بات کہوں گا کہ جو میرے دل میں ہوتی ہے یہ منافقت نہیں ہوتی ہم سے۔ کیا کریں اس رسم میں اور جہال قریش کے مراسم میں کیا فرق رہ گیا وہ جو قریش کے جاہل رسمیں ادا کیا کرتے تھے بھئی منت کا بکرا آپ نے کاٹ لیا کھا لیا ختم صدقہ دے دیا لوگوں کو کھلا دیا کافی ہے لیکن اس کا خون چہروں پر ملنا جسم پر ملنا یہ جہالت کی بدترین شکل ہے معراج ہے، جہالت کی۔ کوئی

دیکھے تو وہ کہے گا کہ یہ جنگلی لوگ ہیں وحشی لوگ ہیں یہ کس قسم کی رسم ہے ان کو تمیز نہیں ہے مہذب نہیں ہیں یہ تہذیب نہیں ہے ان کے پاس اول تو مجھے یقین نہیں کہ کہیں ایسا ہوتا ہو گا لیکن اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو میں نے جو تھا صاف صاف بتا دیا اچھا لگے یا برا لگے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تو عزیزان محترم اب اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کل میں وقت کی تنگی کے باعث بڑی تیزی میں گیا اور جزئیات چھوڑ دیں تھیں یعنی مراد جو اہم جزئیات تھیں ان کو میں نے چھوڑ دیا تھا۔ ابن زیاد کے باب میں کہ اس ملعون کا سر جب جناب مختار کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے تو تخت پہ براجمان تھے اور کچھ ناشتے میں معروف تھے کہ جب پہنچا ہے ابن زیاد کا سر اور اس کے پہنچنے سے پہلے میں نے عرض کیا کہ وہ کہہ چکے تھے اپنے ساتھیوں سے کہ ابراہیم کی طرف سے کچھ دیر میں میرے پاس خوش خبری پہنچنے والی ہے اور ان ملعونوں کے سر میرے پاس پہنچنے والے ہیں اور پھر جب ابن زیاد کا سر پہنچا ہے تب ٹھوکر ماری تھی اس سر کو پہلے سجدۂ شکر ادا کیا کہ پروردگار تو نے مجھے سب سے بڑے دشمن کو نابود کرنے کی توفیق دی اس کے سر پر ٹھوکر ماری اور اس کے بعد جس پیر سے ٹھوکر ماری تھی اس پیر کی نعلین کو اتار کر پھینک دیا اپنے غلام خیر سے کہا کہ اس کو جا کے پاک کر کے لاؤ کیونکہ یہ ناپاک تھا سر جس پر میری نعلین لگی ہے میری جوتی لگی ہے اس کو پاک کر کے لاؤ اس کے بعد تاریخوں نے لکھا کہ مسلسل ایک سانپ باریک سا آیا جو اس کی ناک سے داخل ہوتا تھا منہ سے نکلتا تھا منہ سے داخل ہوتا تھا تو اس کی ناک سے نکلتا تھا کہ ڈر گئے درباری اور جناب مختار نے کہا کہ اس کو یہ ہی کرنے دو یہ خدا کی طرف سے اس پر عذاب نازل ہو رہا ہے کہ مشاہدہ کرلے ساری دنیا کہ یہ کس عذاب میں مبتلا ہوا۔ اس کے بعد ان ملعونوں کے سر کو کہ تین سر تو اس میں شامل ہیں شمر کا عمر سعد کا اور ابن زیاد کا اور بعض روایات

میں ہے کہ ۷۰ جو بڑے بڑے سرداروں کے سر تھے ان تمام سروں کو جناب محمد حنفیہ کے خدمت میں کے بھیجا اور ۳۰ ہزار درہم بھی بھیجے ساتھ میں جو مال غنیمت سے تھے حصہ نکال کے امام کا امام کے نائب کے حوالے کیا تو وہاں جناب محمد حنفیہ کے پاس جب یہ سر پہنچے ہیں تو محمد حنفیہ نے دعا دی کھڑے ہو کر بے ساختہ مختار کو کہ پروردگار مختار کو اس کار خیر کی جزا دے کہ اس نے ہم پر جو بدلہ تھا قاتلان حسینؑ کا اس بدلے کو ہماری نیابت میں لیا۔ ظاہری انتقام۔ کیونکہ ظاہر ہے اصل انتقام تو خدا لے گا اور امام زمانہ تشریف لائیں گے اور ان سفیانیوں سے انتقام لیں گے لیکن جو ظاہری انتقام تھا کہ مومنین کے دل کو ٹھنڈک ہو جائے مومنین کے دل کو سکون ہو جائے اس ظاہری انجام کو مختار نے پہنچایا اور ابراہیم کو دعا دی کیونکہ جناب مختار نے خط میں لکھ دیا تھا کہ ابن زیاد کا یہ کارنامہ میرے جرنیل میرے بازو میرے بھائی ابراہیم بن مالک اشتر نے انجام دیا ہے تو جناب محمد حنفیہ نے جناب ابراہیم کو بھی بے شمار دعائیں دیں کہ خدا تیرے بازوؤں کو اور قوت عطا فرمائے اور اس کے بعد یہ تمام نذرانے اور ہدایا جو تھے ان سے سادات کی مدد کی۔ آپ جانتے ہیں کہ اس لئے اماموں نے تاکید کی کہ مختار کو برا نہ کہو یہ جو درہم پہنچے ہیں تو اس وقت اتنی غربت تھی۔ بنی ہاشم میں کہ کے میں جو تھوڑے سے اور مدینے میں آباد تھے ان کے گھر ٹوٹے ہوئے تھے شکستہ تھے کیونکہ ساری حکومتیں مخالف کہیں سے کوئی ذرائع آمدنی نہیں، مزدوری کر رہے ہیں چھوٹی موٹی اس سے گزارہ ہوتا تھا تو اس پیسہ سے جو جناب مختار نے بھیجا تھا سادات کے گھروں کی تعمیر ہوئی۔ جناب محمد حنفیہ کہتے ہیں کہ مختار وہ ہے کہ جس کی بھیجی ہوئی رقم سے اہل بیت کے شکستہ گھروں کی تعمیر ہوئی ہے بیواؤں کی ازواج ہوئی ہے اس نے ہم اہل بیت کے گھروں کو آباد کروایا ہے اس نے خدا اور رسولؐ کو خوش کیا ہے اس نے رسولؐ اور اولاد

رسولؐ کے دل کو ٹھنڈک عطا کی ہے اور اس کے بعد یہ تمام سر خصوصاً ان میں تین سروں کا ذکر ہے عمر سعد ابن زیاد اور شمر اور بعض روایتوں میں ابن زیاد اور عمر سعد کا لکھا ہے لیکن بعض میں شمر اور حصین ابن نمیر کا بھی ہے ان تینوں کے سر امام زمانہؑ اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور امام تین دن پہلے سے اپنے اصحاب سے ذکر کر رہے ہیں کہ فلاں تاریخ فلاں دن ہم ناشتے پر ہوں گے اور مختار کی طرف سے خوش خبری آئے گی اور ہم نے دعا کی تھی کہ پروردگار مجھے موت نہ دینا جب تک میں اپنے بابا کے قاتلوں کا ظاہری انجام نہ دیکھ لوں یعنی اس دنیا میں ان کے سر نہ دیکھ لوں جب تک مجھے دنیا سے نہ اٹھانا۔ یہ امام کی دعا تھی اور کہا کہ فلاں وقت پر یہ سر آئیں گے اور میں ناشتے پر ہوں گا۔ جناب محمد حنفیہ نے اپنے بھتیجے کے نام خط لکھا اور اس کے ساتھ ان تمام ملعونوں کے سر روانہ کئے صبح کے وقت اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہیں ناشتے میں مصروف ہیں کہ یہ سر لے کر پہنچے قاصد آپ کی خدمت میں اور تاریخ کہتی ہے کہ اتنے خوش ہوئے اتنے خوش ہوئے امامؑ کہ کسی نے اتنا خوش کبھی اس سے پہلے نہ دیکھا تھا بے ساختہ بار بار سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں بار بار مختار کو دعائیں دیتے ہیں اور یہ جملے زبان سے ادا ہوتے ہیں کہ اس سے زیادہ شیریں لمحات میں اپنی زندگی میں تصور نہیں کر سکتا اتنے زیادہ اچھے لمحات میں نے نہیں گزارے۔ آپ کی عادت تھی کہ اصحاب جب ہوتے تھے تو کھانے ناشتے کے بعد تھوڑی شیرینی ضرور آتی تھی لیکن آج ناشتے کے بعد شیرینی نہیں آئی بلکہ آج امام بار بار ان سروں کو دیکھ رہے ہیں اور خوشی کا اظہار کر رہے ہیں تو کسی نے سوال بھی کر لیا کہ مولا آپ کھانے کے بعد شیرینی منگایا کرتے ہیں ہم لوگ سب انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ مگر اس سے بھی زیادہ شیرینی کسی چیز میں ہو سکتی ہے جو آج میں ان اپنے بابا کے قاتلوں کے سروں کو دیکھ کر

حاصل کر رہا ہوں جس لذت کا میں آج احساس کر رہا ہوں جس شیرینی کا میں احساس کر رہا ہوں مگر دنیا میں اس سے زیادہ بھی حلاوت اور شیرینی کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو آپ اس سے اندازہ لگایئے کہ سید سجادؑ کے دل پر کیسا داغ تھا اپنے بابا کی مظلومیت کا اور اٹھ کے اسی وقت حرم میں آئے یہ اتنا معمولی کارنامہ نہیں ہے عزیز و مختار کا ذرا تصور کریں امامؑ ہیں معصومؑ ہے جو ۳۵ سال روتا رہا خون کے آنسو۔ اس وقت یہ کیفیت ہے امامؑ کی کہ فوراً اپنے حرم میں داخل ہوئے اور آواز دے کر بی بیوں سے کہتے ہیں کہ اپنے سوگ بڑھا دو اپنے سروں میں تیل ڈالو گھر میں چولہے روشن کرو، اپنے سوگ کے لباس تبدیل کرو اور پانچ سال کے بعد جناب فاطمہ بنت امیرالمومنینؑ مولائے کائناتؑ کی ایک صاحبزادی ہی نقل کرتی ہیں کہ وہ دن تھا امامؑ نے آکے ہمیں یہ حکم دیا کہ سوگ بڑھاؤ اور پانچ سال کے بعد ہاشمیوں کے گھروں سے دھواں اٹھتا ہوا لوگوں نے دیکھا پانچ سال کے بعد ہاشمی عورتوں نے اپنے سروں میں تیل ڈالا، پانچ سال کے بعد کیونکہ ۶۲ ہجری میں رہا ہو کر آئے تھے ۶۱ ہجری کے آغاز میں واقعہ کربلا ہوا تھا ۶۲ ہجری میں اسیر رہا ہو کر آئے اور ۶۷ ہجری ۹ ربیع الاول کی تاریخ جب ان ملعونوں کے سر امامؑ کی خدمت میں پہنچے دس محرم ہجری ۶۷ کو ملعون ابن زیاد واصل جہنم ہوا تھا۔ عبداللہ ابن زیاد اور یہ سر جب امام کی خدمت میں پہنچے تو ۹ ربیع الاول کی تاریخ تھی۔ عید شجاع اس تاریخ کو قرار دیا گیا تو ۹ ربیع الاول کو عید شجاع عید زہرا کتنے نام اس عید کے رکھ دیئے گئے کہ قاتلان حسینؑ اس روز اپنے انجام کو پہنچے تھے۔ تو عزیزان محترم یہ مختار کا تاریخ میں قیام کہ جس نے قاتلان حسینؑ کو اپنے انجام تک پہنچایا اب آیئے کوفے میں اب مجھے دو دن میں سمیٹنا ہے کہ جناب مختار کے ساتھ کیا ہوا اور جناب محمد حنفیہ کے ساتھ کیا ہوا بہت چھوٹے چھوٹے تاریخی واقعات جو بہت سارے ہمارے مسئلوں کو حل کر دیتے ہیں

کہ کس طرح سے سادات کو ہجرت کرنی پڑی اور یہ جو آپ دیکھتے ہیں فارس کی سرحدوں پر یا جو ایران موجودہ ایران کہلاتا ہے ان شہروں میں جو امام زادوں کے روضوں کی اتنی بڑی تعداد ہے یہ کب سے ہجرت کرنی شروع کی سادات نے۔ مختار نے جب قاتلان حسینؑ جو بڑے بڑے تھے ان قاتلان حسینؑ کو انجام تک پہنچا دیا جن کی تعداد بعض تواریخ میں ڈیڑھ لاکھ سے بھی اوپر لکھی ہوئی ہے اور کم سے کم جو لکھی ہے علامہ امینی نے کہ ۱۸ ہزار قاتلان حسینؑ کو انجام تک پہنچایا۔ لیکن ہم اس کو یوں جمع کر سکتے ہیں دونوں تاریخوں کی روایت کو کہ قاتلان حسین تو ۱۸ ہزار ہوں گے لیکن جو بقایا جنگیں ہوئیں جیسے موصل میں ابن زیاد کے ساتھی مارے گئے۔ اس ابن زیاد کے معرکے میں ۷۰ ہزار زیادیوں کو جہنم واصل کیا جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے تو ان جنگوں کو جمع کیا جائے تو کوئی عجیب نہیں لگتا مبالغہ نہیں لگتا کہ ڈیڑھ دو لاکھ تک ان دشمنان اہل بیت کی تعداد پہنچی ہو کہ جن کو جناب مختار نے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کی مدد سے واصل جہنم کیا۔ تو یہ ان کی تعداد کے متعلق اختلافی روایات ہیں ان کو جمع کر کے میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا تو جناب مختار جناب ابراہیم سے کہتے ہیں کہ اب آپ جایئے موصل اور اطراف کی گورنری میں آپ کے سپرد کرتا ہوں اب آپ وہاں جایئے تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کہتے ہیں کہ مختار آپ کے دشمنوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے تو ظاہر ہے اتنا جو قتل عام ہوا ہے کوفیوں کا بھی تو ان کے بھی عزیز و اقرباء، رشتے دار موجود ہیں اور آپ سنتے چلے آرہے ہیں رشتہ جو کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتا ہے سب کا ادھر ادھر سے جڑ جاتا ہے تو کینے رکھے ہوئے ہیں دلوں میں۔ آپ دیکھیں آپ اس سے اندازہ لگایئے کہ جناب مختار کا چچازاد بھائی عبدالملک کے لشکر میں صرف اس لئے شامل ہوا کہ مصعب ابن زبیر سے بدلہ لے جناب مختار کے قتل کا تو قبائلی سسٹم اسلام آنے

کے باوجود اتنا پیچیدہ اور جڑیں اس کی اتنی مضبوط تھیں کہ لوگ بعض اوقات یہ نہیں دیکھتے تھے کہ دین ایمان کسی طرف ہے بس ان میں یہ جذبہ ہوتا تھا کہ اپنے خون کا انتقام لینا ہے انہیں۔ اور آپ غور کیجئے آپ دیکھئے کہ اس قبائلی سسٹم میں ائمہ طاہرین کا وجود معصومین کا وجود اور معصومین کا اتنی بڑی تعداد میں تربیت یافتہ افراد کو جمع کرنا کہ جو ان تمام عصبیات سے دور ہو کر محض اور محض خدا اور رسولؑ کی خاطر دین کے راستے پر اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔

چلئے چھوڑیئے اس زمانے کو آپ آج دیکھ لیجئے تعصبات اور عصبیات کے عالم کو کہ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون ہے یہ بات کرنے والا....... اگر اپنے خاندان کا ہے تو چاہے غلط ہی کیوں نہ ہو اپنا ہے بھئی اپنی برادری کا ہے، برادری اہمیت رکھتی ہے تو یہ آج کے تعلیم یافتہ پڑھے لکھے لوگ برادریوں میں کتنی جلدی تقسیم ہوتے ہیں۔ کیا کر رہا ہے کیا کہہ رہا ہے اس سے کوئی غرض نہیں ہے تو ہمارے خاندان کا ناں۔ خاندان کا ساتھ دینا پڑے گا۔ یہ ہماری برادری ہے رضوی برادری ہے، یہ تقوی برادری ہے، یہ نقوی برادری ہے، یہ فلاں شہر کی برادری ہے، یہ فلاں شہر کی برادری ہے۔ تو آج جب یہ اس دور میں یہ عالم ہے جناب تو اس دور میں کیا عالم ہوگا یہ جو آج اپنے آپ کو ترقی یافتہ بڑے ماڈرنائز، مہذب لوگ کہتے ہیں۔ ان کے تعصبات کا یہ عالم ہے جناب۔ اتنا تعصب ان میں گھسا ہوا ہے خاندان کا تعصب، شہر کا تعصب، زبان کا تعصب اِس کا تعصب اُس کا تعصب حتیٰ کے محکموں کا تعصب، اداروں کا تعصب۔ تو آپ سوچیں کہ اُس زمانے میں لوگوں کا کیا عالم ہوگا تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر منع کرتے ہیں کہ مجھے اپنے سے جدا نہ کیجئے موجود ہے تاریخ میں جناب مختار کی گفتگو کہ فرمایا کہ تم جاؤ میرا جو مقصد تھا میں پورا کر چکا اب مجھے پروا نہیں ہے۔ میں جہاں

تک قاتلان حسینؑ کو چن چن کر مار سکتا تھا جتنی فہرست تھی پوری کر دی، میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔ اب مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن وہاں جہاں میں تمہیں بھیج رہا ہوں وہاں کے لوگوں کو تمہاری ضرورت ہے رخصت کر دیا جناب ابراہیم کو۔ بڑے آہ و زاری کے ساتھ روتے ہوئے جناب مختار سے رخصت ہو گئے۔ پہنچے موصل کی گورنری اور اس کے اطراف کے علاقوں کی سنبھالنے۔ اب اُدھر مکے میں عبداللہ ابن زبیر جو بڑا بخیل ہے میں نے آپ سے کہا کہ اسے مختار کی فتوحات ایک آنکھ نہیں بھائیں اور یہ جانتا ہے کہ جناب محمد ابن حنفیہ کی حمایت حاصل ہے۔ اب یہ حیلے بہانوں سے تنگ کرتا ہے جناب محمد حنفیہ کو اور آخر میں ان سے بیعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ عمر ابن عبداللہ کو گھر بھیج دیتا ہے وہ لکڑیاں چن دیتا ہے جناب محمد حنفیہ کے گھر کی گرد آگ لگانے کے ارادے سے۔ لیکن ایک روحانی مقام جو جناب محمد حنفیہ کا ہے اس کے سبب سے مکے کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں کہ ہم تجھے یہ نہیں کرنے دیں گے۔ ایک بے ضرر انسان کہ جو سوائے عبادت الہیٰ کے کچھ نہیں کرتا۔ تیرے خلاف اس نے کوئی اقدام نہیں کیا تو کس لئے یہ اقدام کرتا ہے۔ یہ مجبور ہوا آخر اس نے بلوایا اپنے دربار میں۔ بلوانے کے بعد کہتا ہے کہ دیکھئے مختار نے کوفے میں قیامت برپا کر رکھی ہے اور اتنا قتل عام کر دیا یہ کر دیا وہ کر دیا کوفے کو تاراج کر دیا تو اب دیکھئے منطقی بات کرتے ہیں جناب، جناب محمد حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر یہ تو بتا کہ کل تم اور تمہارے بابا بالکل بے دلیل میرے باپ کے مقابلے میں آ گئے کسی کے قتل کا بہانا بنا کر جبکہ اس کے قتل سے میرے بابا کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا تم اس کا بدلہ لینے کے لئے آ گئے لیکن تم جانتے ہو کہ میرے بھائی کے قاتلوں سے مقابلہ کرنا ان کو انجام تک پہنچانا ہر مسلمان پر واجب ہے یہ تم بھی جانتے ہو کہ مختار نے قاتلان حسینؑ پر حملہ کیا تھا اور پھر مجھے اس سے غرض

نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے، کیا نہیں کر رہا میرا مختار سے کوئی واسطہ نہیں لیکن تیرا یہ جواب کہ وہ قاتلان حسینؑ کے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔ تو تو اپنے آپ کو بھی تو دیکھ کہ تو بھی تو کل یہی نعرہ لگا کے میرے بابا کے خلاف کھڑا ہوا تھا جبکہ میرے بابا کا تو کوئی تعلق بھی نہیں تھا اور مختار جن سے مقابلہ کر رہا ہے ساری دنیا جانتی ہے کہ میرے بھائی کے قاتل ہیں تو عزیزان محترم ابن زبیر کہتا ہے کہ آپ مختار کو خط لکھئے اور کوفے سے بے دخل کر دیجئے۔ جناب محمد حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں اس کو خط لکھوں۔ تو کہا کہ پھر میں آپ کو قید کر رہا ہوں ابن زبیر کے اس حکم کی مخالفت بھی کی لوگوں نے شیبہ بن عثمان وہاں کھڑا ہے۔ کچھ اور بھی اصحاب ہیں شیبہ کہتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے یہ امیرالمومنینؑ کا فرزند ہے کہا کہ نہیں میں کچھ نہیں جانتا یا ان کو میری بیعت کرنی پڑے گی اور مختار کو خط لکھنا پڑے گا کہ وہ میری بیعت میں آ جائے ورنہ یہ قید میں ہے ان کو قید کر دیا جائے۔ مہلت مانگتے ہیں جناب محمد حنفیہ ایک سال کی ابن زبیر کہتا ہے ۲ مہینے کی میں آپ کو مہلت دیتا ہوں لیکن قید کر دیتا ہے۔ چاہ زم زم کے پاس۔ جناب محمد حنفیہ اپنے غلام اسد کے ہاتھ خط بھجوا دیتے ہیں پہلے ہی جناب مختار کو کہ اس طرح سے مجھے قید کر دیا گیا ہے۔ جناب مختار کو جب یہ معلوم ہوا تو اپنے سرداروں کو بتایا کہ دیکھو میرے سید و سردار اس کو اس طرح سے قید کر دیا گیا ہے لشکر لے کر آئے مکے کا محاصرہ کیا جنگ نہیں ہونے دی۔ جناب محمد حنفیہ نے کہ یہ حرم خدا ہے اور مذاکرات کی نوبت آئی روک لیا مختار کو کہ جنگ نہیں کرنا۔ مختصر یہ کہ مصالحت کا پہلو نکلا اور جناب محمد حنفیہ کو رہا کرنا پڑ گیا اسے۔ رہا تو ہو گئے لیکن دل میں عبداللہ ابن زبیر کے بات رہ گئی اب چلے گئے طائف کی طرف جناب محمد حنفیہ پھر اس کے بعد مکے واپس آ گئے یہاں آنے کے بعد ابن زبیر اب پھر تنگ کرنا شروع کرتا ہے پھر

گھر پر سپاہی بھیجا نگرانی کرانا تو پھر یہ مہلت مانگتے ہیں کہ مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں مدینہ آدمی بھیج دوں وہ پیغام لے آئے پھر میں ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا مکے سے۔ جب کہ تو جانتا ہے کہ میں تیرے خلاف کوئی قیام کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا مہلت ملتی ہے۔ امامؑ کی خدمت میں خط بھیجتے ہیں اپنے بھتیجے کی خدمت میں عزیزو۔ یہ ہے ذمہ داری جناب محمد حنفیہ کی عمر اس ۶۶ یا ۶۷ ہجری میں ۵۳ یا ۵۴ سال کی ہے کیونکہ آپ کا سن ولادت ۱۴ یا ۱۵ ہجری ہے اس حساب سے آپ ۵۲، ۵۳، ۵۴ بہر حال اس سن کے ہیں خط لکھا کہ میرے بھتیجے آپ امام زمانہ ہیں ابن زبیر مجھے طرح طرح سے تنگ کر رہا ہے اس نے مکے کی زمین حرم خدا کو مجھ پر تنگ کر دیا ہے آپ مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں آپ حکم دیں جب یہ غلام پہنچا تو اصحاب کہتے ہیں کہ ہم تو ایک ہفتے سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہا کہ وہ کیوں کہا کہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ یہ میرے چچا کا خط لے کے آئے گا اور اس میں ہجرت کی خواہش ہوگی علم امام سے امامؑ نے بتا دیا اور پھر جواب لکھا کہ اے چچا جان آپ فوراً اپنے مقام سے ہجرت کر لیجئے اور امامؑ کے حکم سے گریہ آہ وزاری کرتے ہوئے ہجرت کے لئے تیار ہوئے اور پورا مکہ جمع ہے کیونکہ تقدس اور روحانیت جناب محمد حنفیہ کی اتنی تھی کہ مکہ کے لوگ آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے ان لوگوں کو نصیحتیں کرتے ہیں جناب محمد حنفیہ تقویٰ کی نصیحت کرتے ہیں خطبہ دیتے ہیں کہ دیکھو میں تمہارے درمیان رہا، تمہارا کوئی قرضہ تو مجھ پر نہیں کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو مجھے معاف کر دے میں نے اپنا حق تم کو معاف کیا دیکھو آپس میں بھائی بن کر رہنا یہ حرم خدا ہے اس کے احترام کو برقرار رکھنا میں تمہیں تقویٰ کی وہی وصیت کرتا ہوں کہ جو میرے بابا نے مجھے کی اس طرح سے آپ نکلے اور ۲۰ جاں نثار ان کے ساتھ طائف کی طرف اب میں آپ کو ایک مقام کی طرف لانا چاہتا ہوں کہ جناب محمد حنفیہ

کی ہستی کیا ہے۔ نکلے مکے سے اُدھر زبیر نے کیا کیا کہ ابو منذر کی سربراہی میں ۳۰۰ افراد بھیجے جو ۲۰ افراد ہیں ان کو پکڑ کے لئے آ۔ اور نہ آئیں تو انہیں قتل کر دے یہ افراد محمد حنفیہ کی حمایت میں کیوں گئے اُن کے ساتھ اُن کو اکیلے جانا تھا اور جناب محمد حنفیہ نے ایک قسم کھائی تھی واقعہ کربلا کے بعد کہ میں اب کبھی گھوڑے پر سوار نہیں ہوں گا کیونکہ گھوڑے سے گرے تھے ناں جناب سید الشہداءؑ اس لئے محمد حنفیہ ناقے پر سفر کرتے تھے ناقے پر سفر کر رہے تھے کہ طائف کے قریب گھیر لیا ابن زبیر کے سپاہیوں نے اور ابن زبیر کا حکم بتایا کہ یہ ۲۰ تیرے ساتھ نہیں جائیں گے اس پر جناب محمد حنفیہ کو جلال آیا اپنی تلوار نکالی کہ تم سب ہٹ جاؤ اور پھر ابو منذر سے کہا کہ دیکھ ابو منذر اب تو چلا جا مجھے مجبور نہ کر کہ جس تلوار کو میں نے نیام میں رکھ لیا تھا اس کو نکالوں اگر تو مجھے مجبور کرے گا تو میں تنہا تم سب کے لئے کافی ہوں۔ تو یہ اولاد علی بتا رہی ہے کہ ان کے لئے یہ بڑھاپے کی کمزوری کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مولائے کائناتؑ ۲۵ سال خاموش رہے اور جمل، صفین اور نہروان میں وہی تلوار نکالی تو بتا دیا کہ بڑھاپا نہیں آتا ہم پر اور محمد حنفیہ بیٹا ہے علیؑ کا صفین، نہروان اور جمل میں اس کی تلوار کی کاٹ سب دیکھ چکے ہیں لیکن اب سمجھ رہے ہیں لوگ کہ شاید بوڑھے ہو گئے ہیں محمد حنفیہ اور جب ابو منذر نہیں مانا تاریخ کہتی ہے کہ محمد حنفیہ نے تنہا ان سب پر حملہ کیا اور جس کو اٹھا کر زمین پر پٹختے تھے اس کی پسلیاں چور چور ہو جاتی تھیں یہاں تک کہ ابو منذر جب مقابلے پر آیا تو اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا آدھا دھڑ ایک طرف پھینک دیا آدھا دوسری طرف تو اس کے ساتھیوں کو ڈھونڈنے میں وقت لگ گیا ابو منذر کے دھڑ کے حصوں کو اور جب وہ مرا تو جتنے بچے تھے سو ڈیڑھ سو سر پر پیر رکھ کے سب بھاگ گئے اور عبداللہ ابن زبیر کو بتایا کہ کس کے مقابلے پر بھیجا تھا۔ تو کہتا تھا کہ وہ بوڑھا شخص

ہے ۳۰ آدمیوں کو اس کے پکڑلاؤ ارے اس نے تو اکیلے ہی ہمارے پورے لشکر کو تہس
نہس کر دیا تو آخری وقت میں جناب محمد حنفیہ نے جنگ کر کے یہ بتا بھی دیا کہ یہ مت
سمجھنا کہ ہمارے پاس قوت نہیں ہے۔ طاقت نہیں ہے۔ لیکن مصلحت الہیٰ ہمارے
آڑے آجاتی ہے دین کی بقا کا مسئلہ شریعت کی بقا کا مسئلہ ہمارے آڑے آجاتا ہے اگر
خون کی ندیاں بہانے کی بات آجائے تو بنو امیہ، بنو عباس وارثان ذوالفقار کے لئے کچھ
بھی نہیں لیکن بات وہی ہوگی کہ یہ حکومت کی جنگ بن کے رہ جائے گی یہ خلافت کی
جنگ بن کے رہ جائے گی اور یہ ہی ہم نہیں چاہتے۔ اب میں کیونکہ تانے بانے جوڑنا
چاہتا ہوں تاریخی واقعات کے تو دو چار جملے اور جناب محمد حنفیہ کی بات ہو جائے یہ وہ
ہستیاں ہیں عزیزان محترم وہ ہستیاں ہیں اہلبیت میں سے کہ جن ہستیوں نے اپنی ایک
ایک سانس حسینؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے وقف کر دی تھی۔ مگر افسوس ہوتا ہے
کہ بس ضمناً یا جزوی طور پر تو ان کا ذکر آجاتا ہے لیکن ان کے بارے میں تفصیلی
واقعات نہیں بتائے جاتے۔ بتاؤں بچوں کو۔ معلوم تو ہوا نہیں۔ اپنے اسلاف کی
تاریخ محدود نہ کرو کربلا کو دس منٹ کے مصائب میں۔ میں تو ہر جگہ یہی تکرار کرتا
ہوں کہ محیط ہے کربلا شیعیت پر شیعیت کی تاریخ پر محیط ہے۔ کربلا کے اثرات آج تک
جاری ہیں ان کا تسلسل برقرار رکھو گے کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوگا تسلسل توڑ دو گے ختم ہو
جائے گی بات۔ نقصان اٹھاؤ گے۔ کربلا جاری ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ اب واقعہ
کربلا اس کی تکرار تو نہیں ہوسکتی لیکن مجازاً جیسے ہم کہتے ہیں کُل ارض کربلا کُل
یوم عاشورا آج تک کربلا کے اثرات جاری ہیں۔ حسینیت یزیدیت سے برسرپیکار ہے۔
یزیدیت اور حسینی آمنے سامنے رہیں گے یہ قیامت تک سلسلے جاری رہے گا۔ تو
تسلسل جاری ہے ناں تسلسل ٹوٹا تو نہیں اب مدینے میں بھی چین سے رہنے نہیں دیا

جا رہا جناب محمد حنفیہ کو۔ اس سلسلے میں دو روایت ہیں کہ جناب محمد حنفیہ پھر طائف
آئے اور ۸۱ ہجری میں وہیں آپ کا انتقال ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ جنت البقیع
میں مدینے میں انتقال ہوا وہاں دفن کر دیا گیا اس سے پہلے جناب محمد حنفیہ نے ایک
کام بڑا زبردست کیا وہ کام یہ کیا کہ کتنے برسوں میں آپ اپنا جال پھیلا تو چکے تھے ناں
جناب مختار کے ذریعے سے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے ذریعے سے عراق اور ایران کی
سرحدوں تک اثرات پیدا کر چکے تھے محبت اہلبیت کا بیج تو ہر جگہ پڑ چکا تھا ہجرت کی بنیاد
بھی ڈال دی کہ مدینے سے اور مکے سے ہاشمیوں کو نکالنا شروع کیا اور آپ عجیب بات
دیکھیں گے کہ سب سے پہلے اولاد علی میں سے جس نے ہجرت کی وہ محمد حنفیہ کے ہی
فرزند احمد بن محمد حنفیہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہی جتنے بھی آپ کو ملیں گے امام
زادوں کے مزارات اور روضہ مقدسات ایران اور عراق میں وہ بعد کی اولادیں ہیں آپ
کو جناب احمد بن محمد حنفیہ کا مزار ملے گا قم کے پاس ایک دیہات میں احمد بن محمد
حنفیہ یعنی جناب محمد حنفیہ نے پہلے اپنے فرزندان کو ہجرت کرائی اور ان کے ساتھ
جناب عباس علیہ السلام کے بیٹے جو کربلا میں بچے تھے اور ان کے پوتے شہزادہ علی بن
قاسم بن فضل۔ بعض جگہ یہ شجرہ یوں نقل ہوا ہے۔ علی بن قاسم بن ابراہیم ابن
عباس ان دونوں کے مزارات مقدسہ قم کے قریب موجود ہیں۔ اب تو خیر وہ شہر میں
داخل ہوگیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ مشہور ہے زیارت شہزادہ علی کے نام سے شہزادہ
علی اسٹاپ ہے۔ وہاں بسوں کا اور ویگنوں کا اور ٹیکسی والے بھی اسی نام سے جانتے
ہیں۔ لیکن اس کے برابر میں آپ دیکھیں گے زیارت ہے جس پر لکھا ہوا ہے احمد بن محمد
حنفیہ تو یہ جناب محمد حنفیہ کا کارنامہ تھا کہ اولاد رسولؐ کو اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ
منتقل کرتے رہے پھیلاتے رہے یہاں تک کہ آذربائیجان تک آپ کو اولاد رسولؐ کے

مزارات ملیں گے ان کو مدینے نکالتے رہے تاکہ یہ اولادِ رسولؐ کا سلسلہ پھلتا پھولتا رہے اور یہی عزیزو یہ جو آج سادات کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ان کی اولادوں کا کچھ پتہ نہیں جنہوں نے دخترِ رسولؐ کے مقابلے پر کچھ بیٹیوں کو کھڑا کر دیا تھا اور کسی کے لئے دو کا دعویٰ کیا تین کا دعویٰ کیا چار کا دعویٰ کیا۔ کہاں ہیں ان کی اولادیں نہیں معلوم۔ ہم کہتے ہیں کہ دو نہیں جی ۲۰ ہوں گی لیکن بات یہ ہے کہ وہ ایک جو تھی بیٹی رسولؐ کی اس کی اولاد اس کی نسل کا معجزہ کیا ہے؟ آج کوئی فخر سے اپنے آپ کو دوسرے سے منسوب نہیں کرتا ارے یہ تو اعزاز اس بیٹی کا ہے کہ لوگ جعلی بھی بنتے ہیں تو ادھر ہی آکے ارے بھئی کوئی جعلی بن کے اُدھر نہیں ہو گیا چلا جائے وہاں تو ان کے بھی جو تھے اصلی تو انہوں نے بھی کہا کہ ہم وہاں سے نہیں ہیں۔ اس لئے پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں گئے آخر۔ کسی کو اولادِ رسول کہلوائے جانے کا حق نہیں ہے سوائے اولادِ زہراؑ کے۔ یہ فخر انہیں کو حاصل ہے یہ رسولؐ کی بیٹی کو حاصل ہے۔ لیکن یہ خوشی کی بات نہیں ہے کہ لوگ خوش ہو جائیں کہ چلو جی ہاں بننا ہے تو سید ہی بن جاؤ آکے اپنی نسل نہیں بدلنا چاہئے یہ انسان ایسے ہی ہے جیسے اپنی ولدیت بدل دے۔ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ سید بننا تو اب کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ہماری گواہی کے لئے تو اتنے سارے لوگ موجود ہیں ہم تو ان کے سامنے سید بنے تھے۔ جب آئے تھے سرٹیفیکیٹ لکھوالیا تھا جب آئے تھے ان کے سامنے بنے تو یہ خوشی کی بات نہیں ہے کہ انسان اپنا شجرہ بدل دے۔ ہاں اپنے کردار سے ان میں شامل ہو سکتا ہے اگر تمہارا عمل ایسا ہو گا تو وہ خود تمہیں اپنے میں شامل کر لیں گے اور اگر تمہارا عمل ایسا نہیں ہو گا تو نبی کی اولاد بھی نبی کی نہیں رہتی غرق ہو گئی سیلاب میں ایسا ہی ہے نا۔ عمل ایسا ہو گا تو رسول کہہ دے گا سلمانؓ منا اہل البیت سلمان ہاشمی نہیں قریشی نہیں کچھ بھی تو نہیں

ہے مطلبی نہیں ابو طالب کی اولاد نہیں عبدالمطلب کی اولاد نہیں عبد مناف کی اولاد نہیں لیکن عمل میں اتنا قریب آئے کہ رسولؐ نے کہہ دیا کہ میرے اہلبیت میں سے ہے تو عزیزو جعلی بننے کی ضرورت تھوڑی ہے عمل تمہارا ایسا ہو جائے کہ قیامت کے دن اہلبیت کہیں کہ ہم میں سے ہے اس کو ادھر لے آؤ تو بہرحال ایک بات تھی میں نے عرض کر دی کہ اس طرح یہ نسل پھلی پھولی تھی کیونکہ اللہ کا وعدہ تھا کہ یہ تمہیں ابتر کہتے ہیں یہ تمہیں بے نسل کہتے ہیں۔ رسولؐ ساری دنیا چاہے گی کہ تمہاری نسل کو مٹا دے ساری دنیا تم پر یلغار کرے گی کہ تمہاری اولاد کا نام مٹ جائے ہم اس کو پھیلا دیں گے اتنا پھیلا دیں گے کہ اگر آج بھی تناسب نکال لیا جائے تو میں قسم کھا کر یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ سادات کا تناسب سب سے زیادہ ہو گا اور اولادِ زہرا کا تناسب سب سے زیادہ ہو گا۔ یعنی اگر اوسط نکال لیا جائے سب کی نسلوں کو الگ کر لو۔ بعض تو کہہ دیں گے کہ نہیں نہیں ہم تو وہاں کے ہیں ہی نہیں ہم یہاں کے ہیں تو یہ اعزاز ہے یہ قدرت دیتی ہے اعزاز یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ ہم نے دیکھئے بالکل عقلی بات ہے کہ ہم نے کب کسی کو منع کیا کہ یہ دن نہ مناؤ وہ دن نہ مناؤ بھئی مناؤ ہم نے کب کہا کہ نہیں مناؤ پوری دولت لگی ہوتی ہے حکومتیں لگی ہوتی ہیں، سارے وسائل لگے ہوئے ہیں کہ فلاں دن مناؤ، فلاں دن مناؤ۔ مناؤ ہم نے تو کسی سے نہیں کہا کہ دو مہینے آٹھ دن عزاداری مناؤ۔ ہم تو کسی سے وسائل نہیں مانگتے کسی حکومت سے مطالبہ نہیں کرتے کہ دو مہینے آٹھ دن عزاداری منائی جائے۔ حضور اصل بات یہ ہے ایک بار جبر کر کے ایک دن منانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور جب سڑک پر آتے ہیں تو حقیقت کھل جاتی ہے کہ کتنے لوگ ساتھ ہیں جس کو جس سے محبت ہو گی منائے گا۔ مناؤ اور دیکھو یہاں دو مہینے آٹھ دن حکومت بھی اگر چاہے کہ نہ ہو یہ چاہے کہ نہ ہو وہ چاہے نہ ہو

دشمن چاہے کہ نہ ہو مگر محبت کرنے والے چاہتے ہیں کہ عزاداری ہو۔ تو اب کتنی ہی سختیاں ہوں۔ کتنا ہی جبر ہو عزاداری ہوگی۔ یہاں کسی پر جبر نہیں کیا۔ تو بات کیا ہے فرق کیا ہے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے میرا کمال نہیں ہے بات یہ ہے کہ ایک ذکر میں اتنی قوت ہے کہ وہ خود زندہ رہتا ہے ایک ذکر میں اتنی طاقت ہے کہ وہ منواتا ہے دو مہینے نہیں بھائی سارا سال ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک ذکر منوانے کے لئے سارے وسائل استعمال کرو پھر نہ ہوسکے تو فرق ہے ناں زمین آسمان کا۔ لو ہم نے تو منع ہی نہیں کیا مناؤ ہمیں کیا پڑی ہے جس کو جو مرضی ہے کرو۔ مناؤ۔ لیکن اس ذکر حسینؑ پر اعتراض نہ کرو بھائی یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس میں خون ہے مومنین کا اس میں قربانیاں ہیں دنیا کی کسی تحریک میں اتنا خون نہیں پڑا جتنا خون کربلائی تحریک کو دیا گیا ہے۔ عزیزان محترم یہ جناب حضرت حنفیہ کے باب کو جس حد تک گنجائش تھی وقت میں، میں نے آپ کے سامنے ذکر کر دیا۔ حالانکہ ایک فضائل کا دریا ہے ایک تاریخ ہے لیکن میں نے کوشش کی کہ ایک قطرہ ہی سہی آپ کے سامنے انڈیل دوں اس قطرے کو ان چند قطرات کو آپ کے سامنے پھیلا دوں کہ پتہ تو چل جائے نئی نسل کو کہ بس نام تو جانتے ہیں محمد حنفیہ کا لیکن یہ نہیں جانتے کہ کیا کارنامہ انجام دیا اور اپنی ذمہ داری نبھا کر کہاں چلے گئے۔ اب عزیزان محترم کوفے کی طرف آیئے۔ مصعب ابن زبیر جو بصرے میں بیٹھا ہے بعض تاریخیں یہ کہتی ہیں کہ جناب مختار نے خط لکھا اس کو کہ تم میری بیعت قبول کرو بعض تاریخوں میں یہ ہے کہ ایک قاتل محمد ابن اشعث بچ گیا تھا بعض میں ہے کہ کوفے میں قتل ہو گیا بعض میں ہے بچ گیا خط لکھا کہ تیرے پاس قاتلان حسینؑ میں سے ایک دو افراد ہیں ان کو تو میرے پاس روانہ کر دے۔ اب مصعب ابن زبیر تو تاک میں تھا اس نے بھائی کو اپنے

عبداللہ ابن زبیر کو خط لکھا کہ مجھے لشکر دے اور اب کوفے کے حالات کنٹرول سے باہر ہیں اور یہ کہ امیر مختار آہستہ آہستہ آگے بڑھتا جارہا ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اپنا بھی لشکر روانہ کیا اور فارس کے والی مہلب ابن ابی صفرہ کو بھی خط لکھا کہ اپنا لشکر لے کے میرے بھائی کے ساتھ مل جا اس نے ٹال مٹول سے کام لیا تو مصعب نے خط لکھا ابن زبیر کو کہ جب تک مہلب ابن ابی صفرہ میرے ساتھ نہیں آئے گا میں جنگ پر نہیں جاؤں گا پھر اس کو تاکید کی گئی کہ اپنا ہزاروں کا لشکر لے کے خوزستان سے نکل اور مصعب ابن زبیر سے آکے مل جا اور اسی طرح مصعب ابن زبیر کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی اور پھر اس نے عراق کا رخ کیا۔ کوفے کے قریب "نہر دیر" پہنچا تو جناب مختار کو خبر ملی جناب مختار نے بھی ۳۰ ہزار کا لشکر ترتیب دیا اور اپنا سالار بنایا۔ جناب احمر ابن شمیط کو اور مقابلے کے لئے بھیجا اس ایک لاکھ کے لشکر کے لئے عزیزان محترم یہ لشکر کوفے سے باہر نکلا گھمسان کا رن پڑا شب خون بھی مارا گیا احمر ابن شمیط نے جزوی کامیابی بھی حاصل کی لیکن مصعب پہلے سے اپنا بندوبست کر کے آیا تھا مصعب نے پہلے ہی کوفہ میں منافقین سے ساز باز کر لی تھی اور انہیں انعام و اکرام کا لالچ دے کر مختار کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ میں نے کہا ناں کہ کوفہ صبح شام رنگ بدلتا ہے اور اس مصعب ابن زبیر کا بھی کام یہی کوفی کریں گے اور اس کے ساتھ عبدالملک ابن مروان کے گورنر کے ساتھ بھی یہی کریں گے آخر یہ کوفی ہیں ان کو ابن زبیر نے خطوط بھیجنا شروع کئے۔ مال و دولت کا لالچ اور جن کے مختار کے ہاتھوں مقتول ہوتے تھے وہ تو انتظار میں ہیں کہ تو حملہ کرے گا ہم اندر سے یورش کر دیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ احمر ابن شمیط کا جو لشکر تھا اس میں سے منافقین نکل نکل کر مصعب کے لشکر میں شامل ہونے لگے اور کوفے کے اندر بھی یورش شروع کر دی منافقین نے۔

منافقین یعنی اُمویوں کے حامی اور جن کے مارے گئے تھے جناب مختار کے ہاتھوں وہ
سب جمع ہونا شروع ہوئے اور یوں بازی پلٹنا شروع ہوئی یہاں تک کہ بچا کچھا لشکر پسپا
ہونا شروع ہوا جب شکست کی خبر جناب مختار کو ملی تو جناب مختار نے ایک جملہ کہا کہ
بس اے نفس اب مرنے کے لئے تیار ہو جا سمجھ گئے کہ میری ذمہ داری پوری ہو گئی اور
اب وعدہ پورا کرنے کا وقت آگیا ترتیب دیا لشکر کو عبداللہ ابن کامل جو کوفے کا کوتوال
ہے اس کو وارث بنایا۔ احمر ابن شمیط کو علم دیا لشکر کا اور کہا کہ پھر حملہ کرو۔ دوسرے
دن جنگ کا آغاز ہوا پہلے احمر ابن شمیط درجہ شہادت پر فائز ہوئے پھر عبداللہ ابن کامل
بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو کوئی خبر نہیں ابھی
اطلاع نہیں پہنچی افواہیں پھیل رہی ہیں کہ مصعب ابن زبیر کوفے کی طرف روانہ
ہو گیا آخر جناب مختار خود میدان جنگ میں کود پڑے اور ان کی جنگ کا یہ حال لکھا ہے
کہ جب جناب مختار دو دن جنگ میں رہے ہیں تو ۱۷ سے ۲۰ ہزار تک مصعب ابن زبیر
کے لشکریوں کا صفایا ہو گیا لیکن مصعب ابن زبیر تو پیچھے تھا اور مہلب ابن ابی صفرہ
بھی جب ان کے اگلے دستوں کو شکست ہوئی تو تازہ دم ۴۰ ہزار کا لشکر حملہ کرتا ہے
ایک طرف سے۔ اب یہ تازہ دم اور کوفی جو ہیں یہ تھکے ہوئے لہٰذا کوفیوں نے اپنے
مزاج کے مطابق ایک ایک کر کے کھسکنا شروع کر دیا۔ میدان خالی کرنا شروع کر دیا
جگہ چھوڑنی شروع کر دی تو آخر میں جو بچے وہ بھی کہتے ہیں کہ اب کیا ہوگا اب کیا ہوگا؟
بھئی یہ بھی گیا۔ وہ بھی گیا۔ وہ بھی چلا گیا۔ کسی نے کہا بھیا اپنی خیر مناؤ تم بھی جاؤ۔ ان
کے چکر میں تم مارے جاؤ گے اشارے میں کر رہا ہوں واقعات آپ ماضی کے اپنے
سامنے لیتے آیئے تم کہاں ان کے چکر میں مارے جاؤ گے تم بھی جاؤ سب بھاگ گئے۔ کیا
ہوا دو چار دیوانے رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہوا بھئی ابھی تو بڑھ بڑھ کر اپنے

جذبات کا اظہار کر رہے تھے عزیزان محترم دل چاہتا ہے میرا کہ یہ واقعات آپ کو سناؤں
یعنی میں آپ کو وہ واقعہ سناؤں جس کسی کا بھی ہو کہ جب ہماری ملت کے جوانوں کو
قید کیا گیا تھا ان پر کوڑے برسائے گئے تھے آپ لوگ بھول گئے ہوں لیکن میں بھولنے کا
عادی نہیں ہوں اور بھی بہت سارے لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں وہ آگ اب
تک روشن ہو گی تو ۸۳ کی بات کر رہا ہوں کہ جب ان پر زندانوں میں کوڑے برسے اور
وہ جیلوں میں گئے تو بڑے طریقوں سے ان میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی جاتی تھی ان کو
توڑا جاتا تھا اِدھر سے کوئی ملا پہنچتا تھا ان کا ایجنٹ ہمیں معافی نامہ لکھ کے دے دو ہم
تمہیں چھڑا دیں گے۔ تمہارے ماں باپ گھر پر رو رہے ہیں۔ ہمیں اختیار دے دو ہم
تمہیں چھڑا دیں گے۔ ایک دوسرا سیاسی ایجنٹ آتا تھا کہ میں سیاسی بنیاد پر تمہیں رہا کرا
دوں گا اور انہوں نے ایک انتشار ڈیڑھ دو سو میں افراد میں ڈال دیا۔ تمہیں لمبی سزائیں
کر دیں گے تم معاشرے میں کسی قابل نہیں رہو گے اور ان کا اپنا مقصد کیا تھا؟ میں
اس لئے بتا رہا ہوں عزیزو کہ یہ کردار تمہارے درمیان موجود ہیں پہچانو ان کرداروں کو
یہ کس لئے کرتے تھے؟ یہ سب کچھ تاکہ حکومت کو ان بڑوں کو افسروں کو یہ بتائیں گے
کہ دیکھا ہمارا کتنا اثر ہے قوم میں دیکھا ہم معافی نامہ لکھوا لائے فلاں لیڈر نہ لکھوا سکا یہ
دیکھئے یہ رہے ان کے معافی نامے تاکہ ادھر بھی اپنے نمبر بڑھائیں اور انہیں بڑا مقام مل
جائے انہیں اور مراعات مل جائیں انہیں پلاٹ مل جائے بلڈنگیں بنوا لیں، فلیٹ
بنوا لیں ہم اس نام پر پلاٹ لے لیں ہم اس نام پر پلاٹ لے لیں خدا کی قسم جگر چھلنی
ہے لیکن افسوس کہ ابھی شعور کی اس منزل پر نہیں پہنچے ہم۔ کہ ان کرداروں کی
حقیقت کو پہچان سکیں اور ان گندگی کے ڈھیروں کو اٹھا کے باہر کریں اپنی پاک و
پاکیزہ ملت کے درمیان سے۔ تو عزیزان محترم پہنچے کچھ انتظامیہ کے افراد جیل میں مقید

چند سر پھروں کے پاس اور کہا کہ ساری آپ کی سزائیں وزائیں ختم ہو گئیں ہیں اب کچھ نہیں سزا وزا اب آپ کو مبارک ہو اور یہ کاغذ ہے اس پر سائن کر دیجئے۔ بھئی یہ کیا کاغذ ہے دکھاؤ۔ اب جو دیکھا تو اس کے اوپر کیا لکھا ہے مری پوٹیشن بھئی انگلش تو پڑھنا نہیں آتی بتاؤ تو سہی کہ کیا لکھا ہے۔ یہ بولے کہ نہیں اس پر ایسی کوئی بات نہیں لکھی بس یہ لکھا ہے کہ ہم نے بڑی غلطی کی ہے ہم نے بڑا جرم کیا۔ اس کی وجہ سے شہر میں بدامنی ہوئی سب کا نقصان ہوا، ہمارے گھر والے بھی پریشان ہوئے ہم اپنے اس جرم پر پشیمان ہیں اور ہماری سزا کو معاف کر دیا جائے۔ تو سر پھرے تو ہر جگہ ہی ہوتے ہیں ناں تو بس ان سر پھروں نے جواب دیا کہ۔ واہ بھئی واہ۔ گھر ہمارے جلے لوگ ہمارے مر گئے، مسجدیں ہماری جل گئیں، عزا خانے ہمارے لٹ گئے اور مجرم بھی ہم ہیں۔ گناہگار بھی ہم ہیں۔ ہر ظلم ہمارے ساتھ ہو گیا معافی بھی ہم مانگیں بڑا انصاف کیا تم نے۔ حضور یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اب ایک سال دو سال کی بات ہے جہاں اتنے مہینے گزر گئے وہاں یہ بھی گزر جائیں گے۔ اب بڑے جلال میں آگئے وہ جلالی لوگ کہتے ہیں پھر سڑتے رہو یہاں جیل میں۔ سب چھٹ جائیں گے سب رہا ہو جائیں گے تم لوگ یہاں سڑتے رہو گے۔ لوگ باتیں بنانے لگے کہ یہ کیا کیا۔ رہائی کا موقع گنوا دیا۔ ارے خدا کا شکر ادا کرو کہ کچھ ایسے مرد تھے جنہوں نے سر نہیں جھکایا، ظالموں کی شرائط تسلیم نہیں کیں۔ مفاد پرستوں کی چالوں میں نہیں آئے کچھ مرد بھی تھے " من المومنین رجال "مومنین میں کچھ مرد بھی ہیں کہ جو اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہیں وقت گزر گیا تاریخ میں بات رہ گئی۔ تو اب یہ ڈرانے دھمکانے والے پہنچ گئے بس۔ کہ کیا کر رہے ہو بھئی اب ختم ہے مختار کا زمانہ۔ ایک لاکھ کا لشکر اور چل گیا وہاں سے نتیجہ یہ ہوا کہ ساتھ چھوڑ کے چلے گئے اور جناب مختار پسپا ہوتے ہوتے آخر دارالامارۃ میں پناہ لینی پڑی

اور مصعب ابن زبیر داخل ہو گیا کوفے کے اندر آکے پوچھا مختار کہاں ہیں۔ بتایا گیا کہ دارالامارۃ میں محصور ہے اب یہاں پر جناب مختار کو ابراہیم بن مالک اشتر کی شدت سے یاد آرہی ہے۔ پیغام پہلے بھی پہنچانے کی کوشش کی اور اب بھی کوشش کی لیکن راستے مسدود ادھر جناب ابراہیم کے دل کا یہ عالم ہے کہ وہ افواہ کی بناء پر وہاں سے چل پڑے۔ ایک خبر سنی ہے کہ جناب مختار پر مصعب ابن زبیر نے چڑھائی کی ہے اور وہ چل پڑے ہیں اور دعا کرتے جا رہے ہیں کہ پروردگار مختار کی شہادت سے پہلے شکست سے پہلے کوفے پہنچ جاؤں لیکن قدرت کو کچھ اور منظور ہے۔ جناب مختار کا محاصرہ ہوا یہاں تک کہ چند دنوں میں کھانے پینے کی چیزیں بھی ختم ہو گئیں تو جناب مختار نے ان افراد کو جمع کیا جو جناب مختار کے ساتھ دارالامارۃ میں محصور تھے سیکڑوں کی تعداد میں بعض روایات میں ہے کہ وہ چھ ہزار کی تعداد میں تھے (عورتوں بچوں کو ملا کر) جناب مختار کہتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہیں امان کی لالچ دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ میں تمہیں امان دوں گا باہر آجاؤ۔ امان دینا چاہتا ہے تم کو۔ لیکن دیکھو تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے ہاتھ قاتلان حسینؑ کے خون سے نہ رنگے ہوں اگر تم اس کی امان میں چلے گئے تو یقین کرو کہ مصعب ابن زبیر اگر تمہیں چھوڑ بھی دے تو کوفے کے لوگ نہیں چھوڑیں گے قتل کر دیئے جاؤ گے میری بات مانو ہماری تعداد اتنی ہے اور ہم اہلبیت کے چاہنے والے ہیں ہم قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے نکلے تھے اور ہم نے اپنا کام پورا کیا ہم نکلتے ہیں اور حملہ کرتے ہیں اور آخری بار داد شجاعت دے کر کربلا والوں سے ملحق ہو جاتے ہیں مختار نے ایک جذباتی قسم کا خطبہ دیا لیکن کسی نے جواب نہیں دیا سکوت اختیار کر گئے یہ لوگ انہیں ایک امید ہے کہ اگر ہم امان طلب کریں گے تو مصعب ابن زبیر ہمیں معاف کر دے گا کچھ دن کے بعد یعنی ۶ یا ۷ دن محاصرہ رہا اور طبری نے بھی لکھا کہ جب

مختار کا محاصرہ ہو گیا اس کے باوجود محاصرہ میں بھی مختار جنگ کرتا رہا اتنا بڑا جنگجو تھا آخر میں جناب مختار نے یہ طے کر لیا کہ میں نکلوں گا اور لڑتے ہوئے جان دوں گا اور شہادت کے درجے پر فائز ہوں گا اور میں جس مقصد کے لئے آیا تھا میرا مقصد پورا ہو گیا میں مطمئن ہوں یہی وعدہ تھا میرا۔ میں اس لئے آیا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اب میری شہادت کا وقت بھی آپہنچا ہے تو ۱۹ آدمی مختار کے ساتھ باہر نکلنے پر تیار ہو گئے اگرچہ ۶ ہزار کی روایت کو مان لیا جائے تو ۶ ہزار میں سے کتنے نکلے ۱۹ لیکن تعجب ان ۶ ہزار پر نہیں ہے تعجب ان ۱۹ پر ہے کہ یہ کیسے آگئے ۶ ہزار کے مجمع میں سے ۱۹ کا آجانا مختار کے ساتھ اس ماحول میں تعجب چھوڑنے والوں پر نہیں ہوتا ہے جب خطرہ ہوتا ہے سب ہی چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں کوئی بڑی بات نہیں ہے تعجب ان افراد پر ہے کہ جنہوں نے کمر کس لی اس بھوک پیاس کے عالم میں اور اس کے بعد جناب مختار نے خطبہ پڑھا کربلا والوں کو یاد کیا اور دارالامارۃ کا دروازہ کھولا اور شیروں کی طرح سے یہ ۲۰ افراد ہزاروں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ جناب مختار اور ان کے ساتھی نے اس طرح سے جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے کہ گھوڑوں کا چلنا مشکل ہو گیا لاشوں پر سے۔ تمام ساتھی ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ اور اکیلا امیر مختار رہ گیا تاریخ لکھتی ہے کہ جب یہ تنہا رہ گیا تو اس کے حملوں میں اور شدت آگئی شیر کی طرح جس طرف جاتا تھا پرے کے پرے صاف کرتا تھا اور جب تھک کے یہ بھوکا پیاسا علی کا شیر نڈھال ہو گیا زخموں سے چور ہوا تو دارالامارۃ کی دیوار سے ذرا سانس لینے کے لئے ٹکا تو طارق اور طریق نام کے دو بھائی ملعون آگے بڑھے اور انہوں نے پہلے تیروں سے وار کیا اس کے بعد تلواروں سے وار کیا جناب مختار کو گرایا اور جناب مختار کے سر کو قلم کر دیا اس طرح مختار ۱۴ رمضان ۶۷ ہجری مطابق ۳ اپریل ۶۸۷ء شہادت کے درجے پر فائز ہوا۔ عزاداران حسینؑ جناب مختار شہید

ہو گئے اور مصعب ابن زبیر داخل ہوا دارالامارۃ میں اس کے قدموں میں جناب مختار کے سر کو لا کر ڈال دیا گیا اب یہ سروں کی بھی ایک تاریخ ہے کہ جو میں کل کی مجلس میں آپ کے سامنے پیش کروں گا وہ ۶ ہزار آدمی کہ جنہوں نے مختار کا ساتھ نہیں دیا تھا مختار نے کہا تھا کہ ایک راستہ نکل سکتا ہے اگر ہم ۶ ہزار مل کر حملہ کریں گے تو یہ یقینی ہے کہ راستہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان میں سے کئی ہزار لوگ بچ بھی سکتے ہیں نکل جائیں گے تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں لیکن نہیں مانا ان سب کی مشکیں کس دی گئیں انہی نے امان طلب کی کہ امیر ہم تیرے ساتھ ہو جائیں گے ہم تیرے حق میں لڑیں گے تیرے دشمن سے لڑیں گے مصعب چاہتا تھا کہ انہیں معاف کر دے کہ سارا کوفہ آڑے آگیا یہ ہمارے بھائی کے قاتل ہیں، باپ کے قاتل ہیں، اس کے قاتل ہیں، اس کے قاتل ہیں۔ ان ۶ ہزار کو ایک دوسرے کے سامنے قتل کر دیا گیا یہ ہوتا ہے انجام بزدلی دکھانے کا مرکھپ گئے ۶ ہزار کو ایک دوسرے کے سامنے مارا گیا کھڑا کر کے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر جرأت کا مظاہرہ کرو اجتماعی قتل تو نہیں ہو گا اس میں یہ چانس تو ہے کہ دشمن کا بھی کچھ نقصان تو کر دو گے اور اگر منہ بسور کے کھڑے رہو گے تو ۵۰ ہو گے تو دشمن ۵۰ کو کھڑے کھڑے مار دے گا اڑا ہی دے گا دشمن ارے موت تو آنی ہے کل کی آتی آج آجائے گی کل نہیں تو آج آجائے گی آج نہیں تو کل آجائے گی کہیں بھی آجائے گی راستے میں آجائے گی موت کا کیا ہے۔ عزیزو حالات سخت ہیں تو کیا ہوا مشکلات بہت ہیں تو کیا ہوا۔ کیا ہم جان لٹانا نہیں جانتے کیا ہم وہی کربلا والے نہیں ہیں۔ بس آج پھر فیض کا ایک شعر یاد آگیا۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں دل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو کوچہ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

زندہ وہی رہے ہیں جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں آخری وقت میں یہی ادا سلامت رہ جاتی ہے تو وہ ۶ ہزار بھی قتل کر دیئے گئے۔ اب جناب مختار کے حرم کو گرفتار کر لیا گیا ان کے بیٹے جو تھے فرار ہو گئے ایک دو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کی طرف نکل گئے جو کہ راستے میں ہیں بیویاں لائی گئیں دونوں مومنہ ہیں پہلی بیوی ام ثابت بنت ثمرہ ابن جندب الفزاری اور دوسری جس سے شادی ہوئی تھی عمرہ بنت نعمان ابن بشیر الانصاری ان دونوں بیویوں کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا اب مصعب کہتا ہے کہ برات کا اعلان کرو مختار سے اس کے کفر کا اعلان کرو دونوں بیویاں انکار کر دیتی ہیں کہ ہم ایسے شخص جس کو ہم نے رات رات بھر عبادت میں دیکھا عابد شب زندہ دار پایا جس کو ہم نے خدا کی بارگاہ میں مناجات کرتے، گریہ کرتے پایا۔ اس کو دن میں روزے سے پایا ہم اس کے کفر کا اعلان کیسے کریں نہیں ہو سکتا۔ مصعب بن زبیر نے عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ مختار کی ازدواج کے ساتھ کیا کروں؟ عبداللہ ابن زبیر نے جواب کہلوایا کہ ان سے مختار کے کفر کا اعلان کرا نہیں کرتیں ان کو قتل کر دے دونوں کو۔ تو پھر اس نے دونوں کو دربار میں بلایا پھر یہ اعلان کیا کہ بتاؤ کفر کا اعلان کرتی ہو یا نہیں تو ام ثابت بنت ثمرہ ابن جندب الفزاری کہتی ہیں کہ اگر تو تلوار کے زور پر مجھ سے اقرار لینا چاہتا ہے تو میں تلوار کے خوف سے اعلان کرتی ہوں کہ مختار کافر ہے چھوڑ دیا اس کو۔ لیکن دوسری بیوی عمرہ بنت نعمان ابن بشیر الانصاری وہ کہتی ہے کہ نہیں یہ تو وقت شہادت ہے میں نے مختار سے وعدہ کیا تھا اور میں تو جانتی ہوں کہ یہ تو ایک لمحے کی تکلیف ہو گی چند لمحے کی تکلیف اور میں شہید ہوتے ہی اپنے آقاؑ، مولاؑ، سید و سردار کی خدمت میں پہنچ جاؤں گی میں کس لئے برات کا اعلان کروں مختار سے۔ کہ میں جانتی ہوں وہ بوترابؑ کا غلام ہے میں جانتی ہوں کہ وہ امیرالمومنین کا شیدائی ہے میں

جانتی ہوں کہ وہ حسینؑ کا عاشق ہے میں جانتی ہوں کہ وہ حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے والا ہے۔ کس لئے میں برائت کا اعلان کروں اور اس مومنہ نے جرأت کے ساتھ اپنے سر کو قلم ہونے کے لئے پیش کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا اس کو شہید کر دیا گیا یہ دونوں بیبیاں ان میں سے ایک نے تلوار کے خوف سے مختار سے برات کا اعلان کیا اور دوسری بی بی نے اپنی جان قربان کر دی اور شہادت کی تاریخ ۱۵ یا ۱۴ رمضان ہجری ۶۷ یعنی ۱۸ یا ۱۹ ماہ کا یہ قیام ہے۔ جناب مختار کا اب اس میں تھوڑی سی باتیں کہ جناب مالک اشتر کے ساتھ کیا ہوا یہ کل میں آخری مجلس میں اور دو چار جو سوالات کا سلسلہ رہ گیا تھا وہ بھی کل آخری مجلس میں۔ اب مصعب نے بڑی خوشی خوشی مختار کے سر کو عبداللہ ابن زبیر کے پاس بھیجا غلام کے ہاتھ کہ تو لے جا اور وہ غلام بھی بڑا خوش کہ میں مختار کا سر لے جا رہا ہوں مجھے بہت انعام ملے گا پہنچا کے وہاں عبداللہ ابن زبیر مسجد الحرام میں بیٹھا تھا نماز پڑھ رہا تھا تو یہ گیا وہاں خط دیا اور کہتا ہے کہ یہ دیکھ کپڑے میں جانتا ہے کیا ہے عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ کیا ہے کہا کہ مختار کا سر ہے۔ پھر میں کیا کروں۔ کہا کہ کچھ انعام و نام دے۔ کہا کہ مجھے کوئی انعام و نام نہیں دینا لے جا اس کو اتنا یہ بخیل انسان تھا۔ تو غلام کہتا ہے کہ میں نے سر وہیں مسجد میں چھوڑا اور اس کو برا بھلا کہتا ہوا میں اس کے پاس سے چلا گیا۔ اب اس کا انجام کل کی مجلس میں سنا دوں گا تو یہ جناب امیر مختار کا قیام۔ امیر مختار تک یہاں پر ان کا معرکہ، ان کا قیام۔ ان کا آغاز۔ ان کا خروج۔ اور ان کا انجام۔ اور یہ بتا دینا کہ میں نے اپنا کام انجام دے لیا اب میں شہادت کے لئے تیار ہوں۔ اور یقیناً شہادت ہی اسے ملنی چاہئے تھی شہادت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ عزیزو یاد رکھو مولائے متقیان علی ابی طالب علیہ السلام کسی جگہ پر شہادت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ تو ایک خاص عطیہ ہے لطف الٰہی ہے

کہ اپنے خاص بندے کو دیتا ہے۔ خاص مومن کو دیتا ہے" اور اسی لئے آپ دیکھئے بعض دعاؤں میں یہ جملہ ہے "پروردگار مجھے شہادت دے "یوں بستر پر نہیں۔ یوں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے نہیں مروں مجھے شہادت کی موت ملے میں اہلبیت کی محبت میں مارا جاؤں تو عزیزو یہ جذبہ انسان کے دل میں آجاتا ہے تو کوئی طاقت اسے خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ اور میں نے عرض کر دیا کہ مرنا جینا اس سے کوئی قومیں ختم تھوڑی ہو جایا کرتی ہیں بلکہ قومیں ختم ہوتی ہیں جب ان کا جذبہ ختم ہو جائے کوئی کسی کو ختم نہیں کر سکتا جس قوم کا جذبہ زندہ رہتا ہے جو مرنا جانتے ہیں ان کو موت کبھی بھی شکست نہیں دے سکتی جو مرنے کا انداز سیکھ لیں جو مرنے کی ادا سیکھ لیں ان کو دنیا کی کوئی قوم نہ شکست دے سکتی ہے نہ ختم کر سکتی ہے نہ انہیں ڈرا سکتی ہے بلکہ ہر موت ان کے لئے زندگی کا پیغام بن کر آجاتی ہے یہی عزیزو بس یہ ہی فلسفہ ہے عزاداری کا۔ بس میں نے ختم کر دیا بیان کو یہ ہی فلسفہ ہے عزاداری کا یہ ہی فلسفہ ہے کربلا کا، یہی وجہ ہے کہ دیکھیں حسینی پروانے کتنے اطمینان کے ساتھ موت پر جا کے ٹوٹ پڑتے ہیں یہ ہی تو جذبہ ہے جس کو اگر مثبت انداز میں آپ دیکھ لیجئے کہ دیکھیں حسینؑ کا نام آتا ہے آپ کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔ رسولؐ کی حدیث ہے ناں کہ میرے حسینؑ کے نام میں ایسی حرارت ہے کہ جو قیامت تک مومنین کے دل کو گرماتی رہے گی حسینؑ کا نام آتا ہے آپ کو کسی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ نہیں ہوتا۔ تو اس سے اندازہ کر لیں کہ کتنا جذبہ کتنا جوش ہے حسینؑ کے نام میں قیامت تک انسان کو جذبہ اور جوش عطا کرتا رہے گا۔ عزیزو ہم نزدیک ہیں آخری زمانے سے اس وقت زیادہ ضرورت ہے کہ اپنے اس جوش اور جذبے کو مثبت راہوں میں استعمال کرو مثبت راہوں پر ڈال دو مت خوف کھاؤ دنیا کی کسی طاقت سے مت ڈرو یہ قافلہ ہے حسینیوں کا کہ جو چلتا رہے گا

ایک جائے گا دوسرا اس کی جگہ سنبھال لے گا دوسرا جائے گا تیسرا اس کی جگہ سنبھال لے گا کوئی خوف نہ کھاؤ۔ جسے موجود ہونا چاہئے وہ تو ہے ناں۔ جو اصل ہے وہ تو ہے۔ پھر کوئی چلا جائے میں چلا جاؤں آپ چلے جائیں کوئی پروا نہیں۔ وہ اصل سالار وہ اصل سپہ سالار ہمارا امامؑ جس کو آپ سے اور مجھ سے سب سے زیادہ فکر ہے مذہب کی اور دین کی۔ وہ موجود ہے ناں جب وہ موجود ہے تو ہم سب چلے جائیں کوئی پروا نہیں ہے۔ کوئی خوف نہیں ہے۔ کچھ نہیں ہوتا یہ خدا کا دین ہے یہ اہلبیت کا مکتب ہے اس میں خون ہے علی اکبر کا۔ عون و محمد کا۔ عباس کا۔ علی اصغر کا۔ مسلم بن عقیل کا اس کے بھائیوں کا۔ اس کے بچوں کا۔ اولاد رسول کا۔ اولاد جعفر و عقیل کا۔ اس میں زینب وام کلثوم کی قربانیاں ہیں۔ پرچم ٹھنڈا ہو گیا تھا کربلا میں۔ زینب نے اب یہ پرچم بلند کر لیا تھا حسینؑ میں اس مشن کو جاری رکھوں گی عہد کیا تھا زینب نے کہ میں زندہ رکھوں گی کربلا کو۔ مجال ہے یزیدؔ کی کہ میرے بھائی کے مشن کو ختم کر دے۔ تو عزیزو! یہ قافلہ ہے اسیروں کا۔ پہلا جلوس جا رہا ہے عزاداری کرتے ہوئے بازاروں میں کوفے کے۔ تو یہ زینب بتا رہی ہے اعلان ہے یزیدیت کے خلاف۔ ظلم کے خلاف۔ اور جس عزاداری میں ظلم کے خلاف اعلان نہ ہو۔ ظالم کی حقیقت سے آشنائی نہ ہو۔ ظالموں کے چہروں سے نقابیں نہ اٹھائیں جائیں مجھے تو اس عزاداری پر ہی شک ہے ارے یہ مجلس تو ہے ہی ایک احتجاج ہر یزیدؔ کے خلاف ہر ظلم کے خلاف ہر بربریت کے خلاف ارے یہ عزاداری ہی تو ہے جو حوصلہ دے رہی ہے اور یہ زبان حق کی حمایت میں چل رہی ہے۔ یہ کربلا کا ہی تو کرشمہ ہے یہ حسینؑ ہی کی تو عطا ہے یہ میثم تمار کی ہی تو عطا ہے کہ اگر حسینؑ سے خلوص رکھو گے تو دنیا کا کوئی خوف تمہارے نزدیک نہیں آئے گا اور کوئی طاقت تمہاری زبان کاٹ تو سکی ہے لیکن حقیقت بیان کرنے سے تمہیں روک نہیں

سکتی۔ عزاداران حسینؑ اتنی قربانیاں دیں ہیں۔ یہ حسینؑ کی قربانی ہے۔ کس کس مرحلے پر امتحان دیا ہے۔ دربار یزید میں، جب یہ قافلہ اسیروں کے داخل ہوا ہے ایک رسی میں بتایا جاتا ہے کہ ۱۲ گلے ۱۲ اسیر بچے تھے۔ ایک رسی سے ان کو باندھا گیا تھا عزادان محترم جب یزید ملعون کی نظر پڑی ہے اسیروں پر اور سر حسینؑ سے بے ادبی بھی کرتا جارہا ہے نظر پڑی ایک معصوم بچی پر۔ کس لئے حسینؑ لائے تھے سکینہ کو۔ ارے یہ دربار۔ کربلا ہے سکینہ کے لئے دربار یزید میں امتحان ہے سکینہ کا۔ اور جب یزید کی نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک معصوم بچی ایک ہاتھ اپنی گردن پر ہے ایک ہاتھ اپنے چہرے پر ہے پوچھتا ہے شمر ملعون سے شمر یہ کس کی بچی ہے کہا کہ یہ حسینؑ کی بیٹی سکینہ ہے بس اس کو اذیتیں دینے کا خیال آیا کہا کہ سکینہ کو لاؤ میرے سامنے سوال کرتا ہے کہ ایک ہاتھ اپنے چہرے پر ایک ہاتھ اپنے گلے پر کس لئے ہے۔ حسینؑ کی لخت جگر کہتی ہے کہ اے یزید کربلا سے یہاں تک میرے گلے میں رسی بندھی رہی ہے۔ ابھی تو چھوٹی سی ہیں سکینہ ایک رسی سے جب باندھا تو کسی کی گردن کسی کا ہاتھ کسی کا پیر اس طرح کھینچتے ہوئے لائے تھے اسیروں کو دربار یزید میں۔ میرے گلے میں رسی بندھی رہی ہے اور اب جو یہ رسی کھلی ہے گلے کا زخم اذیت دے رہا ہے اس لئے ایک ہاتھ گردن پر ہے اور یہ ایک ہاتھ اپنے چہرے پر اس لئے رکھ لیا کہ میری پھوپھیوں کے بال بڑے بڑے ہیں انہوں نے اپنے چہروں کا پردہ کر لیا میرے بال اتنے نہیں مجھے حیا آتی ہے نظر اٹھاتے ہوئے۔ اس لئے میں نے اپنا ایک ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ اب دوسرا وار کرتا ہے یزید ہم نے سنا ہے کہ حسینؑ کو تم سے بڑی محبت تھی۔ عزاداران حسینؑ بچی کہتی ہے کہ یزید تو کیوں اس دکھے ہوئے دل کو چھیڑ رہا ہے بس اتنا سن لے کہ عاشور کے دن سے لے کر آج تک سکینہ کو سونا نصیب نہیں ہوا اس لئے کہ سکینہ صرف اپنے بابا کے سینے پر

سونے کی عادی ہے۔ عزاداران حسینؑ ایک تاریخی ثبوت دے دوں آپ کے سامنے ارے شام غریباں یاد ہے آواز دیتی پھر رہی ہے زینب سکینہ کہاں ہو سکینہ کہاں ہو ایک نشیب سے آواز آئی تھی میری بہن آہستہ آہستہ بولو ارے میری بچی سو گئی ہے۔ عزاداران حسینؑ اس بچی کے دامن میں جب آگ لگی تھی کانوں سے لہو جاری تھا دوڑتی پھر رہی تھی میدان کربلا میں آواز دیتی پھر رہی تھی بابا بابا۔ بس ایک لاشے سے آواز آئی تھی سکینہ میری بچی ادھر آجا میرے پاس بس جب سکینہ کو یہ زخمی سینہ ملا ہے سر کا لاشہ سکینہ چین سے سو گئی تھی یاد ہے ناں کہ زینب نے آکے اٹھایا تھا سکینہ کہتی ہے کہ یزید میں اپنے بابا کے سینے پر سونے کی عادی ہوں آج تک سو نہ سکی یزید کہتا ہے کہ نہیں میں یہ بات ماننے والا نہیں میں تو اس وقت تمہاری محبت کا یقین کر دیا کہ تم حسینؑ کو آواز دو۔ اور سر حسینؑ تمہارے پاس آجائے۔ بس عزاداران حسینؑ جو روایت معروف ہے وہی آپ کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ یہ سنا تو سکینہ نے اپنے جلے ہوئے دامن کو پھیلا دیا۔ بابا امتحان کی منزل آگئی۔ یزید میری محبت کا امتحان لے رہا ہے۔ اپنی بچی کی لاج رکھ لو۔ ادھر سکینہ نے بابا کو آواز دی ادھر طشت طلا سے سر حسینؑ بلند ہو گیا۔ دربار پر سناٹا چھا گیا۔ سکینہ انتظار کر رہی ہے۔ سر حسینؑ سکینہ کی گود میں آگیا۔ بس اب جو سکینہ کو بابا کا سر ملا تو بابا کے رخ انور پہ اپنے رخسار رکھ دیئے۔ بابا۔ آگئے۔ بڑا احسان کیا۔ بابا بہت شکریہ۔ اپنی سکینہ کی لاج رکھ لی۔ لیکن بابا یہ تو بتایئے کہ آپ مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے۔ بابا کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ آپ کی بچی صرف آپ کے سینے پر سونے کی عادی ہے۔ بابا محرم کی دسویں سے آج تک سکینہ کو سونا نصیب نہ ہوا۔ بابا عصر عاشورا۔ جب میں تڑپ کر آپ کو پکارتی تھی تو شمر ملعون طمانچے مارتا تھا۔ "الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (سورۂ احزاب آیۃ ۲۳)

مومنین کرام کچھ سوالات ہیں میرے پاس کل بھی آئے تھے ایک دو جو چھوٹے چھوٹے ہیں ان کو تو میں ابھی بتادیتا ہوں باقی مجلس کے دوران میں دیکھتا ہوں ایک سوال ہے کہ ام المصائب جناب زینب سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس کے شام میں ہونے کے اسباب کیا ہیں۔ یہ تو پورا ایک مجلس کا موضوع ہے خلاصہ اتنا سمجھ لیجئے کہ کیونکہ واقعہ کربلا کے بعد بار بار یہ جو خلفاء تھے امام کو بلاتے تھے دو تین بار بیمار کربلا کو بلایا گیا دمشق۔ وہ خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں امامؑ کوئی منصوبہ بندی نہ کر رہے ہوں۔ اور ہر مرتبہ جناب زینبؑ ہمراہ جاتی تھیں آپ سفر میں۔ کیونکہ جو آپ کی شہادت کا سال ہے یا وفات کا سال ہے تو کیونکہ اس وقت آپ شام میں تھیں اس لئے شام میں ان کا مزار اقدس ہے بلکہ ایک روایت قاہرہ کے لئے بھی ہے وہاں بھی ایک زینبیہ بنا ہوا ہے۔ اور ایک روایت آپ کے وصال کی یہ بھی ہے کہ آپ رہائی کے بعد صرف ۵ یا ۶ ماہ حیات رہی تھیں۔ اور یہ ایک لائن میں جو سوال ہوتا ہے ناں عزیزو وہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔ دراصل یہ پورا ایک تحقیقی موضوع ہے خود اس میں بہت سارے سوال آگئے جس کے جواب دینے کے لئے ایک الگ مجلس درکار ہے یہ ایک الگ موضوع ہے دوسرا سوال: کیا بی بی نے شام میں سکونت اختیار فرمائی تھی وضاحت کردیجئے ۔۔ یہ تو میں نے بتا ہی دیا پہلے سوال کے جواب میں آ ہی گیا سکونت اختیار

نہیں کی تھی بلکہ سفر پہ گئیں تھیں۔ اچھا اس موقع پر ایک اور بات بھی عرض کردوں کہ ہمارے ہاں ہر دن منانے کا جذبہ تو ہے کہ مناؤ۔ مناتے ہیں سارے سال لیکن ہوتا کیا ہے۔ اب جیسے کسی امامؑ کی شہادت کی آپ مجلس کر رہے ہیں یا امام کی ولادت کی محفل کر رہے ہیں تو بھائی کچھ اس امام پر بھی بات کر لو لیکن اکثر جگہوں پر پتہ ہی نہیں ہوتا لوگوں کو اور بس جو چند فضائل معلوم ہیں انہیں کو سنانے اور سننے پر اکتفا کرتے ہیں۔ معذرت کے ساتھ بس وہ رسمی طور مجلس ہوئی ختم۔ اگر یہ سلسلہ سارا سال چلتا رہے کہ جس شخصیت کی تاریخ ہے اسی کی زندگی پر روشنی ڈالی جائے تو یہ مسئلہ ہی نہ ہو اب آپ دیکھئے جناب زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت کا میلاد بھی ہوتا ہے شعبان میں اور ان کی شہادت کی مجلس بھی ہوگی بڑے بڑے پوسٹر بھی چھپ جائیں گے بڑے بڑے پروگرام بھی ہو جائیں گے۔ ارے بھئی جسے بلا رہے ہو اس کو کہو کہ اس شخصیت کے بارے میں بیان کرو۔ بلکہ پہلے سے اسے بتادیں تاکہ وہ پڑھ کے آئیں کچھ بتا تو دیں مومنین کو۔ پتہ تو چلے تاریخ کے بارے میں کیا ہے اماموں کی تاریخ۔ وہی جو میں نے کہا ناں کہ آپ نے دس منٹ میں کربلا کو محدود کیا ہے اس کے اثرات اچھے نہیں ہو رہے اس کو وسیع کر دیجئے اس کو محیط کر دیجئے پوری زندگی پر پھیلا دیجئے کربلا کو۔ جب پھیلا دیں گے تو یہ دیکھئے کہ آج بچے کتنی بڑی تعداد میں مجلس میں موجود ہیں۔ میں حیران ہو رہا ہوں ان کا شوق دیکھ کر۔ جہاں تک بڑوں کی یہاں ایک بڑی تعداد میں موجودگی ہے تو پرسوں مسئلہ معلوم ہوا اکثر لوگوں کا کہ ایک صاحب جو بڑی دور سے آتے ہیں کھارادر سے اپنے بچوں کو لے کے میرے ملنے والے ہیں میں بڑا خوش تھا کہ یہ میری مجلس سننے اتنی دور سے آرہے ہیں تو میں نے پوچھا کہ بھئی اتنی دور سے کیوں آرہے ہو تو انہوں نے جواب دیا بھئی آپ کی مجلس میں نیند بہت اچھی آتی ہے تو اب وہ

بڑوں کا تو مسئلہ مجھے معلوم ہو گیا کہ گھر میں تھوڑی ٹینشن ہو گئی یا کوئی مسئلہ ہو گیا تو اس لئے میری مجلس میں مجمع بڑھ رہا ہے کہ ایک گھنٹہ آرام کر لیں۔یہاں تو نہ ان کو شور مچانا نہ ان کو یہاں بلڑ مچانا۔لیکن میں حیران ہو رہا ہوں بچوں پر۔بس یہی نتیجہ نکل رہا ہے میرے اس مضمون کا کہ یہ آرہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ کچھ تھوڑی سی میری محنت جو میں نے کی ہے خیر میں کسی قابل تو نہیں لیکن جو کی ہے اس کا مجھے ثمر مل رہا ہے اور میرا دل مطمئن ہے میرا ضمیر مطمئن ہے۔عزیزان محترم کل کی مجلس میں جناب امیر مختار کی شہادت تک کے واقعات پڑھ چکا اب جو ہستی باقی بچی ہے اس کے لئے میں نے آج کا دن رکھا تھا۔جناب ابراہیم بن مالک اشتر بس عزیزان محترم عجیب تماشا یہ ہے کہ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے بارے میں کوئی ایک مستند چیز نہیں ملی حتیٰ کہ ہماری کتابوں میں بھی نہیں میں نے آج بڑی کوشش کی ایک اور کتاب دیکھی جس کے مصنف فاضل جلیل اپنے وقت کے اور آج بھی ان کا نام ہے اور قیامت کے دن تک ان کی خدمات رہیں گی علامہ نجم الحسن کراروی صاحب مرحوم ان کی کتاب کو دیکھ رہا تھا لیکن اس میں بھی ایسی متضاد باتیں ہیں کہ میں حیران رہ گیا کہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے کہ یہ واقعہ تو ہو ہی نہیں سکتا وہ انشاء اللہ تفصیل میں آؤں گا تو بیان کر دوں گا آپ کے سامنے تو جو بھی دو باتیں ان کی روایت ہیں جناب ابراہیم کے انجام سے متعلق کیا ہوا جناب مختار کے بعد دونوں تینوں روایات میں آپ کے سامنے پیش کر دوں گا دونوں تینوں واقعات لیکن نتیجہ جو تمہید کے طور پر بتا رہا ہوں نتیجہ جو میں نے نکالا ہے اور انشاء اللہ آپ بھی جب ان تمام کتابوں کا جن کا میں نے حوالہ دیا ہے مطالعہ کریں گے تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ جناب ابراہیم ایک ایسے مجاہد تھے کہ ہاں واقعی اپنے خون کے آخری قطرے تک جہاد کرتے رہے اور اس کے بعد کہاں گئے پتہ نہیں چلا یعنی

یا روپوش ہو گئے یا اس آخری معرکہ میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔معرکہ انجام دیا انہی نے لیکن انجام کے لئے مستند بات نہ مل سکی۔کوئی میں نے تقریباً اٹھارہ یا انیس حوالے دیکھے مستند کہ جس پر یقین ہو جائے کہ ہاں یہ بالکل صحیح ہے ایسا کوئی مجھے ملا نہیں۔اس کے باوجود ابراہیم کے جو واقعات ہیں انشاء اللہ میں پوری مجلس میں کوشش کروں گا کہ ان ہی کا ذکر آپ کے سامنے کرتا رہوں مجاہد فی سبیل اللہ کہ جو مالک اشتر کا بیٹا تھا۔اور مولائے متقیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا شاگرد۔تو عزیزان محترم میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جناب مختار کے دو بیٹے فرار ہو گئے تھے۔دارالامارہ سے ان کو نکال دیا تھا جناب مختار نے ایک ثابت بن مختار اور دوسرا حکم بن مختار حکم بن مختار کے بارے میں ہے کہ وہ دوسری جگہ نکل گئے تھے۔ منتشر ہونے کا حکم دے دیا تھا۔جناب مختار نے کہ ایک جگہ نہیں جانا تو یہ ضعیفی کے عالم میں جب حالات بہتر ہوئے اور کوئی ان سے کوئی غرض نہیں رکھتا تھا تو اس وقت ہے کہ جناب محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جب امام بازار میں حجام کی دکان پر تشریف فرما ہیں تو یہ حکم آکے بیٹھا اور اس نے امامؑ کا ہاتھ تھام لیا۔امام نے پوچھا کہ تم کون ہو تو کہا کہ فرزند رسولؐ میں مختار کا بیٹا ہوں حکم۔یہ جو سنا تو سینے سے لگا لیا حکم کو اور حکم نے پوچھا تھا کہ فرزند رسولؐ میرے باپ کے بارے میں لوگ عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے منہ سے سنوں کہ جو آپ کہیں گے بس وہی میرے لئے حرف آخر ہو گا کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں تیرے باپ کے بارے میں۔کہا کہ اس کو کذاب کہتے ہیں جھوٹا کہتے ہیں اس کو اس کو کافر کہتے ہیں بہت کچھ کہتے ہیں تو امامؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ حکم تیرے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ میرے بابا نے میری ماں کا مہر مختار کے بھیجے ہوئے ہدیہ سے ادا کیا تھا یعنی جناب سجادؑ نے اپنی زوجہ کا۔

پانچویں امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا نے میری ماں کا مہر وہ جو مختار نے ہدیہ بھیجا تھا ۳۰ ہزار دینار کا اس ہدیئے سے میرے بابا نے میری ماں کا حق مہر ادا کیا۔ تو اب تیرے لئے کافی نہیں کہ ایک امامؑ برحق مہر دینے کے لئے کون سی رقم استعمال کر سکتا ہے کتنی پاک۔ اور کہا کہ مختار ہمارے دلوں کی ٹھنڈک ہے مختار نے ہمارے گھروں کو تعمیر کرایا ہمارے گھروں کو آباد کرایا تو پھر حکم آرام سے دست بوسی کر کے چلے گئے کہ اب کوئی کچھ بھی کہے اب مجھے اطمینان ہے اسی طرح آقائے دربندی نے باقاعدہ مختار کی زیارت کو نقل کیا ہے۔ شیخ مفید کے حوالے سے اور آپ جانتے ہیں کہ زیارات ماثورہ جو ہیں یہ ائمہ طاہرین سے نقل کی گئی ہیں اور شیخ مفید وہ ہیں کہ جس کے نام امام زمانہ نے توقیع لکھی ہے آقائے دربندی نے جناب مختار کے لئے جملہ لکھا ہے کہ "زائر المختار ماجور" کہ "مختار کا زیارت کرنے والا خدا کے ہاں اجر کا مستحق ہے" خدا کے ہاں اس کو اجر ملے گا مختار کی زیارت کرنے والے کو۔ لیکن اب شیخ مفید کا نام آگیا لہذا دو جملے عرض کر دوں کہ شیخ مفید کا مقام تو یہ ہے کہ امام ان کو توقیع لکھ رہا ہے ان کو وصیت لکھ رہا ہے ان کو خط لکھ رہا ہے اور ہمارے ہاں شیخ مفید کا آج مقام یہ ہے کہ جو چاہے ان کا عمامہ اچھال دے جس کا دل چاہے اس منبر پر بیٹھ کے ان کا مذاق اڑائے جس کے جی میں آئے انہیں جاہل بنا دے۔ آج یہ ہماری قوم کا معیار ہو چکا ہے سماعت کا۔ سنتے بھی جا رہے ہیں اور واہ واہ بھی کرتے ہیں نعرے بھی لگاتے ہیں ماشاء اللہ۔ اور پھر اگر پڑھنے والے سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کہا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں کیا کروں لوگ سن رہے ہیں۔ جب تک سن رہے ہیں میں تو سناؤں گا خوش ہو رہے ہیں۔ یہ تو نعرے لگاتے ہیں۔ میں شیخ کلینی کی دھجیاں اڑاتا ہوں اور شیخ مفید کی دھجیاں اڑاتا ہوں لوگ خوش ہوتے ہیں۔ ان کو مزہ آتا ہے تو عزیزو قصور وار اتنے وہ بھی نہیں ہیں۔ آپ بھی

تھوڑے بہت ہیں۔ برابر کے ہیں نا۔ بٹھاتے تو آپ ہی ہیں ناں منبر پر۔ بلاتے تو آپ ہی ہیں۔ لہذا برابر کے اس جرم میں ہم سب شریک ہیں۔ جرم ہے یہ جرم ہے یہ جو نائبین امامؑ ہیں۔ انہیں نے دین کی بنیاد کو مضبوط کیا۔ یعنی جنہوں نے دین کو تقیہ کے زمانے میں اس طرح سے محفوظ کیا۔ شریعت کو، عزاداری کو، یہاں تک پہنچا دیا۔ آج میں کیا کہوں کہ میں خود نہیں کہنا چاہتا زیادہ میں تو اشاروں میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجتہدین اور ان مراجع عظام کا اس طرح مذاق اڑایا جاتا ہے اور ہم اگر خوش نہیں بھی ہوتے تو خاموش ضرور رہتے ہیں۔ اچھا یہ بھی ایک ٹیکنیک ہوتی ہے کہ کسی کے مقام کو گرانا ہو تو ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے ساتھ وہ القابات لگانے شروع کر دو جاہلوں کے ساتھ۔ یہ آپ کو بتا رہا ہوں۔ سازش ہے یہ۔ یہ سازش کا حصہ ہوتا ہے۔ کہ جب کسی بہت بڑے مقام کو کسی قوم میں گرانا ہو تو ہر جاہل کے ساتھ اس لقب کو لگا دو جب اس جاہل کے ساتھ وہ لقب لگ جائے گا تو اس کی اہمیت ختم ہو جائے گی ہر آدمی کہے گا یہ بھی کوئی ایسا ہی شخص ہو گا۔ جو القابات پر چل رہا ہے ایک صفت یا لقب کا جو حشر ہوا ہے ہمارے ہاں وہ تو ہے ہی آپ کے سامنے اب دوسرا جو ایک مقدس مقام ہے اس کی بھی دھجیاں اڑانے کی سازش شروع ہو گئی کہ جس کی مرضی وہ لمبی ڈاڑھی رکھ کے پگڑی باندھ کے بیٹھ جائے اوپر۔ اور آیت اللہ بن جائے ایک صاحب ہیں جن کا ابھی پوری طرح تشیع بھی ثابت نہیں ہوا ہے وہ صرف ۳ سال میں آیت اللہ بن گئے ہیں، وہ مرجع بن گئے ہیں۔ بقول ابوذر غفاری کے یہ یہودیوں کے اولادیں ہمیں دین سکھائیں اور اپنے گھر میں ان کو پتہ نہیں کہ کتنے قسم کے دین ہیں پہلے اپنے گھر والوں کو ایک دین بتا دو کہ بھئی تم بھی تو سمجھ لو کہ یہ دین ہے یا پھر ان کے دین سے برأت کا اعلان کرو لیکن وہاں حال یہ ہے کہ گھر کے اگر پانچ افراد ہیں تو

سب کے سب الگ مسالک پر ہیں سیاسی طور پر بھی اور دینی طور پر بھی۔ تو یہ ہیں تازہ ترین آیت اللہ۔ تو عزیزو میں نے کہا کہ جو میرے دل میں ہوتا ہے وہ میں کہتا ہوں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ کسی کو اچھا لگ رہا ہے یا برا۔ میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ اختلافی مسائل میں نہ پڑوں۔ لیکن یہ مجھ پر واجب ہے ان مراجع کا ان آیات عظام کا دفاع کروں جب ان جیسے بدبختوں کو استحقاق دے دیا آپ نے کہ یہ آپ کے منبر پر بیٹھ کے آپ کی مقدس ہستیوں کی توہین کریں تو مجھ میں بھی اتنی جرات ہے کہ منبر پر بیٹھ کے ان خبیثوں کو منہ توڑ جواب دوں۔ اتنی جرات ہے مجھ میں۔ اگر دوسروں میں نہ ہو تو مجھے اس کی پروا نہیں۔ لیکن اتنی اجازت نہیں دی جا سکتی کسی کو۔ کہ اس حد تک بڑھ جائے۔ لوگوں کے جذبات واحساسات کو دیکھتے ہوئے کہ یہ تو سن لیتے ہیں ان کو جو سنا دو یہ تو سن کے چلے جائیں گے ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ ساری قوم ابھی ایسی نہیں کہ جو اس کو سنا دیا وہ سن کے چلی گئی تو اب عزیزو یہ شیخ مفید کہ جس نے مختار مجاہد حسینؑ منتقم آل رسولؐ کی زیارت کو نقل کیا اور اس نے یہ جملے لکھے کہ "زائر المختار ماجور مختار کی زیارت کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہے خدا کی بارگاہ میں۔ تو یہ مختار کا مقام ہے۔ جناب ثابت بن مختار کو یہ وصیت کی تھی جناب مختار نے کہ تم کسی بھی طرح اپنے آپ کو ابراہیم کی خدمت میں پہنچا دینا اور یہ جناب ابراہیم کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ساتھ ہی ساتھ جناب سلیمان بن صرد خزاعی کے بیٹے محمد بن سلیمان یہ بھی ان کی خدمت میں پہنچے یعنی اہلبیت کے متوالے جتنے تھے وہ جمع ہو ہو کے اپنے آپ کو جناب ابراہیم تک پہنچاتے رہے کہ جو موصل سے نکلے تھے۔ لیکن جب یہ خبر ملی کہ سقوط ہو گیا۔ جناب مختار کی شہادت واقع ہو گئی۔ تو یہ واپس آگئے۔ انہیں نے آکے اپنا مورچہ سنبھال لیا اچھا اب جو میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ تاریخ مختار آل محمدؑ میں

جو ایک واقعہ آخر میں نقل کیا گیا ہی۔ اس میں جو حامی ہیں جنہوں نے نصرت کی ہے جناب ابراہیم کی ان کے ساتھ۔ اس میں دو نام ہیں جن پر مجھے حیرت ہے میری عقل خود ہی نہیں مان رہی ہے ایک جناب زید شہید کے پوتے جناب حسن ابن یحییٰ ابن زید جب کہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ جناب زید کی پیدائش جو ہے وہ خود ۶۸ یا ۶۹ ہجری کی ہے اور جناب ابراہیم کا معرکہ جو ہے ۷۰ اور ۷۵ ہجری کے درمیان کا ہے آخری معرکہ جو ابراہیم نے انجام دیا۔ اس وقت جناب زید خود ۶،۵ سال کے تھے چہ جائیکہ ان کا پوتا ان کی نصرت کرنے کے لئے وہاں کہاں سے آجائے گا ایک یہ نام اور ایک جناب علمدار حسین جناب عباس علیہ السلام کے پوتے جناب حسن ابن عبداللہ ابن عباس کا نام بھی ہے جب کہ یہ قرین قیاس نہیں کہ جناب عباس کا سن جو ہے وہ کربلا میں ۳۶ سال کا ہے اور ان کے بیٹے ایک یا دو جتنے باقی بچے ہیں ان کے سن مبارک ہیں ۱۷ سال اور ۲۱ سال تو ان کے پوتے بھی اس سن کو نہیں پہنچ سکتے کہ ان معرکوں میں حصہ لیں تو یہ کچھ تھوڑا سا اگر تاریخ جب پڑھا کریں ناں تو یہ چیزیں بھی سامنے آتی ہے اور انسان کو تحقیق پر ابھارتی ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں جناب زید کا جو معرکہ ہے یا جو جناب زید کے بعد اور مجاہدین نے جو قیام کیا ان میں اور ان واقعات میں کچھ آپس میں گڑبڑ ہو گئی ہو۔ لیکن بہرحال یہ مجاہدین پہنچ گئے یہ جو محمد بن سلیمان بن صرد خزاعی ثابت بن مختار انہیں نے اپنے آپ کو پہنچا دیا تھا۔ جناب ابراہیم کے پاس اب وہ دونوں واقعات ایک تو میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ جناب ابراہیم کے دونوں واقعات آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ کہ جب جناب مختار کی شہادت کا واقعہ ہو گیا تو مصعب نے سنبھال لیا کوفے کو تو اس کے بعد اس نے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھا کہ دیکھو میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہے، ہم نے کوفے پر کنٹرول کر لیا ہے اور

میرے دل میں تمہارے لئے جگہ ہے۔ اب یہ جنگ ختم ہو گئی میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ آکر مل جاؤ۔ اگر تم میرا ساتھ دو گے عبدالملک ابن مروان کے خلاف تو میں پورے طور سے موصل اور جو علاقے ہیں جہاں اہلبیت کے ماننے والے ہیں ان کو آزاد چھوڑ دوں گا میں ان کو۔ رکھوں گا ہی نہیں اور طبری نے بھی یہ لکھا کہ ابراہیم بن مالک اشتر نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے بھی لکھا کہ ہاں ابراہیم بن مالک اشتر نے مختار کے بعد مصعب ابن زبیر کی نوکری اختیار کر لی اور یہ یہاں چلے آئے۔ پہلے میں طبری اور ان لوگوں کے حوالے سے آپ کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔ بعد میں پھر دوسرا نقطہ نظر بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ عبدالملک ابن مروان کو جب یہ خبر ملی کہ کوفے پر مصعب ابن زبیر قابض ہو گیا ہے اور ابراہیم بن مالک اشتر بھی اس کے ساتھ مل گئے اب یہ گھبرا گیا کیونکہ ابن زیاد اور مالک اشتر کی جنگ کا واقعہ اس کو یاد تھا کہ صرف اس جنگ میں ۸۳ ہزار زیادیوں کو واصل جہنم کیا تھا۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کی دہشت تھی اس پر۔ عبدالملک گھبرا گیا اس نے سارے سرداروں کو جمع کیا کہ دیکھو ابراہیم اور مصعب کا اتحاد ہو گیا اور ہمارے لئے بڑا مسئلہ ہو جائے گا لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ ہماری طرف آئیں ہم ان کی طرف چلتے ہیں اور اس نے کئی لاکھ کا لشکر لے کے کوفے پر عراق پر چڑھائی کر دی اب یہ ایک تاریخ بتا رہا ہوں آپ کو۔ آپ کے سامنے اس لئے بتا رہا ہوں کہ واقعات کو ملانا پڑے گا ممکن ہے کچھ وجوہات ایسی ہوں کہ جناب ابراہیم نے سادات کو بچانے کے لئے مومنین کو بچانے کے لئے ایسا کیا ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ بھی تاریخ میں موجود ہے یہ واقعہ۔ ممکن ہے ساتھ دیا ہو مصعب ابن زبیر کا کہ ان ہزاروں، لاکھوں شیعوں کو بچا لیا جائے کسی ترکیب سے تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو کمانڈر ان

چیف بنا دیا۔ مصعب ابن زبیر نے اس تاریخ کے حوالے سے طبری اور ذاکر حسین اور ان لوگوں نے جو لکھا ہے کہ کمانڈر ان چیف بنا دیا۔ ابراہیم بن مالک اشتر کو اور ادھر بھی وہی سیاست استعمال کی کوفے والوں نے آپ کو یاد ہے میں نے کہا تھا ناں کہ کوفی کسی کے ساتھ نہیں ہیں " کوفی لا یوفی " سوائے ان چند افراد کے کہ جو جناب سید الشہداؑ کے ساتھ تھے اور کچھ جانثار لیکن اکثریت بے وفا ہے۔ ابھی دیکھئے مختار کا ساتھ چھوڑ کے مصعب کا ساتھ دیا ابھی عبدالملک کے جاسوس پہنچ گئے وہاں۔ اور انہیں نے اُن کو خریدنا شروع کر دیا اور ۳۰ بڑے بڑے گروہ تیار ہو گئے کہ جیسے ہی جنگ شروع ہو گی ہم مصعب کا ساتھ چھوڑیں گے اور تیرے ساتھ چلے جائیں گے حتیٰ کہ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو بھی خط لکھا عبدالملک ابن مروان نے کہ تم اگر میرا ساتھ دو گے چھوڑ دو گے مصعب کو تو میں بصرہ بھی تمہارے حوالے کر دوں گا کیونکہ ابراہیم سے تو سب سے زیادہ خطرہ تھا عبدالملک ابن مروان کو تو جناب ابراہیم نے وہ خط لیا اور جا کے مصعب کو دے دیا کہ دیکھ یہ خط میرے پاس آیا ہے اور ایسے پتہ نہیں کتنے تیرے سردار ہیں جن کے پاس یہ خط آئے ہوں گے اور وہ چھپا گئے یہ خیال کر لے کہ جنگ کے بیچ میں یہ سب کچھ ہو گا تو اس نے کہا کہ ابراہیم جب تمہیں اتنی بڑی آفر آئی ہے پیش کش آئی ہے تو تم نے خط کیوں نہیں چھپایا مجھے کیوں بتا دیا تو جناب ابراہیم کہتے ہیں کہ ہماری شرافت اس بات کی متقاضی نہیں ہے کہ ہم میدان جنگ میں کسی کے ساتھ اس انداز میں خیانت کریں یہ شرافت اور نجابت کا تقاضہ نہیں ہے کہ ہم اس طرح کریں۔ مصعب کے دل میں اور احترام بڑھ گیا خیر کمانڈر ان چیف بنا یا جنگ کا آغاز ہوا اور وہی ہوا کہ ادھر سے بھگدڑ مچی لوگ ادھر بھاگنا دوڑنا شروع ہوئے اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر مسلسل جنگ لڑ رہے ہیں مسلسل جہاد کر رہے ہیں تو

عبدالملک ابن مروان کو بس یہی فکر ہے کہ جناب ابراہیم کا خاتمہ ہو جائے۔ ایک سردار کو بھیجا جناب ابراہیم کی مدد کے لئے مصعب ابن زبیر نے۔ جس کا نام ہے مسلم بن عمرو باہلی یا عتاب ابن ورقا۔ اس کو جو دیکھا تو فوراً ابراہیم بن مالک اشتر کہتے ہیں کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" مصعب میں نے تجھے منع کیا تھا کہ اس کو میری مدد کے لئے مت بھیجنا اور وہی ہوا کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب ابراہیم کا تجربہ تھا۔ عین وقت میں یہ جناب ابراہیم کو چھوڑ کر پورے لشکر کے ساتھ وہاں مل گیا یہ اپنے چند جانثاروں کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے اور مصعب اس کے بعد یہ اس تاریخ کو پڑھ رہا ہوں پہلی والی میں نے عرض کر دیا کہ اس کے بعد میں دوسرا بھی پہلو تصویر کا دوسرا رخ بھی آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ یہ ایک رخ ہے مصعب کا یہ عالم ہو گیا کہ یہ ابراہیم ابراہیم پکارا کرتا تھا میدان جنگ میں کہ ابراہیم کہاں چلا گیا ابراہیم کہاں چلا گیا۔ شہادت کے بعد دیوانہ ہو گیا پھر اس نے عروہ ابن مغیرہ نامی شخص کو آواز دی کہ جو واقعہ کربلا دردناک انداز سے بیان کرتا تھا۔ آپ مشاہدہ کرتے ہوں گے کہ بعض افراد اتنے خوش الحان ہوتے ہیں کہ انسان کھو جاتا ہے ان کی آواز میں۔ بعض ذاکرین کی بعض مرثیہ خوانوں کی آوازیں ایسی اچھی ہوتی ہیں سلام پڑھنے والوں کی نوحہ پڑھنے والوں کی کہ انسان پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو مصعب نے جب دیکھا کہ بس میری شکست ہو رہی ہے تو ڈھونڈ کے اس نے بلایا عروہ کو اور کہا کہ تو واقعہ کربلا میرے سامنے ذرا بیان کر اور یہ بتا کہ جب حسینؑ کے سارے انصار شہید ہو چکے تھے تو کس انداز میں وہ جنگ کر رہا تھا اور اس پر کیا بیتی کیونکہ اسے یقین ہو گیا کہ اب میں مار دیا جاؤں گا مصعب ابن زبیر کو۔ تو آخر وقت میں انسان کو کچھ نہ کچھ حقیقت کا اعتراف تو ہوتا ہے ناں۔ اب بہادر تو تھا یہ مصعب تو اپنے آپ کو جوش دلانے کے لئے چاہتا ہے

کہ واقعہ کربلا بیان کیا جائے۔ اب دیکھئے حالانکہ مخالف کیمپ کا ہے جناب مختار کا قاتل ہے۔ امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا اس کا بھائی بھی دشمن ہے۔ لیکن اس کے باوجود جانتا ہے کہ کربلا میں ایک ایسی حرارت ہے کہ جب یہ واقعہ کربلا بیان کرے گا تو مجھ میں جوش آجائے گا اور میرے سامنے موت کی کوئی حقیقت نہیں رہ جائے گی تو عزیزو یہ ہے کربلا۔ اتنی معرفت ہے اس کو اتنا سمجھتا ہے کربلا کو۔ اور اب اس نے واقعہ کربلا بیان کرنا شروع کیا اور اس کا جوش اور اس کی بہادری عود کر آئی اس نے حملہ کیا آخر لڑتے لڑتے مارا گیا۔ اور اس کو مارا کس نے؟ کل میں نے اشارہ کیا تھا دیکھئے خاندانی دشمنیاں کیسی ہیں۔ یہ جتنے بھی تعصبات ہیں یہ کہاں کہاں نکلتے ہیں۔ جناب مختار کا چچا زاد بھائی زائدہ ابن قدامہ یہ عبدالملک ابن مروان کی فوج کے ساتھ آیا تھا کہ جیسے ہی موقع ملے گا مصعب ابن زبیر کا خاتمہ کروں گا کیونکہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے نظریہ نہ دین ہے نہ اسلام ہے کچھ نہیں ہے لیکن میں اس وقت کے ماحول کی بات کر رہا ہوں کہ یہ برادری سسٹم یہ قبائلی سسٹم کتنا جڑیں پکڑا ہوا تھا اس کے باوجود کہ اسلام آگیا ہے مگر عصبیتیں پوری طرح دلوں سے نہ نکل سکی تھیں۔ زائدہ ابن قدامہ نے مصعب کو جب اپنے سامنے زخموں سے چور پایا تو اس نے مصعب پر وار کیا سر اس کا قلم کیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی مختار کا بدلہ ہوا۔ مصعب کا خاتمہ ہوا عبدالملک دارالامارہ پہنچا۔ عبدالملک ابن مروان تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے قدموں میں مصعب کا سر لا کے ڈال دیا گیا وہاں ایک شخص اور بیٹھا ہے عبدالملک ابن عمیر اور وہ کہتا ہے کہ امیر میں اس وقت ایک عجیب واقعے کو یاد کر رہا ہوں عجیب واقعہ اپنے سامنے پا رہا ہوں کھو گیا ہوں۔ عبدالملک نے کہا کیا ہوا۔ کہا کہ کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ میں اسی دربار میں موجود تھا اور تخت پر ابن زیاد بیٹھا تھا اور اس کے قدموں میں فرزند رسول کا سر تھا پھر کچھ وقت کے بعد میں

نے دیکھا کہ اسی تخت پر مختار بیٹھا ہے اور مختار کے قدموں میں عبید اللہ ابن زیاد کا سر ہے
کچھ عرصے کے بعد میں نے دیکھا کہ اسی دربار میں مصعب تخت پر بیٹھا ہے اور مختار کا سر
اس کے قدموں میں ہے اور اب آج میں دیکھ رہا ہوں کہ عبد الملک آج تو اس تخت پر
بیٹھا ہے اور مصعب ابن زبیر کا سر تیرے قدموں پر ہے اب مجھے یہ ڈر ہے کہ تیرا سر کس
کے قدموں میں ہوگا تو تو عبد الملک ڈر گیا گھبرا گیا اور اس نے یہ حکم دیا اس نے اسی
وقت حکم دیا کہ اس قصر کو ڈھا دیا جائے۔ لہذا کوفے کا جو دار الامارہ تھا اس کو ڈھا دیا
گیا اب اس کی جگہ تو شاید کہیں بتائی جا سکتی ہے۔ لیکن جس جگہ کو بتایا جاتا ہے
دار الامارہ اس عمارت کو وہ دار الامارہ نہیں ہے بلکہ وہ اب کھنڈر ہے ممکن ہے کسی
سردار وغیرہ کا محل رہا ہو سب لوگ جسے دیکھنے جاتے ہیں جس دار الامارہ کو دیکھتے ہیں وہ
دار الامارہ نہیں ہے اس دار الامارہ کو عبد الملک ابن مروان نے بالکل زمین سے یکساں
کرا کے اس پر محلہ آباد کرا دیا تھا اس نے کہا کہ نہ یہ ہوگا اور نہ کسی کا سر کسی کے
قدموں میں جائے گا کیونکہ کوفیوں کی فطرت سے آگاہ تھا آپ نے دیکھا کہ کوفیوں نے
پانچ یا چھ معرکوں میں کتنی بار اپنی حمایت کو بدلا کبھی اس کا ساتھ دیتے ہیں کبھی اس
کا ساتھ دیتے ہیں تو عزیزو ! یہ جو عادت ہے ناں کبھی اِدھر جانے والی کبھی اُدھر جانے
والی۔ کبھی اِس سے ملنے والی کبھی اُس سے ملنے والی تو ذرا اس کا تجزیہ تو کیا کرو یہ حقائق
ہیں یہ واقعیت ہے۔ ہاں انسان جب سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو ڈٹ جائے ختم
ہو گئی بات۔ کوئی ساتھ دے نہ دے کسی کا سہارا لینے سے کوئی غرض نہیں خدا نے یہ
کب آپ پر ذمہ داری ڈال دی کہ بھئی بس آپ ہی کو بچانا ہے اور کوئی نہیں بچا سکتا
دین۔ ایسا ہے کوئی دین میں۔ نہیں ہے۔ آپ پر تو اتنی ذمہ داری کہ آپ حق کے
مطابق کوشش کرتے رہیں۔ راہ انبیاء اور ائمہ پر چلتے رہیں اس پر عمل کرتے رہیں اس

کی پیروی کرتے رہیں۔ نتیجہ کی پروا کئے بغیر۔ نتیجہ کی ذمہ داری آپ کی اور ہماری نہیں
ہے مکتب اہلبیت کی رو سے اگر کسی کا ساتھ دینا جائز ہوتا ہے تو دو۔ یہ نہیں کہ سارا
وقت تھالی کا بیگن بنے ہیں کبھی اِدھر سے مار کھائی اُدھر چلے گئے کبھی اُدھر سے مار کھائی
اِدھر چلے آئے پھر رو رہے ہیں کہ ہم نے اتنا ساتھ دیا ہمیں وزارت تو کیا مشاورت بھی
نہ دی۔ یہ ہو رہا ہے عزیزو حقیقت حال یہی ہے کہ اتنی بڑی قوم۔ ہماری نہ ہو کسی اور
کی ہو، ایک فرض کر لیں ایک ایسی قوم کو کہ جس کا ایسا حال ہو جائے کہ جو کروڑوں
کی تعداد میں بھی ہو اور اتنی کمزور ہو کہ جب جس کا دل چاہے اس کو بلیک میل
کرے۔ جب جس کا دل چاہے جو اس کے دماغ میں ڈال دے۔ اس کا ساتھ دو گے تو یہ
ہو جائے گا اُس کا ساتھ دو گے تو وہ ہو جائے گا۔ او بابا تم حسینؑ کا ساتھ دو، تم اہلبیتؑ کا
ساتھ دو، تم علیؑ کا ساتھ دو، ساری دنیا تمہارے قدموں میں آجائے گی اتنی نہیں سمجھ
میں آرہی بات۔ تو یہ تو تھا جناب ابراہیم کا ایک انجام۔ اور جناب ابراہیم اس معرکے
میں شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے۔

دوسرا نکتہ نظر وہ کہتا ہے۔ کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جب مصعب ابن زبیر نے
ان ۶ ہزار افراد کو نہیں چھوڑا کوفے کے۔ تو جناب ابراہیم تو ان کے جرنیل و سردار تھے،
سب سے زیادہ حصہ تو ان کا قاتلان امام حسینؑ کو قتل کرنے میں ہے تو یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ مصعب ابن زبیر ان ۶ ہزار کو تو قتل کر دے۔ اور کوئی کوئی تیار نہ ہو کسی کو
معاف کرنے پر، اور ابراہیم بن مالک اشتر کو معاف کر دے، اس کو چھوڑ دے اور
ابراہیم ساتھ دیں اس کا جو مختار کا قاتل ہو دوسرا نکتہ نظر جناب ابراہیم کے بارے میں یہ
ہے۔ تو یہاں پر دوسرا نکتہ نظریہ کہتا ہے تاریخ کے حوالے سے۔ میں نے پہلے کا تو حوالہ
دے دیا ہے اس سے تو مجھے بھی اختلاف ہے کیونکہ میری سمجھ میں وہ بات نہیں آرہی

ہے کہ کس طرح سے زید کا پوتا وہاں پر پہنچ سکتا ہے جبکہ جناب زید بھی خود چار پانچ سال کے ہیں۔ یا جناب عباس کا پوتا وہاں کیسے اس جنگ میں شرکت کر سکتا ہے کیونکہ یہ واقعات ہیں ۷۰ یا ۷۵ ہجری کے اور جناب زید کی ولادت کی تاریخ ۶۸ یا ۶۹ ہجری ہے تو یہ ان کا پوتا حسن بن یحییٰ بن زید وہاں پر کیسے آگیا۔ تو اس لئے میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ جو کتابیں پڑھتے ہیں اردو میں جب آپ پڑھیں گے تو یہ چیزیں آپ کے سامنے آتی جائیں گی دوسرا نکتہ نظریہ بتاتا ہے کہ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اپنی جگہ پر ڈٹ گئے اور ثابت بن مختار اور محمد بن سلیمان بن صرد خزاعی یہ تمام جانثار جناب ابراہیم کے گرد جمع ہو گئے ان کے پاس جمع ہوئے اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے لائحہ عمل طے کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اب کسی حکومت سے وابستہ تو رہے نہیں۔ عراق میں آگیا عبداللہ ابن زبیر اور اس کا بھائی مصعب ابن زبیر اور شام میں آگیا عبدالملک ابن مروان اب یہ دو چکیوں کے پاٹ میں پس رہے ہیں تو ان ہی نے یہاں سے موصل سے حرکت کی تکریت کے راستے سے ہوتے ہوئے جزیرہ ایک مقام ہے وہاں چلے گئے۔ اب مجھے یہ نہیں پتہ کہ جزیرہ سے مراد آج کا الجزائر ہے یا اس زمانے میں جزیرہ نام کی کوئی زمین تھی جو اب بدل گیا ہوگا۔ اس جزیرے کے مقام پر انہوں نے لشکر کو جمع کرنا شروع کیا کہ کسی طرح جمع کیا جائے لشکر اور پھر شیعیان عراق اور کوفہ کو آزاد کرایا جائے جزیرے کے مقام پر یہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جمع تھے پانچ چھ ہزار کا لشکر ان کے پاس جمع تھا کہ عبدالملک ابن مروان کے لشکر نے ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا، اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھی ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرتے گئے ان کی شہادت کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ کشتی میں بیٹھ کر نکل گئے اور ان کا آج تک پتہ نہیں چلا یعنی اپنے آپ کو نکال لیا

اس نرغے سے۔ یہ فرار نہیں کہلاتا یاد رکھئے گا۔ اگر آپ لوگوں کو تاریخ سے تھوڑا سا بھی شغف ہے اور یقیناً زیادہ ہوگا میں کیوں آپ پر الزام لگاؤں تھوڑا سا۔ جلال الدین خوارزم شاہ یعنی شہزادہ جلال بھی ایک کردار ہے تاریخ کا ایک بڑا دلیر کردار ہمیں اس کے مکتب سے کوئی بحث نہیں۔ یہ شہزادہ جلال تھا کہ جس نے چنگیز خان کے راستے میں سب سے بڑی دیوار حائل کی تھی۔ اور چنگیز کو حسرت تھی کہ کسی طرح جلال کو قتل کر دیا جائے۔ جلال الدین خوارزم شاہ سلطان خوارزم شاہ۔ جب یہ سلطنت خوارزم ختم ہوئی ہے اس کے باپ کی حرکتوں کی وجہ سے۔ اس کے باپ کے تکبر کی وجہ سے اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اس نے مقابلہ کیا برسوں تک لڑتا رہا۔ اور اس نے بڑی کوشش کی کہ مسلمان سب ایک ہو جائیں اِدھر خط بھیجتا تھا اُدھر خط بھیجتا تھا سلطانوں کو۔ لیکن سلطانوں کو کاہے کی پرواہ سب اپنے میں مگن جیسے آج آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے مسلمانوں کے ساتھ تو آخر میں یہ فرار ہو گیا تھا لیکن چنگیز خان کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ یہ نکل گیا تھا تو جناب ابراہیم بن مالک اشتر کے لئے بھی یہ روایت ہے کہ ایک تو یہ نکل گئے، ہاتھ نہیں آئے۔ اس امید پر کہ شاید کبھی دوبارہ یہ مومنین جمع ہو جائیں کسی طرح اکٹھا ہو جائیں پھر انتقام لیا جائے اور ایک روایت ہے کہ وہیں ان سب نے اپنی قبر بنائی جب وہاں پر تین یا چار مجاہد رہ گئے تھے تو انہیں نے اپنی قبریں خود کھودیں۔ اور جب زخموں سے چور ہوئے ایک ایک کر کے جب شہید ہوتے گئے تو ہر پہلا آدمی دوسرے کو جب شہید ہوتا تھا تو دفن کرتا تھا۔ آخر میں جناب ابراہیم تنہا بچے تھے جنگ کرتے رہے۔ رات کی تاریکی میں (پہلے دستور یہ تھا کہ رات کو جنگ بند ہو جاتی تھی) اپنی قبر میں جا کر لیٹ گئے جزیرہ کے مقام پر جہاں پر انہی نے اپنی قبر بنائی تھی وہیں پر ان کا انتقال ہو گیا یہ جناب ابراہیم کے بارے میں تین قسم کے واقعات ہیں

تاریخ کے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے قدرے مشترک یہ ہے کہ ہر تاریخ نے لکھا کہ ابراہیم بن مالک اشتر مختار کا وہ جرنل تھا ایسا جرنل تھا کہ جو آسمان شجاعت کا چمکتا ہوا چاند تھا اور قیامت تک اس کی کرنیں پڑتی رہیں گی اس کی روشنی پڑتی رہے گی میں نے اس بات کو یہاں پر ختم کر دیا۔ عزیزان محترم جناب ابراہیم کے انجام کے ساتھ اور الجزائر میں کسی جگہ اگر تحقیق کی جائے تو وہی جزیرہ ہیں ان کا مزار مبارک ان کی قبر مبارک مل جائے گی۔ (اس مجلس کے اختتام پر ہی ایک مومن نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ برسوں سے الجزائر میں ہے اور وہاں جزیرے میں ایک زیارت مرجع خاص و عام ہے۔ جب وہ مومن بھی زیارت کے لئے گئے تو اس قبر مبارک پر جو نام لکھا تھا وہ یہی تھا۔ یعنی ابراہیم بن مالک اشترؒ) لیکن پہلی مجلس سے میں اب اپنا رابطہ جوڑنا چاہتا ہوں اگر پہلی مجلس آپ کے ذہن میں ہے جو حضرات یہاں تشریف لائے تھے تو میں نے جملہ کہا تھا کہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ہر قوم میں ہمارے ہاں بھی دو قسم کے ہیں اور یہ بالکل واضح ہے عزاداری بھی دو قسم کی۔ مجلس بھی دو قسم کی، آنسو بھی دو قسم کے ہیں۔ محبت بھی دو قسم کی ہے اس کے مزید شعبے بنائے جاسکتے ہیں لیکن اس کی دو بڑی قسمیں ہیں اور بھی اس کے شعبے بن سکتے ہیں۔ تو اب ہمیں ان میں فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں کس قسم میں اپنے آپ کو شامل کرنا ہے واقعہ کربلا ختم ہو گیا ۶۱ ہجری میں ختم ہو گیا۔ اب ۶۱ ہجری کے بعد آپ پر کیا واجب ہے آپ کہیں گے کہ سیدھی سی بات ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ مجلس کرو۔ ماتم کرو ختم یہی ہے نا اور وہ کر رہے ہیں ہم۔ وہ ہم کر رہے ہیں، واقعہ کربلا کے بعد اب۔ ذمہ داری نہیں جو ہو گیا وہ ہو گیا تمہیں پیدا ہی کیا گیا رونے کے لئے تو مختار پر واجب نہیں تھا یہ کام سلیمان بن صرد خزاعی پر یہی کام واجب نہیں تھا ابراہیم بن مالک اشتر۔ پر یہی کام واجب نہیں تھا اور یہ اتنے مجاہدین جو

ان کے ساتھ حصہ لیتے رہے ورقا۔ ابن غارب اور اصحاب کی اولادیں۔ انصار کی اولادیں یہ سب ان پر یہ کام واجب نہیں تھا۔ یہ بھی یہی کرتے رہتے صرف عزاداری کہ اب ضرورت کیا ہے تمہیں مزید کچھ کرنے کی۔ تو عزیزو مسئلہ واضح ہو گیا کہ وہ دو قسمیں کون سی ہیں "ایک قسم وہ ہے کہ جو جانتی ہے کہ حسینؑ کے بعد واقعہ کربلا ختم نہیں ہوا بلکہ حسینؑ نے اس واقعہ کو آگے بڑھانے کے لئے اپنی بہن زینبؑ کو علمدار بنا دیا ہے اپنے بیٹے سید سجادؑ کو ذمہ دار بنا دیا ہے ایک وہ طبقہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ مشن جاری ہے اور یہی وہ مشن ہے جو پیدا کرے گا مختار، جو پیدا کرے گا ابراہیم اور ایسے ہی مجاہدوں کو۔ اور ایک مومن نے ایک سوال بھی کیا تھا کہ شام کے راستے میں ایک بی بی نے کہا تھا کہ میں آپ کا انتقام لوں گی تو عزیزو میں نے جو آپ کے سامنے بیان کیا تھا فرح بنت مالک اشتر کا واقعہ تھا کہ مالک اشتر کی صاحبزادی کا یہ جملہ تھا۔ شام کے بازار میں تو عزیزو ایسا تو نہیں کہ ان کی ایک کوئی الگ جنگ ہے۔ نہیں بلکہ یہ سارے مومنین کہ جب جناب مختار نے قیام کیا تو اس میں مومنین بھی شامل ہیں اور مومنات بھی شامل ہیں اسی طرح درۃ الصدف کا واقعہ بھی آپ کو ملے گا۔ ایک مومنہ کا واقعہ جو اٹھارہ سال کی لڑکی ہے اور جب اس کو پتہ چلا کہ قاتلان حسینؑ یہاں سے گزر رہے تو اس نے اپنے محلے کے ۵۰ جوانوں کو مسلح جمع کر لیا تھا اور کہا کہ یا مر جائیں گے یا ان کو قتل کر دیں گے اور اس نے چادر سر پر ڈالی مردوں کی قیادت کی اور اس نے جنگ کی تو عزیزو یہ مجاہدین کی تاریخ ہے تشیع کی تاریخ۔ ہمیں تنگ و عار نہیں بننے دینا تشیع کو تماشہ نہیں بنانا۔ سرخ تاریخ ہے ہماری سرخ، چودہ سو سال سے واقعہ کربلا سے لے کر آج تک کیا علماء اور کیا مومنین ہر دور میں اپنے خون سے آبیاری کی ہے اس دین کی کسی سے بھیک میں یا خیرات میں نہیں مانگا ہے دین اپنا۔ کہ ہمارا دین ہم کو دے دو

ہماری عزاداری کرادو ہمارا ماتم کرادو۔ خدا کی قسم اپنے عقیدے کا اعلان کر رہا ہوں جس دن میں محتاج ہو جاؤں کہ کسی کی وجہ سے ماتم کروں کسی کی وجہ سے مجلس کروں تو اپنا دین ہی چھوڑ دوں گا۔ مجھے ضرورت ہی نہیں ہے ایسے کمزور دین کی۔ میں تو حسینؑ کے ماننے والا ہوں۔ دم ہے جب تک ماتم کریں گے۔ دم نہیں رہا تو کربلا کے شہداء نے بھی یہی کہا تھا کہ مولاؑ پھر زندگی دلا دیجئے پھر کریں گے آپ کا دفاع۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی قوت بازو پر کرنا ہے عزاداری۔ بھیک نہیں مانگنی کسی سے۔ خیرات وہ مانگتے ہیں جن کے اپنے مفادات ہوتے ہیں جن کے اپنے مسائل آڑے آتے ہیں یہ ہمارا حق ہے اور ہم حق چھیننا جانتے ہیں ورنہ جاں لٹانا تو ہے ہی ہماری عادت تو عزیزو اپنی سرخ تاریخ پر سیاہ دھبہ نہ لگاؤ۔ یہ مختار اور ابراہیم کی تاریخ ہے۔ یہ زید شہید کی تاریخ ہے۔ یہ نفس ذکیہ کی تاریخ ہے۔ یہ شہید اول سے لے کر شہید مظلوم عارف حسینی تک کی تاریخ ہے عزیزو ان لوگوں نے خون دیا ہے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہا۔ مجھے بتاؤ بنو امیہ اور بنو عباس کا چھ سو سال کا دور۔ چھ سو سال کا دور۔ کیسا دور۔ عزاداری ہوتی تھی۔ نہیں اجازت نہیں ہے چھپ کے ذکر کرو۔ کیونکہ سامنے کوئی ذکر نہیں کر سکتا۔ اور چھپ کے بھی ایسے کہ اپنے بچوں کا نام نہیں رکھ سکتے علیؑ، حسنؑ، حسینؑ کوئی نام نہیں رکھ سکتا تھا۔ چھ سو سال یہ تھے ہمارے آباؤ اجداد۔ صدیوں کا جبر و تشدد بھی انہیں ذکر حسینؑ سے نہ روک سکا۔ اور تم چند سالوں میں گھبرا جاتے ہو چند مہینوں میں گھبرا جاتے ہو ارے وہ کیسے تمہارے آباؤ اجداد تھے تمہارے ہی تو آباؤ اجداد تھے نا۔ ہم اور آپ انہی کی تو اولاد ہیں ۶۰۰ سال نہ جلوس، نہ مجلس، نہ ماتم کی اجازت، نہ نام رکھنے کی اجازت اور پھر ۶۰۰ سال کے بعد جتنی شدت کے ساتھ دبایا گیا تھا حسینیت کو جب یہ بنو امیہ اور بنو عباس کا دور ہٹا تو اتنی ہی تیزی سے تشیع کا اعلان اتنی

تیزی سے عزاداری پھیلی کہ بتاؤ آج دنیا کے کونے کونے میں حسینؑ کا ماتم ہو رہا ہے کہ نہیں۔ کوئی دنیا کا گوشہ ایسا بتاؤ جہاں حسینؑ کی مجلس نہ ہو رہی ہو جہاں حسینؑ کا ماتم نہ ہو رہا ہوں جہاں حسینؑ کا ذکر نہ ہو رہا ہو یہ کس کا کمال ہے۔ یہ کس کا کمال ہے۔ کن لوگوں کا کمال ہے یہ کمال ہے۔ تمہارے اور ہمارے ان آباؤ اجداد کا۔ جن کو دیواروں میں چنا گیا نہروں میں بہا دیا گیا خون کی ندیاں بہا دی گئیں محلوں کے محلے جلا دیئے گئے لیکن دنیا ان کے دل سے حسینؑ کے غم کو نہ نکال سکی۔ ذکر حسینؑ کو نہ نکال سکی۔ بس میرا مقصد یہ تھا امیر مختار کے موضوع کو بیان کرنے سے کہ اپنی اس حمیت کو باقی رکھو پھر دیکھو کہ خود حسینؑ ذمہ دار ہے اپنے ذکر کا۔ ذمہ دار اس کی ماں ہے، ذمہ دار خدا ہے کہ۔ اس ذکر کو باقی رکھے۔ اس ذکر کو زندہ رکھے۔ عزیزان محترم میں تکرار کرتا ہوں اپنے ایک جملے کی کبھی یہ گمان بھی نہ کرنا کہ تمہاری وجہ سے ذکر حسینؑ زندہ ہے خدا کی قسم ذکر حسینؑ کی وجہ سے ہم زندہ ہیں۔ یہ ذکر حسینؑ ہے بس یہ آخری پیغام دینا چاہ رہا ہوں کبھی سوچئے گا بھی نہیں کہ آپ کی وجہ سے یہ عزاداری ہے آپ کی وجہ سے یہ ذکر حسینؑ ہے یہ حسینؑ ہے یہ ذکر حسینؑ ہے جس نے آپ کو عزت دی ہے۔ جس نے آپ کو وقار دیا ہے جس نے آپ کو زندہ کیا ہے ہماری زندگی اس سے وابستہ ہے یہ ہمیں زندہ رکھتا ہے ہم اسے زندہ نہیں رکھتے۔ عزیزو یہ کتنی احسان فراموشی کی بات ہے کہ میں حسینؑ کا ذکر کروں حسینؑ مجھ کو مقام عطا کرے میں حسینؑ کا نوحہ پڑھوں حسینؑ مجھے مقام عطا کرے میں حسینؑ کا مرثیہ پڑھوں حسینؑ مجھے عزت دے یہ سب ذکر حسینؑ کی بدولت ہے اور پھر میں اسی ذکر سے خیانت کروں پھر میں اس سے غداری کروں پھر میں اس کا حق ادا نہ کروں یہ حسینؑ ہی تو ہے ناں جو عزت دے رہا ہے ہمیں وقار دے رہا ہے ہمیں سب کچھ حسینؑ دے رہا ہے اور پھر اس کا حق نہ ادا کروں تو

آپ مجھے بتائیں کہ یہ خیانت ہوگی یا وفاداری ہوگی۔ وفاداری کا تقاضہ یہی ہے کہ جو حسینؑ تمہیں زندہ رکھے ہوئے ہے بس اس سے وفا کا عہد نبھائے جاؤ اور تم مر بھی جاؤ گے پھر بھی تمہیں زندہ رکھے گا مر بھی جاؤ گے پھر بھی یہ ذکر حسینؑ کا کمال ہے کہ ذکر حسینؑ کرتے ہوئے مار بھی دیئے جاؤ گے حسینؑ تمہیں ہمیشہ زندہ رکھے گا اور عزیزوں آخری مجلس ہے، چند جملے اپنے شہدا کے لئے ضرور میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں بتاؤ کیا فائدہ ہو گیا اتنے سارے شہید ہوگئے اتنے سو مار دیئے گئے عزیزوا کیا باتیں کر رہے ہیں آپ۔ یہ شہید کا خون رائیگاں ہونے والی چیز ہے؟ شہید کا خون کبھی رائیگاں ہوا؟ عزادارو! یہ ہمارے شہداء کے خون کا ہی تو کرشمہ ہے کہ ہر سال سے زیادہ رونق غم حسینؑ میں بڑھتی جارہی ہے کہ نہیں۔ ان شہدا کی ارواح خوش ہیں کہ ہم نے جس مقصد کے لئے جان دی تھی وہ مقصد زندہ ہے پس حدف سمجھ لو کیا ہے ٹارگٹ کیا ہے کہ یہ مقصد زندہ رہے ہم رہیں نہ رہیں یہ شہدا کا پیغام ہے۔ ہمارے یہ جوان ہمارے بچے اور ہمارے بوڑھے جو بچھڑ گئے گزشتہ سالوں میں ہم سے ان کا ایک قطرہ بھی رائیگاں نہیں ہوا ہر شہید کے قطرے نے شعور دیا ہے لوگوں کو آگہی دی ہے لوگوں کو لوگوں کے علم میں اضافے کا باعث بنا ہے یہ شہدا کے خون کا صدقہ ہے۔ یہ مجالس۔ یہ ذکر حسینؑ یہ حسینؑ کے مقصد کا بیان۔ یہ انہیں شہداء کے خون کا صدقہ ہے۔ اور جو قوم اپنے شہیدوں کو فراموش کر دے وہ قوم مردہ ہے احسان فراموش ہے کبھی بھی اپنے شہیدوں کو مت بھولنا ہمیشہ ان کو یاد رکھنا۔ ہمیشہ اپنی مجالس میں یاد رکھنا۔ اپنی محافل میں یاد رکھنا کہ ان کی نظریں تم پر ہیں کیونکہ یہ زندہ ہیں کوئی انہیں ختم نہیں کر سکتا کوئی انہیں قتل نہیں کر سکتا میں صدق دل سے آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں کہ میرا لہجہ سخت ہے۔ اگر میری کوئی بات گراں گزری ہو میرا لہجہ گراں

گزرا ہو تو بھائی سمجھ کے۔ بیٹا سمجھ کے۔ چھوٹا سمجھ کے۔ معاف کر دیجئے گا میرا قصد کسی لمحے بھی نہیں تھا کہ میں کسی کی توہین کروں۔ کسی کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بس جو دل کا درد ہے وہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ شاید پروردگار ہمارے سامنے کوئی راہ نکال دے شاید ایسا راستہ نکل آئے کہ ہم متحد ہو کر متفق ہو کر نہ صرف اپنی بقاء بلکہ اس ملک کی بقاء اس دین کی بقاء، دنیا میں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں مظلوم بستے ہیں ان کی بقاء کے لئے پروردگار ہمیں وسیلہ قرار دے دے ہم بھی کچھ کام کر جائیں۔ دین کے لئے۔ اسلام کے لئے۔ مظلوموں کے لئے جو انسان مظلوم سسک رہے ہیں بلک رہے ہیں وہ چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلمان۔ استعمار کے ہاتھوں میں پس رہے ہیں، فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے ہیں قحط مسلط کر دیئے گئے ہیں ان پر۔ شاید خدا ہمیں وسیلہ قرار دے دے کہ ہم دنیا بھر کے ان مظلوم انسانوں کے لئے کچھ کر سکیں۔ عزیزان محترم یہ آخری مجلس ہے۔ حالانکہ صفر کی تاریخوں میں شہادت واقع ہوئی دختر حسینؑ کی لیکن بس میرا دل چاہتا ہے کہ آج میں اسی معصومہ کا پرسہ دوں مادر حسینؑ کو جس کو حسینؑ سکینہ کہا کرتے تھے۔ کہ میرے دل کا سکون ہے وہ سکینہ کہ جس کے بارے میں، میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہزادی عصر عاشور سے غش میں تو ضرور آئی ہوگی کمزوری کے باعث۔ بے ہوش تو ضرور ہوئی ہوگی۔ لیکن خود کہتی ہے کہ میں سو نہیں سکی سو نہیں سکی۔ کیونکہ بابا کے سینے پر سونے کی عادت تھی جب یہ سینہ بچھڑ گیا تو سکینہ سوئی نہیں۔ عزاداران حسینؑ ایک عجیب بات ہے۔ میں ہمیشہ سوچتا ہوں کہ یہ تکراری روایت ہے لیکن یہ معجزہ کیا کم ہے غم حسینؑ کا کہ میرا کوئی مر جائے عزیز۔ آپ کتنی بار مجھے پرسہ دیں گے آخر میرے آنسو خشک ہو جائیں گے کہ نہیں۔ کتنی ہی اذیت سے مارا گیا ہو۔ ایک بار سنا۔ دو بار سنا۔ دس بار پھر میں عادی ہو جاؤں گا کہ ہاں

یہ ہو گیا تھا۔ لیکن یہ معجزہ کم ہے کہ وہی مصائب وہ ہی ذکر جب بیان کرے انسان زخم تازہ۔ اگر عقل رکھتا ہے تو یہ سمجھے گا کہ یہ کتنا بڑا اعجاز ہے کتنا بڑا معجزہ ہے غم حسین کا وہی واقعہ جو چودہ سو سال سے سنایا جارہا ہے لیکن عزیزو جب ذکر کیا جاتا ہے۔ غم تازہ ہو جاتا ہے۔ہاں جو بھی دل رکھتا ہے سینے میں۔اور جس کی آنکھ میں بھی آنسو ہے۔وہ روک نہیں سکتا اپنے غم کو ظاہر کئے بغیر عزادارانِ حسین زندان کی جو روایات ہیں ان میں ایک مشہور روایت بی بی سکینہ کی یہ ہے کہ بیٹھ جاتی ہے زندان کے دروازے پر۔عالم کیا ہے کہ چھت کھلی ہوئی ہے زندان کی اور یہ صحرا کا علاقہ کہ جہاں دن میں تپ رہا ہے صحرا گرمی کی شدت سے اور رات اتنی ٹھنڈی کہ نہ رات چین سے گزرے ان قیدیوں کی نہ دن چین سے گزرے حکم ہے کہ ان کی قید میں کسی قسم کی کوئی اذیت چھوڑی نہ جائے ہر طرح کی تکلیف ان کو دی جائے عزادارانِ حسینؑ بس روز شام کو سکینہ بیٹھ جاتی ہے اور آپ سنا کرتے ہیں کہ آنے جانے والوں سے پوچھا کرتی ہے کوئی عراق والا مل جائے، کربلا جانے والا مل جائے، کوئی نجف جانے والا مل جائے، کوئی مدینے جانے والا مل جائے تاکہ میں اپنا پیغام تو بھیج سکوں اپنے جد کو پیغام بھیجوں اپنے دادا علیؑ کو پیغام بھیجوں اپنے بابا حسینؑ کو کربلا میں پیغام بھیجوں کہ بابا میری خبر لو بابا میری خبر لو عزادارانِ حسینؑ بس ایک رات آئی اور یہ بچی بڑی بے چین ہے ادھر سورج غروب ہوا اور ادھر اس کی بیتابی میں اضافہ ہونا شروع ہوا عجیب انداز میں رو رہی ہے۔ بھائی آج مجھے میرے بابا بہت یاد آرہے ہیں۔ پھوپھی اماں آج مجھے میرے بابا بہت یاد آرہے ہیں۔اے مادرِ گرامی آج مجھے میرے بابا بہت یاد آرہے ہیں۔ عزادارانِ حسینؑ سب تسلی دے رہے ہیں۔اماں، پھوپھیاں بھائی سب تسلیاں دے رہے ہیں آخر بچی کو غش آیا بچی کچھ دیر کے لئے خاموش ہوئی لیکن کچھ دیر کے بعد پھر جب

ہوش آیا تو پہلے سے زیادہ یہ بچی گریہ وزاری کر رہی ہے کہتی ہے بھائی ابھی بابا میرے خواب میں آئے ہیں ابھی تو مجھ سے باتیں کر رہے تھے میرے بابا کہہ رہے تھے کہ سکینہ جتنی تم بے چین ہو اتنے ہی ہم بے چین ہیں۔ سکینہ بس تھوڑی دیر کی بات ہے تم ہمارے پاس آنے والی ہو ہم تمہارے لئے بہت بے چین ہیں۔بہت بے قرار ہیں۔ عزادارانِ حسینؑ بس یقین ہوا سید سجادؑ کو کہ اب سکینہ کا وقت آگیا شہادت کا۔ عزادارانِ حسینؑ گریہ وزاری کی صدائیں حرم میں بلند ہوئیں اور بچی ایک عجیب انداز سے فریاد کرتی ہے کہ محل میں سونے والوں کی نیندیں خراب ہوئیں داروغہ زندان پہنچا کہ اس بچی کو خاموش کراؤ نیند خراب ہوتی ہے محل میں سونے والوں کی۔ سید سجادؑ کہتے ہیں کہ بھائی دیکھ آج میری بہن بہت بیتاب ہے،بہت بیقرار ہے تھوڑی دیر کے لئے بابا کا سر لا دے تھوڑی دیر کے لئے یہ خاموش ہو جائے گی۔ تم بھی آرام سے سو جاؤ گے۔ عزادارو! پیغام پہنچایا گیا جن کی نیندیں خراب ہوئیں تھیں اپنی نیند کی خاطر حکم دیا کہ لا دو سر تاکہ بچی تو خاموش ہو جائے زندان میں سر حوالے کیا گیا۔ سید سجادؑ کے پہلے تو سید سجادؑ نے بوسے لئے اپنے بابا کی آنکھوں کے، پیشانی کے،اس کے بعد آواز دی سکینہ دیکھو بابا کا سر آگیا۔ عزادارانِ حسینؑ یہ بچی دوڑتی ہوئی آئی بابا کے سر کو لے کر زمین پر بیٹھ گئی، گود میں لے لیا۔اور اس طرح سے گرفت میں لیا کہتی ہے بابا اب نہیں جانے دوں گی بابا اب مجھے چھوڑ کر مت جانا مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے آپ بابا میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اب میں جانے نہیں دوں گی آپ کو اپنے پاس سے عزادارانِ حسینؑ سکینہ کے بین بلند ہوئے۔ شور و ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ کہ اچانک سکینہ نے آنکھیں بند کیں اور منہ بابا کے منہ پر رکھ کر سو گئی۔ سو گئی بچی۔ زینب نے دیکھا سکون آگیا، کہ سکینہ سو گئی، ام رباب کی تسلی ہو گئی کہ سکینہ سو گئی۔

ام کلثوم کو چین آگیا کہ سکینہ سو گئی۔ کہ سید سجاد کہتے ہیں "اناللہ وانا الیہ راجعون" اہل حرم گھبرا گئے۔ زینب گھبرا کے کہتی ہے بیٹا کیا ہوا۔ کہا اے پھوپھی اماں بس اب سکینہ سو گئی اور اب ایسی سوئی ہے کہ قیامت کے دن یہاں سے محشور ہوگی۔ عزاداران حسینؑ آخری مجلس ہے دو چار جملے اور سنتے جائیں میری تسلی نہیں ہوئی ابھی۔ عزاداران حسینؑ قیدیوں کی رہائی کا حکم ہو گیا۔ عزاداری برپا ہو چکی سرہانے شہداء واپس ہو گئے لوٹا ہوا سامان واپس ہو گیا پرسہ بھی دے دیا شامی عورتوں نے اب ناقوں پر بی بیاں سوار کی جا رہی ہیں۔ سوار ہو رہی ہیں بی بیاں ناقوں پہ کہ اب کربلا سے ہوتے ہوئے مدینے جانا ہے۔ پیغام ملا سید سجاد کو پھوپھی کا۔ کہ بیٹا سید سجاد تمہاری ماں ام رباب کا پتہ نہیں چلتا کہاں ہے عزادارن حسینؑ سید سجاد نے کہا پھوپھی جان مجھے معلوم ہے میرے ساتھ آیئے۔ بی بیوں کو ساتھ لیا اور گئے زندان شام کی طرف اب جو زندان میں داخل ہوئے تو کیا دیکھا ارے سکینہ کی قبر پر اس طرح ام رباب گری ہوئی ہیں جیسے سکینہ کو گود میں لے لیا اور کہتی ہے کہ میری بچی سکینہ ارے تو نے سنا ہم آزاد ہو گئے ہم رہا کر دیئے گئے۔ سکینہ سواریاں تیار ہیں سب ناقوں پر سوار ہیں سکینہ تجھے بڑا ارمان تھا مدینے جانے کا سکینہ تو بڑی دعا کرتی تھی۔ دیکھ فاطمہ صغرا تیرا انتظار کر رہی ہے، سکینہ ام رباب تیرے بغیر کیسے جائے گی۔

"الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین"

(تمت بالخیر)

انقلاب کی روح سے کوئی واقف ہو کہ نہ ہو لیکن لفظ انقلاب سے ہر عالم و جاہل واقف ہے انقلاب اگر فکر نا خواندہ برپا کرے تو اس میں کجی
ہوتی ہے بے مقصدیت ہوتی ہے اور یہ انقلاب دائمی نہیں ہوتا اس کے برعکس اگر انقلاب خواندہ ذہن پیدا کرے تو اس کے اثرات موثر اور دائمی
ہوتے ہیں۔ انقلابی فکر رکھنے والے ہمارے خواہر زادے حسن ظفر سلمہٗ (سہیل) کی تخلیق تازہ امیر مختار ایک ایسے مجاہد انقلابی کے ذکر سے مزین
ہے جس نے درس انقلاب کربلا سے کسب کیا ہے۔ جس نے زنجیریں کھول کر نہیں بلکہ زنجیریں توڑ کر انقلاب برپا کیا۔ حسن ظفر سلمہٗ نے اسی انقلابی
کردار کو موضوع تحریر بنا کر اپنی انقلابی فکر کا اظہار کیا ہے، سوداگروں اور مصلحت پسندوں کو آئینہ دکھایا ہے۔
جہاں تک میرے علم میں ہے یہ کتاب حسن ظفر سلمہٗ کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو انھوں نے بعنوان امیر مختار سپرد سماعت کی تھیں، میں
اعتراف کرتا ہوں کہ تقریر کو جامہ تحریر میں لانا ایک نہایت مشکل کام ہے کیونکہ تحریر کا انداز اور ہوتا ہے اور تقریر کا لہجہ اور ہوتا ہے۔ سلمہٗ نے نہایت ہنر
مندی اور بالیدگی فکر کے ساتھ یہ دونوں کام انجام دیے ہیں اور یہ وہ کام ہے جو ان کو پس مرگ بھی زندہ رکھے گا اور ہنر مندی ان کی فکر انقلابی سے
عبارت ہے۔ خدا ان کی کاوشوں کو مزید جلا بخشے بطفیل محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کی فکر انقلابی بیداری اور شرافت کا معیار بنی رہے۔
ڈاکٹر کلب صادق
لکھنؤ انڈیا
TAJ
مؤسسۂ نور ہدایت حسینیہ غفران مآب لکھنؤ-۳
NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION
Imambara Ghufran Maab, Chowk, LUCKNOW-3 (U.P.) INDIA, Phone : 0522-2252230